

RS.6/-

ایک ایک صفحہ دیکھنے پڑھنے اور چومنے کے لائق ہے ● دھرمیندر

واہ کیا سُپر نمبر ہے ● ہیما مالنی

بلاشبہ یہ ایک فلمی، تاریخی دستاویز ہے ● محمد علی

جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ ● زیبا علی

فلم نمبر بار بار دیکھا اور دیکھتا ہی رہا ● ونود کھنہ

تیرے پیارے پیارے نمبر کو کسی کی نظر نہ لگے .... ● راجندر کمار

ایک دستاویز ہے ● سنیل دت

ایک یادگار کارنامہ ہے ● منوج کمار

ایک مکمل فلمی دستاویز ہے ● نصیر الدین شاہ

اب ڈاک خرچ معاف

کیا آپ نے فلم نمبر پڑھا؟ نہیں تو آج ہی اُسے حاصل کریں ——
قیمت صرف : بیس روپے

شمع کا کہانی نمبر خوب صورت کہانیوں کا شان دار نمبر ہے۔
قیمت : پندرہ روپے

ہندوستانی پروانے اگر فلم نمبر (قیمت : بیس روپے) کے ساتھ کہانی نمبر (قیمت : پندرہ روپے) بھی براہ راست منگوانا چاہیں تو آج ہی ۳۵ روپے کا منی آرڈر بھجوادیں۔ ان دونوں کا رجسٹری ڈاک خرچ ادارہ اپنے پاس سے ادا کرے گا۔) منی آرڈر کی رسید خط کے ساتھ بھجوائیں اور منی آرڈر کوپن پر یہ ضرور لکھیں کہ یہ منی آرڈر فلم نمبر اور کہانی نمبر کے لئے ہے ——

غیر ملکی پروانے فلم نمبر کے رجسٹری اور ہوائی خرچ کے لئے اَسّی (۸۰) روپے کا ڈرافٹ بنواکر بھیجیں۔ اگر فلم نمبر کے ساتھ کہانی نمبر منگوانا چاہیں تو ڈاک خرچ کی بہت بچت ہو جائے گی۔
دونوں کے لئے ۱۴۵ روپے کا ڈرافٹ بھیجیں۔
یہ ڈرافٹ کسی بینک یا الراجحی کمپنی سے بنوا سکتے ہیں۔



فہرست مضامین

نمبر	عنوان	مصنف	صفحہ
1	سرورق	ادارہ شمع	1
2	اشتہار - شمع کہانی نمبر	ادارہ شمع	2
3	فہرست مضامین	ادارہ شمع	3
4	اشتہار - پی۔ڈی۔ایف فائل شمع	www.taemeernews.com	4
5	اشتہار - رجنی گندھا	ادارہ شمع	5
6	سال نو - 1989 - فلمی ستاروں کی تمنا	ادارہ شمع	6
7	پرانے امیتابھ بچن کے بارے میں نئی باتیں	ایس این کھوسلہ	10
8	عامر خان پوسٹر	ادارہ شمع	16
9	ستاروں کی دنیا	مسافر	17
10	نظم: بیادِ حضرت رئیس امروہوی	باواکرشن گوپال مغموم	25
11	میں ونود کھنہ سے شادی نہیں کر رہی ہوں - امرتا سنگھ	ورتی	27
12	بازگشت	ادارہ شمع	31
13	نظم: جدائی کا خط	صلاح الدین پرویز	37
14	کہانی: کٹی زبانیں	عزیز قیسی	39
15	کہانی: شناختی کارڈ	ڈاکٹر کیول دھیر	43
16	دو نظمیں، ایک غزل	عاصی رضوی، شریف قریشی، نیاز جے راج پوری	49
17	بلاعنوان کہانی	-	51
18	چار نظمیں	رفعت، ناہید، انجم، نور	57
19	کہانی: قاتل	عبدالغنی شیخ	59
20	بزم شمع	ادارہ شمع	63
21	خبریں ہی خبریں	ادارہ شمع	67
22	ٹی وی کی دنیا	ادارہ شمع	69
23	جی ایم درانی کی کچھ یادیں کچھ باتیں	راجیو مرزا	73
24	شمع ادبی معمے (صفحہ 77 تا 85)	ادارہ شمع	77
25	پس ورق	ادارہ شمع	86

شمع

جنوری ۱۹۸۹

اشاعت کا اکیاونواں سال

پہلا شمارہ

ایک کاپی کی قیمت : ۶ روپے

سال بھر کی قیمت : ۶۵ روپے

شمع انڈین اینڈ ایسٹرن نیوز پیپر سوسائٹی، نئی دہلی، آڈٹ بیورو آف سرکولیشن بمبئی، اور آل انڈیا نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس، نئی دہلی کا ممبر ہے۔

مطبوعہ : شمع پریس، شاہدرہ، دہلی ۳۲

ٹائیٹل : شمع پریس، شاہدرہ، دہلی ۳۲

مالکان : شمع میگزین   طابع وناشر : یونس دہلوی

بانی : یوسف دہلوی (مرحوم)

مدیران : یونس دہلوی
ادریس دہلوی
الیاس دہلوی

صدر دفاتر: ۱۴/۱۳-آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

ٹیلی فون : 732666 732667 732668

مدیران : 730446 731783

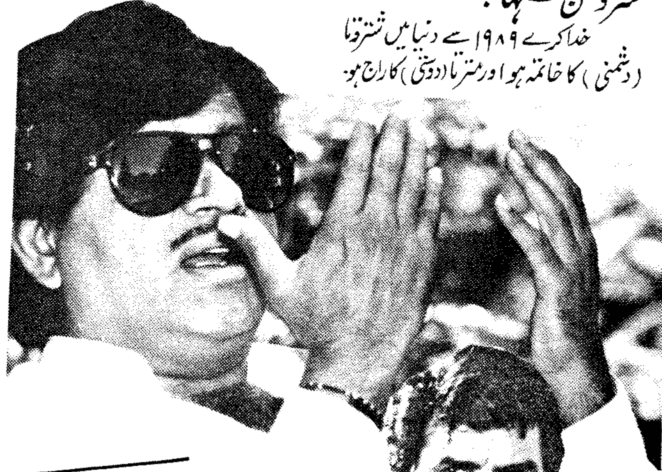
تار کا پتہ : شمع نئی دہلی SHAMA NEW DELHI

ٹیلکس : TLX : 31-61601 SHMA IN

مقام اشاعت : ۱۴/۱۳-آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

● سرورق : مندا کنی (فوٹو: ڈی آریادو)





شترُوگھن سنہا :
خدا کرے ۱۹۸۹ سے دنیا میں شترُوتا (دشمنی) کا خاتمہ ہو اور متر تا (دوستی) کا راج ہو۔

1989

نیا سال، نئے ارادے، نئے خواب، نئی اُمیدیں

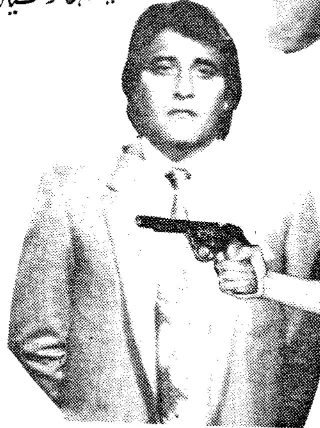
امیتابھ بچن :
'رشتے میں تو ہم تمہارے باپ ہوتے ہیں نام ہے شہنشاہ' کہنے کو تو قد ہمارا اتنا ہی رہے گا مگر ہم نے اتنی اچھی اچھی فلمیں سائن کی ہیں کہ خدا گواہ ہے ۱۹۸۹ میں آپ ہمیں کچھ زیادہ ہی اونچے مقام پر پائیں گے۔



ونود کھنّہ :
غموں نے زندگی میں ایسی کڑواہٹ گھول دی کہ دُعا ہے ۱۹۸۹ میں خوشیاں ہی خوشیاں ملیں۔

دھرمیندر :
فلمی سلطنت پر ہمیشہ اپنی حکومت نہیں چاہتا کہ یہ 'جاگیر' اوروں کی بھی ہے۔ مگر ابھی کچھ دیر اور اپنا 'دبدبہ' منوانے کی قسم ضرور کھائی ہے۔







راجیش کھنّہ :
'الگ الگ' رہتے رہتے ایک مدّت ہو گئی۔ ۱۹۸۹ میں شاید ملاپ ہو اور میں کہہ سکوں 'جے شیو شنکر'۔

سری دیوی :
ہر کسی کے حصّے میں کنکر پتّھر جیسی فلمیں زیادہ آتی ہیں، 'نگینہ' تو اتفاق سے ہی ہاتھ لگتا ہے۔ ۱۹۸۹ میں بہر حال میری چند فلمیں ہیرے موتی ثابت ہوں گی۔

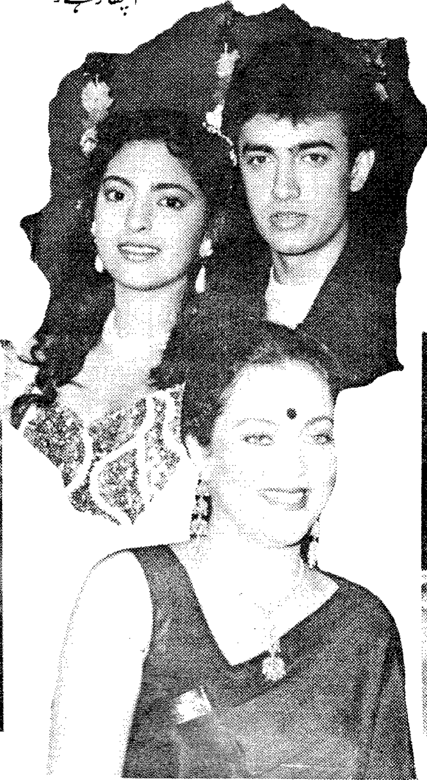
فرح : محبت کا سبق تو ضرور پڑھ لیا، مگر پھر دِل سے نکل گیا۔ دُعا ہے کہ ۱۹۸۹ میں میرا حافظہ اچھا رہے۔

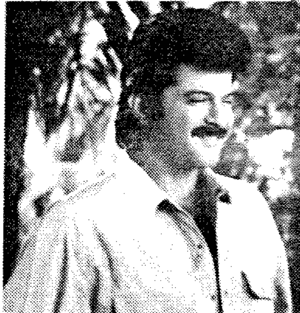
سونم :
میں اداکارہ کہلانا چاہتی ہوں اس لئے اب میں اپنے کیریر کی مضبوطی کے لئے کپڑے مضبوطی سے باندھے رکھوں گی کہ ہدایت کار میرا فن دکھائے جسم نہیں۔

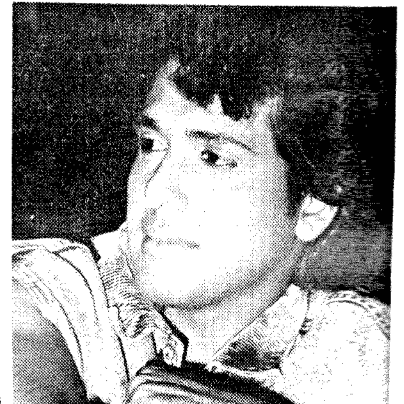
سلمیٰ آغا :
اللہ! ہم تو اپنے ارادوں کی ناکامی سے اس قدر تنگ آگئے ہیں کہ اب اپنے ارادوں اور عزائم کے اظہار سے ڈرتے ہیں۔

عامر خاں : ذہانت سے ذہانت تک رہوں تو میرا مستقبل 'قیامت سے قیامت تک' ہے۔ کہیں حماقت سے جہالت تک پھنس گیا تو پھر قیامت ہی قیامت ہوگی۔

جوہی چاولہ :
خوابوں سے حقیقت تک، کھٹ پٹ سے محبت تک رہے کاش یہی عالم، کل سے قیامت تک۔







گووندا
خود تو سنیما کے پردے پر رہا مگر بیوی اور بچی کو دنیا کی نظروں سے چھپانے کے بعد ۱۹۸۹ میں ان دونوں کو پردے سے باہر لے آؤں گا

مندا کنی : کاش اب کوئی مجھے لے کر 'شام تیری جمنا اُجلی بنائے'!

انل کپور :
'مسٹر انڈیا' کے بعد بڑے بھیا کو 'مسٹر ایشیا' اور 'مسٹر انٹرنیشنل' بنانے کا مشورہ دیتے چلا جا رہا ہوں

امرتا سنگھ:
ونود بھی سنی، کیرتی، روی جیسا ہی نکلا۔ ۱۹۸۹ میں کسی ایسے مرد کو تلاش کروں گی جو بات کا دھنی ہو۔

راج کمار:
ہمارے سر پر بال ہوں یا نہ ہوں مگر ڈائیلاگ بولنے میں کوئی بھی ہمارا بال بیکا نہ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔

فیروز خاں:
۱۹۸۸ 'دیاوان' (مہربان) ثابت نہیں ہوا، مگر ۱۹۸۹ میں ایسی 'یلغار' کر رہا ہوں کہ میدان پھر میرے ہاتھ رہے!

امجد خاں:
شعلے میرے فن میں اب بھی ہیں۔ اس آگ کو روشنی میں بدلنے کوئی آئے تو۔

ریکھا:
کالی راتیں، کالی گھٹائیں، کالے بادل ہی نہیں، کالی آمدنی بھی اچھی لگتی ہے۔ لیکن ۱۹۸۹ میں کالے دھن سے دور ہی رہوں گی۔ کالا مونہہ ہو ان انکم ٹیکس والوں کا جن کے دل ایسے کالے ہو گئے ہیں کہ انہیں کالی آمدنی ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

● عامر خاں نے اپنی بیوی رینا کے ساتھ ۱۹۸۸ کے آخر میں باہر نکلنے کی ابتدا کی ہے، ۱۹۸۹ میں انہوں نے ہر جگہ ہی ساتھ ساتھ جانے کا فیصلہ کیا ہے



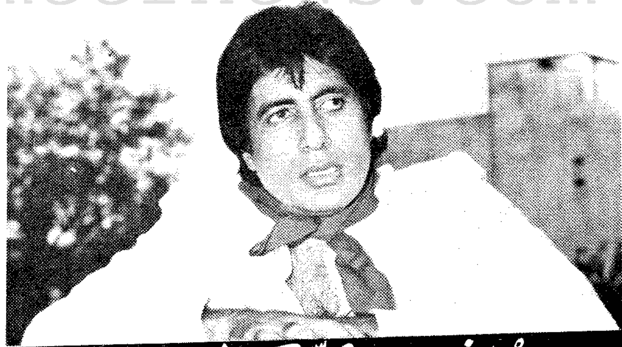


منوج کمار:
جناب والا میں خود بھی 'کلرکی' کرتے کرتے تنگ آ گیا۔ جلد ہی یہ نوکری ختم کر کے کوئی افسری کرنا چاہتا ہوں۔



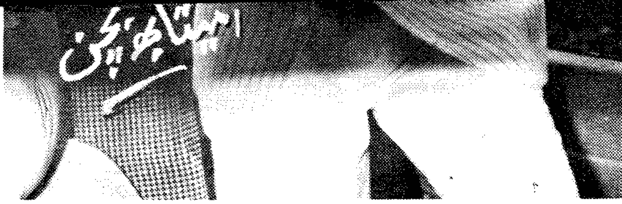
جیکی شروف:
میری پہلی فلم کا نام 'ہیرو' تھا جس نے مجھے ایک دم کامیاب ہیرو بنا دیا۔ کاش! کوئی مجھے لے کر 'سپر اسٹار' نام کی فلم بنائے۔

ہیما مالنی:
ڈریم گرل کہلاتی رہی، اب میرا دھرم ہے کہ ۱۹۸۹ میں ایسا ڈریم لینڈ تعمیر کروں جہاں ہر خواب حقیقت بن جائے۔



پُرانے امیتابھ بچن کے بارے میں نئی باتیں

"میری کامیابی پتاجی کی تین نصیحتوں کی دین ہے!"



ہندوستانی سنیما کی تاریخ میں امیتابھ نے ایک نئے دَور کی شروعات کی تھی۔ وہ ایک مسلک، ایک ادارہ، ایک روایت بن چکا ہے۔ اس نے ثابت کردکھا ہے کہ اس کے فن کی گہرائی اور تاثر کی عمر بہت زیادہ ہے، اس کی شہرت اور مقبولیت کا رنگ وقت کے ہاتھوں پھیکا نہیں پڑا ہے۔ وہ پردے پر ہی نہیں، نجی زندگی میں بھی ایک مختلف حصّوں میں بٹی ہوئی شخصیت کی عکاّسی کرتا ہے۔ اس کی ذات میں بہت سی رنگارنگ خصوصیتیں جمع ہیں، جو باری باری سے دُھوپ چھاؤں کی طرح اس کی فلموں میں کبھی نمایاں، کبھی نظروں سے اوجھل ہوتی رہتی ہیں۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ اکیلا کا خود پرست ہے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر اس کی بیوی جیہ بھادری نے بھی کہا تھا کہ "امیت کوئی "مٹی" کے مادھو تو ہیں نہیں۔ وہ کوئی رشی منی بھی نہیں ہیں۔"

امیتابھ کو اگر کامیابی حاصل کرتے رہنے کا جنون ہے تو اتنا ہی جنون فنی کمال پیش کرنے کا بھی ہے، اِسی لئے امیتابھ نے اگر بہت سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کیا ہے تو بہت سے لوگوں کو برگشتہ بھی کیا ہے۔ اس کی طبیعت میں طوفانی شدّت ہے۔ کسی فلم کے پروجیکٹ میں جب وہ کُود پڑتا ہے تو اس انداز سے جیسے اس کے اندر کوئی سیماب یا آسیب سمایا ہو۔ آج سیاست سے کچھ دن کے لگاؤ، حکمراں خاندان سے نزدیکی اور بے پناہ دولت کی وجہ سے وہ کتنی ہی کُریدتی ہوئی نظروں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ کھوجی جرنلسٹ، اسٹوڈیوز کے بادشاہ، دولت کے خزانوں کے مالک اپنی اپنی غرض سے، اپنے اپنے مطلب کے لئے اسے گھیرنے کی تاک میں رہتے ہیں۔

امیتابھ کی شدّت پسندی کا اس کی نجی زندگی پر کیسا ہی اثر پڑا ہو، فلموں میں تو اُسے اپنی اس خصوصیت سے فیض ہی فیض پہنچا ہے۔ پردے پر وہ زندگی کی قوّت بن کر اُبھرتا ہے اور دیکھنے والوں کے دِلوں میں گھر کرلیتا ہے۔ مجھے اس کی فلم شہنشاہ کا ایک پوسٹر یاد آرہا ہے، جو اس کے بمبئی کے ڈسٹری بیوٹر نے خاص طور سے تیاّر کرایا تھا۔ کیا شان تھی! کیا دبدبہ تھا! ایسا لگتا تھا کہ اس شہ زور شخص کو کوئی نہیں روک سکتا، کوئی نہیں ہرا سکتا' زمانہ اس کے قدموں میں جُھکنے پر مجبور ہے۔ کبھی کبھی امیتابھ اداکاری میں مبالغہ بھی شامل کردیتا ہے۔ مار دھاڑ کے منظروں میں کبھی کبھی وہ انسان کم اور وحشی درندہ زیادہ نظر آتا ہے۔ اس کا جسم اس کے ہاتھ پاؤں، اس کی اُڑان سے ملتی چھلانگیں اور لاتیں، بجلی کی سی تیزی سے پڑتے ہوئے مُکّے، کوندوں کی طرح لپکتے ہوئے وار دشمن کے لئے موت کے پیامی بن جاتے ہیں، اور اس کے باوجود تماشائیوں کو اُن میں زبردست کشش، وقار اور دِلکشی نظر آتی ہے۔

امیتابھ کی عہدساز فلم "زنجیر" ۱۹۷۳ میں ریلیز ہوئی تھی۔ ان دنوں راجیش کھنہ کا دَور تھا۔ سب یہی کہتے اور سمجھتے تھے کہ راجیش جیسے سُپر اسٹار کو کوئی بھی مات نہیں دے سکتا، کوئی بھی اس کی جگہ نہیں چھین سکتا۔ لیکن امیتابھ نے ایک ہی ضرب سے اس دیوقامت بُت کو پاش پاش کردیا۔ اس نے تماشائیوں کو وہ نعمت فراہم کی جس کی وہ آرزو کررہے تھے۔ پل بھر میں تماشائیوں کو احساس ہوگیا کہ وہ اسی شے کی تلاش میں تھے۔ پلک جھپکتے میں رومانی فلموں کے دِن ہَوا ہوگئے۔ امیتابھ کے پیکر میں عوام کو ظلم اور ناانصافی کے خلاف اپنے ہی غصّے، بغاوت اور جنگ کا علامتی پیکر مِل گیا۔ اینٹی ہیرو بن کر امیتابھ نے تیزی سے سب سے بڑے اسٹار کا رتبہ حاصِل کرلیا۔ اس نے جو رول کئے وہ اصل زندگی سے کہیں زیادہ بڑے تھے۔ لاوے کی طرح اُبلتے ہوئے غصّے اور قوّت کے ساتھ وہ درجن بھر خطرناک ترین' مہیب ترین بدمعاشوں کا بھُرتا بناتا رہا اور بے بس عوام کو یہ محسوس ہوتا رہا کہ انہوں نے سماج کے دیوزاد شیطانوں سے پورا بدلہ لے لیا ہے۔ اس طرح امیتابھ سیدھا عوام کے دِل میں اُتر آیا۔

امیتابھ پہلا ہیرو تھا جو 'برہم نوجوان' کے طور پر جانا پہچانا گیا۔ اصل میں 'برہم نوجوان' کا

تصوّر پہلے پہل برطانیہ میں ۱۹۵۰ کے لگ بھگ عام ہوا تھا۔ وہاں یہ اصطلاح درمیانہ طبقے کے ان برہم، نوجوان ادیبوں اور شاعروں کے لئے استعمال کی جاتی تھی جنہوں نے رائج نظام کے جبر کے خلاف بغاوت کا پرچم اُٹھا رکھا تھا۔ جان اوسبورن کا ڈراما LOOK BACK IN ANGER ان دنوں انگلش اسٹیج پر دھوم مچا رہا تھا۔ ڈرامے کا ہیرو بظاہر اُلجھا اُلجھا، سخت مزاج اور اُجڈ دکھائی دیتا تھا، لیکن حقیقت میں کامل انسان کا نمونہ تھا۔ اس زمانے میں نئی نسل سماج اور اس کے سڑے گلے نظام پر ہر طرف سے حملے کر رہی تھی۔ وہ اس نظام کو سُدھارنا چاہتے تھے، اُسے بدلنا چاہتے تھے۔ ہمارے یہاں یہ لہر ذرا دیر سے آئی۔ لیکن جب آئی تو شعر و ادب کے علاوہ اس نے فلموں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ امیتابھ برہم نوجوان کی پہلی علامت بنا اور اس طرح بنا کہ کوئی اور اس جیسا بن ہی نہ سکا۔

پچھلے کچھ مہینوں میں امیتابھ کی مخالفت میں بھی آوازیں کافی اٹھی ہیں۔ بوفورس کے معاملے میں اسے بھی گھسیٹا گیا ہے۔ ناجائز دھن دولت اور جائداد کی ملکیت بھی اس سے منسوب کی گئی ہے۔ خود اس نے حال ہی میں انکم ٹیکس کے محکمے کے روبرو اپنی چھپائی ہوئی کمائی کا بھید کھولا ہے۔ یہ رقم ایک کروڑ سے بھی اوپر ہے۔ ان بیان کی ہوئی بدعنوانیوں کی وجہ سے لوگوں کو اس پر غصّہ بھی آتا ہے، مگر اس کے باوجود اس کے لئے عوام کی چاہت کم نہیں ہوئی ہے۔ آج بھی یہ میگا اسٹار فلم میکرز کی نظر میں سونے کا انڈا دینے والی مرغی ہے۔ آج بھی فلم میکرز اس کی شخصیت کو سامنے رکھ کر تراشے ہوئے رولز کے لئے اُسے لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ آج بھی امیتابھ کے پاس ۱۵ سے زیادہ فلمیں ہیں۔ آج بھی امیتابھ کا معاوضہ اتنا بتایا جاتا ہے جتنا کبھی بھی دَور میں، کسی بھی دوسرے ہندوستانی ہیرو کو نہیں ملا۔ پچھلے سات برس سے وہ لیڈنگ رول ادا کرنے کے لئے جو معاوضہ لیتا آرہا ہے، وہ ستّر اسّی لاکھ روپے فی فلم سے کم کبھی نہیں رہا۔ اور اب تو اس نے اپنی قیمت ایک کروڑ مقرّر کر رکھی ہے، چاہے فلم کا پروڈیوسر یا ساتھی اسٹار کوئی بھی ہو۔ کچھ عرصہ سے معاوضے کے



● 'طوفان' کے سیٹ پر مار دھاڑ کا طوفان مچاتے ہوئے "اینگری مین" امیتابھ بچّن

طور پر کسی علاقے کے لئے اپنی فلموں کی ڈسٹری بیوشن کے حقوق بھی مانگ رہا ہے۔ لیکن جو پروڈیوسر ذرا سیانے ہیں وہ اِس مانگ کو کسی نہ کسی طرح ٹال دینا ہی مناسب سمجھتے ہیں، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ ڈسٹری بیوشن کے حقوق دے کر وہ گھاٹے میں رہیں گے اور باکس آفس کی کُل آمدنی سے اور بھی زیادہ حِصّہ ان کی گرہ سے نکل جائے گا۔

شروع کی چند اور بعد کی ایک دو فلموں کو چھوڑ کر امیتابھ کی ساری فلموں نے باکس آفس پر دولت کی بارش کی ہے۔ وہ سب کی سب عوامی تفریح کا شاہ کار ثابت ہوئی ہیں۔ اس درمیان ایسی ایسی اختلافی بحثوں میں اس کا نام آیا جنہوں نے پورے ملک میں ہلچل مچا دی، مگر جب فلموں میں اس کی دوبارہ آمد ہوئی تو اس کا پہلے ہی کی طرح نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا گیا۔ یہی نہیں، لوگ کہتے ہیں کہ عوام میں بھی اس کے لئے ابھی تک وہی کریز ہے جو پہلے تھا۔

امیتابھ کی ایک فلم، جس کا ابھی اعلان ہی ہوا ہے اور شوٹنگ شروع بھی نہیں ہوئی ہے، پروڈیوسر کے لئے سونے کی کان ثابت ہوئی ہے۔ اعلان ہوتے ہی ڈسٹری بیوٹروں نے پروڈیوسر کے دفتر کے پھیرے لگانے شروع کر دئے اور فلم کے ڈسٹری بیوشن کے حقوق خریدنے کی دوڑ میں بازی لے جانے کے لئے بڑھ چڑھ کر بولی لگانے لگے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ پروڈیوسر نے اس فلم کے شروع ہونے سے پہلے ہی پورے پانچ کروڑ روپے سمیٹ لئے ہیں، جب کہ اس قبیل کی فلم پر پروڈیوسر کو اپنے پاس سے تین کروڑ سے زیادہ خرچ نہیں کرنے پڑیں گے۔

معاملہ سرکاری سَودوں میں کمیشن کا ہو یا انکم ٹیکس کے محکمے کو جُل دینے کا، امیتابھ کے ملک بھر میں پھیلے ہوئے پرستاروں کو اس سے غرض ہی نہیں کہ امیتابھ کسی اسکینڈل میں ملوّث ہے یا نہیں۔ جوہو ولے پارلے کے علاقے میں اس کے بنگلے کے باہر اس کی ایک جھلک دیکھنے کی آرزومند بھیڑ ہر وقت کھڑی نظر آتی ہے۔ جیسے ہی وہ بنگلے سے نکلتا ہے، خلقت اسے بڑھ کر گھیر لیتی ہے۔ کوئی اس سے ہاتھ ملانے کے جتن کرتا ہے، کوئی اسے چھُو کر خود کو خوش سمجھتا ہے، کسی کو اس کے آٹوگراف پا کر جیسے جنّت مِل جاتی ہے اور کوئی اس کے پاس کھڑا ہو کر ہی نہال ہو جاتا ہے۔ جن دنوں وہ کام کرتا ہوتا ہے، ایسا منظر روزانہ اور جگہ جگہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے علاوہ لوگ خطوں کے ذریعہ بھی اپنی دیوانہ وار چاہت کا اظہار کرتے ہیں۔ اسے ہر ہفتے پرستاروں کے ۲۵۰۰ سے ۳۰۰۰ تک خط ملتے ہیں۔

امیتابھ کی بے اندازہ مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے جب میں نے اس کے خیالات





جاننا چاہے تو وہ کہنے لگا "شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تماشائی وہی چاہتے ہیں جو اُن کی سمجھ میں آئے، ان کے جی کو لگے۔ اُن کی اپنی ذہنی رَو کے قریب ہو۔ اسی لئے میں نے فیصلہ کیا تھا کہ طرح طرح کے رول کروں گا — آوارہ گرد سے لے کر شورہ پشت مجرم تک۔ شریف زادے سے لے کر لفنگے تک۔ انتہائی تعلیم یافتہ سے قطعی اَن پڑھ تک۔ میں جانتا ہوں کہ میرے اندر ہر قسم کے رول کرنے کے امکانات ہیں۔ میں بھولا بھالا بھی ہوں، چالاک اور شاطر بھی۔ گرم جوش پریمی بھی ہوں، عورت بیزار بھی۔ مجھ میں ہر طرح کے جوہر ہیں اور میں ان سب سے کام لینا چاہتا ہوں۔ پھر بھی حالات کی ستم ظریفی یہ ہے کہ میں بہت کچھ ہوں اور اس کے باوجود کچھ بھی نہیں ہوں۔ میں بہت سی بڑی سے بڑی فلموں کا ہیرو ہوں میرا ایک نمایاں مقام ہے۔ اور پھر بھی میرا کوئی مقام نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے کہ میں نہ کوئی لارنس آلیویر ہوں، نہ کوئی مارلن برانڈو۔"

امیتابھ عموماً پریس سے الگ تھلگ ہی رہتا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے مجھے بتایا "مجھے پریس پر ذرا بھی بھروسا نہیں۔ ہاں اپنے تماشائیوں پر ضرور مجھے پورا اعتماد ہے۔ بہترین جج وہی ہیں۔ وہ نہ کسی کے دھوکے میں آتے ہیں، نہ بہلائے پھسلائے میں۔ وہ نہ جھوٹ بولتے ہیں، نہ جھوٹ کا اثر قبول کرتے ہیں۔ پچھلے چند برس میں عوام کی یہ کھری عادت مجھ پوری طرح واضح ہو چکی ہے۔ ں کے برعکس اخباروں رسالوں میں چٹپٹی باتیں ہانکنے والے اس طرح میرا ذکر کرتے ہیں جیسے ...یاں نکالنے اور کیڑے ڈالنے کے کسی ۲۰ نکاتی پروگرام پر عمل کر رہے ہوں۔"

کسی بھی کسوٹی پر پرکھا جائے، یہ ماننا پڑے گا کہ ...یتابھ عوام کو تفریح مہیا کرنے والا ہمہ گیر ...شٹ ہے۔ ہندوستان نے کسی بھی دَور میں ...ں سے بڑھ کر عوام کو متاثر کرنے والا فن کار پیدا نہیں کیا۔ وہ اپنی آمادگی ظاہر کر کے کسی بھی پروڈیوسر کو سرمایہ دلوا سکتا ہے۔ چاہے پروڈیوسر ...ی فلم کا موضوع ہمالیہ کی سائنسی کھوج ہی کیوں نہ رکھے! ملک میں یا ملک سے باہر ہندوستانی



...یتابھ بچن اور میناکشی سیشادری فلم 'طوفان' کے ایک منظر میں

فلمیں دیکھنے والوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ ملے گا جس نے امیتابھ کو پردے پر نہ دیکھا ہو۔ اپنے پرستاروں کی چاہت اور دعاؤں کی یاد تازہ کرتے ہوئے امیتابھ نے مجھے بتایا: "آرٹسٹ میں بناوٹ کا شائبہ بھی دکھائی دے تو پرستار اس کی طرف سے مونھہ موڑ لیتے ہیں۔ لیکن آرٹسٹ سچا، کھرا اور مخلص ہو تو پرستار اس کے اور بھی قریب آجاتے ہیں۔ پھر وہ اسے ٹوٹ کر چاہتے ہیں۔ وہ خود بھی نہیں جانتے کہ سچ اور جھوٹ، ریاکاری اور خلوص کا فرق وہ کس طرح معلوم کرلیتے ہیں۔ وہ فلسفہ طرازی کے قائل نہیں ہوتے لیکن پھر بھی وہ پرکھ لیتے ہیں کہ کیا کھرا ہے، کیا کھوٹا۔ الگ الگ فرد کے طور پر ممکن ہے انہیں عقل سے کورا سمجھا جائے، لیکن گروہ کے طور پر ان کی سوجھ بوجھ کا جواب نہیں ہوتا۔"

افواہیں، اختلافی رائیں، سرگوشیاں اور حاشیہ آرائیاں امیتابھ کو اکثر نشانہ بناتی رہی ہیں۔ سب سے زیادہ (اور سب سے بڑھ کر سازش آمیز) چرچا یہ رہا ہے کہ اس کے ساتھ کام کرنا بہت دشوار ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ اسے ہدایت کار کو ہدایتیں دینے کی عادت ہے۔ لیکن طاقت اور اختیار تو یوں بھی لوگوں کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ بہت سے لوگ فلم میکنگ کو بھی طاقت اور اختیار کے خانوں میں سمیٹ کر جائزہ لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے خیال میں فلم میکنگ انا کے مسلسل ٹکراؤ کا عمل ہے۔ ایک طرف ڈائرکٹر ہر معاملے میں خود کو برحق سمجھتا ہے۔ دوسری طرف ایکٹر ہر وقت اپنے چہرے اور حلئے، لفظوں اور مکالموں کو بنیاد بنا کر جھگڑے پیدا کرتا رہتا ہے۔ ظاہر ہے، اس طرح کی باتوں کی اصلیت اور حقیقت جاننے کا کوئی طریقہ نہیں۔ مگر یہ طے ہے کہ اداکار اور ہدایت کار کا رشتہ بہت قریبی ہے، یا یوں کہئے کہ اسے بہت قریبی ہونا چاہئے یا ہونا پڑتا ہے۔ باہر کا آدمی دونوں کا پورا کام (یعنی فلم) دیکھ کر ہی اس رشتے کے بارے میں کچھ اندازہ لگا سکتا ہے۔ اور یہیں امیتابھ کی جیت صاف نظر آتی ہے۔ اچھی اداکاری امیتابھ کی سب سے بڑی قوت ہے اس سلسلے میں میرے سوال کا جواب امیتابھ نے ذرا انوکھے انداز میں دیا: "میری رائے میں میرا سب سے بڑا سرمایہ میری فطرت ہے۔ یا چاہیں تو اُسے فطری ذوق کہہ لیجئے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب کبھی میں مکالموں کی ادائی میں کوئی عیب دیکھتا ہوں یا کوئی کمی محسوس کرتا ہوں تو میرے دل پر چوٹ سی لگتی ہے۔ اداکاری سنگیت کی طرح ہے۔ اس میں بھی سُرتال کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ذرا سا بھی بے سُرا یا بے تال ہونے پر اداکار کو خود ہی احساس ہو جاتا ہے۔ یہ سُرتال اداکار کو اس کے دل کی دھڑکنیں، اس کی نبض کی رفتار فراہم کرتی ہیں۔ اس کا سارا فن ان ہی کے تابع رہتا ہے۔ سُرتال کے خلاف کوئی جائے تو فوراً جھٹکا محسوس ہوتا ہے۔"

"پھر تو سُرتال کا پورا خیال رکھنے کی غرض سے آپ کوئی فلم قبول کرنے سے پہلے اس کا اسکرپٹ بھی ضرور پڑھتے ہوں گے ــــ؟" میں نے پوچھا۔

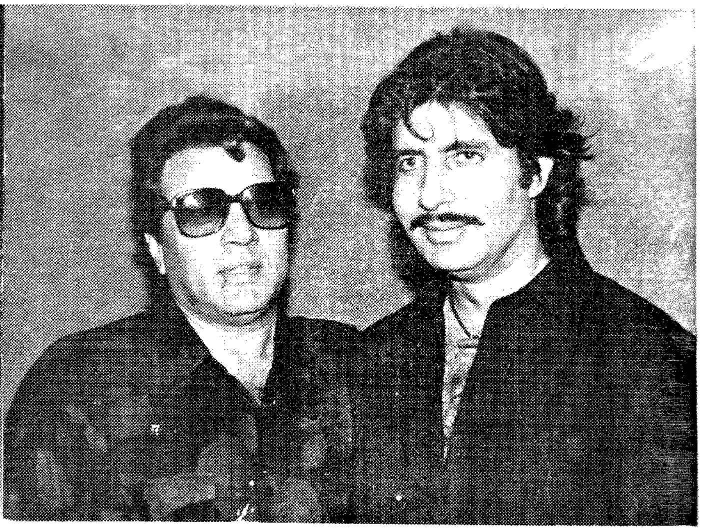
"جی ہاں" امیتابھ کا جواب تھا "میں اسکرپٹ بھی پڑھتا ہوں اور یہ جاننے کے لئے آنکھیں اور کان بھی کھلے رکھتا ہوں کہ لوگ کیا کررہے ہیں۔ اس کے ساتھ ایک خیال، ایک فیصلہ میرے ذہن میں اُبھر آتا ہے اور میں اس پہلے اور فطری فیصلے پر ہی قائم رہتا ہوں۔ زیادہ کھوج کرنا میرے لئے یوں بھی ممکن نہیں کہ میں بلا کا کاہل ہوں۔ اگر آدمی کو خود پر یقین اور اعتماد ہو تو اس کی کارگزاری اچھی ہی رہتی ہے۔ میں جھجک یا شک کی حالت میں اداکاری کبھی نہیں کرتا۔ جھجک یا شک کے ساتھ کام کرنا تماشائیوں کو کھودینے کی طرف پہلا قدم ہے۔ اداکار کے ذہن میں شک ذرّہ برابر بھی ہو تو لوگ اس کی ہر صلاحیت پر شبہ کرنے لگتے ہیں۔"

امیتابھ کو اس بات کی بہت فکر رہتی ہے کہ وہ کیسا نظر آتا ہے۔ شاید اسے خود پسندی کہا جائے۔ لیکن خود پسندی اس پیشے کا تقاضا بھی ہے جسے اس نے اپنا رکھا ہے۔ اُسے اپنے آپ سے پیار ہے، اپنا سراپا عزیز ہے، لوگوں کی تعریفی نظریں اچھی لگتی ہیں۔ فلموں میں اور فلموں سے باہر وہ سب سے زیادہ خوش پوش اداکاروں میں سے ایک ہے۔ اس کے ساتھ وہ خود کو فطری اداکار بھی قرار دیتا ہے۔ اور اس میں شک بھی نہیں کہ اس میں زبردست فطری صلاحیتیں اور امکانات ہیں۔ کبھی کبھی اسے کام کے وقت غیر ضروری تفصیلات کے بارے میں پریشان ہوتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے۔ مگر اس وقت بھی شاید وہ سین کے اندر کسی اہم مرحلے کے لئے خود کو آزاد کرنے کی غیر ارادی دھن میں ہوتا ہے، اس طرح کہ اس اہم مرحلے کے باب میں وہ سوچ بچار بھی نہیں کرتا ہوتا۔ اس سلسلے میں اس نے کہا "آج کل میں کام میں زیادہ کاہلی دکھانے لگا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ ان تفصیلات کی پروا مجھے پہلے سے کم رہنے لگی ہے جن کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہیں۔"

شہرت شہد کی مکھی کی طرح ہے۔ یہ دُور دُور تک اُڑتی ہے، میٹھا راگ گاتی ہے، میٹھا شہد دیتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ ڈنک بھی مارتی ہے۔ امیتابھ نے مجھے بتایا "شہرت کی قیمت تو ادا کرنی ہی پڑتی ہے۔ اگر میں باقی لوگوں کی طرح رات کو بستر پر لیٹتے ہی نیند کی گود میں پہنچ جایا کروں تو اس انداز کی اداکاری نہ کرسکوں گا جیسی کیا کرتا ہوں۔ زیادہ مصروف رہنے میں ایک خرابی یہ ہے کہ یا تو آدمی دوسروں کو نظر انداز کرنے لگتا ہے اور اس طرح ان کو دُکھ دیتا ہے، یا اپنے آپ کو نظرانداز کرنے لگتا ہے اور اس طرح خود کو تکلیف پہنچاتا ہے۔" کچھ پل بعد وہ جیسے اپنی ذات کے نہاں خانوں میں جھانکتے ہوئے بولا "شاید کام ایک چھوٹا سا ٹارچر چیمبر (عذاب گھر) ہے۔ آدمی وہاں خود کو اس لئے اذیت دیتا ہے کہ باہر کی دنیا سے الگ تھلگ اور محفوظ رہے۔ کبھی کبھی اس طرح کے سپنے میں بھی دیکھتا ہوں کہ چلتے چلتے یکایک ٹھٹک کر رُک گیا ہوں، سڑک کے کنارے بنے ہوئے ایک چھوٹے سے ریسٹوراں میں گھس جاتا ہوں، وہاں چائے پیتا ہوں، پھر ساحل کی طرف نکل جاتا ہوں اور نہایت آزادی اور بے پروائی کے ساتھ گھومتا پھرتا ہوں۔ بنیادی طور پر آدمی احمق ہے۔ وہ کسی حال میں پوری طرح خوش نہیں رہ سکتا۔ اور اگر کام یا پی اتنی زیادہ نصیب میں آئی ہو جو آج کے بیتتے ہوئے دن کو یاد رکھنے کی بھی مہلت دے دے تو اس صورت میں خوشی صرف فی صد تناسب کا سوال بن جاتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر ۵۰ فی صد بھی خوشی حاصل ہو جائے تو آدمی کو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہئے۔"

کچھ جرنلسٹوں کی شکایت ہے کہ امیتابھ





● امیتابھ بچّن اور دھرمیندر دو سپر اسٹار فلم 'بندھوا' کی مہورت پر۔
(بائیں طرف) امیتابھ بچّن ایک زیرِتکمیل فلم میں

ان سے سرد مہری اور بے مروّتی سے پیش آتا ہے بعض صورتوں میں اس شکایت کو بے بنیاد بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اس کی ملاقات کسی ایسے شخص سے ہو جو اسے اچھا نہ لگے تو وہ پلک جھپکنے میں خود کو قلعہ بند کر لیتا ہے۔ ناگوار حالات اور ناپسندیدہ لوگوں کی طرف سے وہ نظریں پھیرنے کو ہی بہتر سمجھتا ہے۔ یہی اس کی بیزاری کا خاموش اعلان ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ کام کرنے والے کبھی کبھی اُسے "پتّھر کے چہرے والی عظمت" کے خطاب سے نوازتے ہیں۔ یہ ماجرا بہت بار دیکھا جا چکا ہے کہ امیتابھ سے کسی نے کوئی سوال پوچھا اور امیتابھ اُسے بس خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا۔ جیسے وہ شخص اس کے سامنے موجود نہ ہو۔ یا جیسے اس شخص نے کسی اور آدمی سے سوال پوچھا ہو۔ لیکن امیتابھ جب چاہتا ہے تو بے پناہ پُرکشش اور دل نواز بھی بن جاتا ہے۔ اپنی ان ہی خصوصیتوں کے باعث وہ کہیں الگ تھلگ رہنے والا مشہور ہو گیا ہے، کہیں ترنگ کا مارا کہیں کسی کو بھی خاطر میں نہ لانے والا اور کہیں بد لحاظ اور سخت کلام۔ لیکن باقی ساری باتوں کی طرح اب اس کے موڈ بھی کافی حد تک اس کے قابو میں ہی رہتے ہیں۔

ظاہر ہے بے نیازی کے باوجود امیتابھ کا مشاہدہ بہت تیز ہے۔ فلموں سے لے کر سامنے آنے والے آدمیوں کے خدوخال اور کرداری خصوصیتوں تک، ساری چیزیں اس کے ذہن میں محفوظ ہوتی رہتی ہیں۔ یادداشت کا یہ حال ہے کہ برسوں پہلے صرف ایک بار جو فون نمبر اس نے سنا تھا، برسوں بعد بھی اُسے یاد رہا ہے۔ صرف دو مرتبہ پڑھ لینے کے بعد مکالمے اُسے ازبر ہو جاتے ہیں۔ لہجوں اور بولیوں پر تو اُسے کمال کی قدرت حاصل ہے۔ میرے ایک سوال کے جواب میں اُس نے اپنی ذات پر سے ایک اور پردہ ہٹایا:

"میں نیوراتی نہیں ہوں۔ مجھے خبطی سمجھنا شاید زیادتی ہو گی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اداکاری ہی کیا، سارے فنون آدمی کو دوسروں سے کچھ الگ کچھ انوکھا ضرور بنا دیتے ہیں۔ کچھ ایسی گُتھیاں آرٹسٹ کی شخصیت کا حصّہ بن جاتی ہیں جنہیں اوسط یا نارمل نہیں سمجھا جاتا۔ خود آرٹسٹ کے لئے ان کیفیتوں کے ساتھ جینا زیادہ آسان نہیں ہوتا۔ اسی لئے کبھی وہ جلد پریشان ہو جاتا ہے، کبھی جھلّانے لگتا ہے، کبھی بے صبری دکھاتا ہے، کبھی چڑچڑا نظر آتا ہے۔ صرف نجی زندگی کی تنہائی اسے سکون دیتی ہے، وہ بھی اس صورت میں جب اس تنہائی میں کوئی تاک جھانک نہ کرے۔"

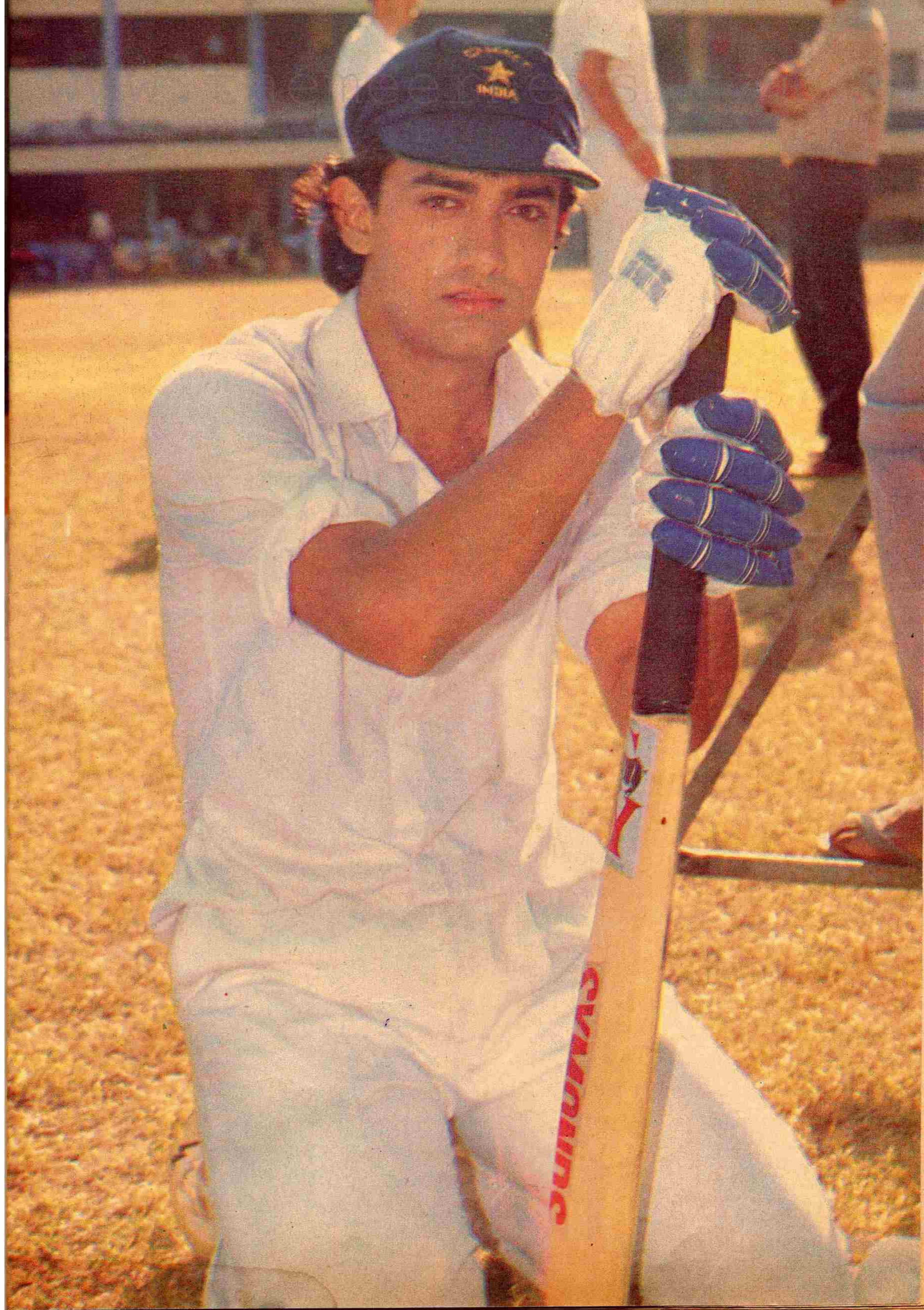
امیتابھ خبط کی حد تک صفائی پسند ہے۔ شوٹنگ کے مواقع کو چھوڑ کر آج کل وہ بے داغ کُرتے پاجامے اور قیمتی شال میں ملبوس رہتا ہے۔ جن لوگوں سے اُس کا واسطہ پڑتا ہے، ان کو وہ پہلی ہی نظر میں چار زمروں میں سے کسی ایک زمرے میں رکھ دیتا ہے: بے حد گندے، اوسط درجے کے گندے، خفیف سے گندے اور اوسط درجے کے صاف!

بات چیت ختم ہونے کو ہوئی تو چلتے چلتے میں نے ایک سوال اور پوچھ لیا: "آپ کی ایسی شاندار کامیابی کا راز کیا ہے؟"

امیتابھ کا جواب خاصا چونکا دینے والا تھا۔ "تین نصیحتیں۔ میری کامیابی میرے پتاجی کی تین نصیحتوں کی دین ہے۔ پہلی نصیحت یہ تھی کہ ہمیشہ وعدے کے پکّے رہو۔ دوسری یہ کہ شریف آدمی جان بوجھ کر کسی کی بھی بے عزّتی نہیں کرتے، چاہے وہ عمر یا رُتبے میں چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور تیسری یہ کہ مصیبت کی تلاش میں نہ رہو، لیکن اگر آفت سامنے آ ہی جائے تو جیت تمہاری ہونی چاہئے۔"

■■

(ایس۔ این۔ کھوسلہ)


INDIA
SYMONDS

● وحیدہ رحمان، ہیرو امیتابھ بچن، مہمان دھرمیندر اور ہدایت کار جے پی دتہ فلم 'بندھوا' کے مہورت پر



★ کرکٹ کا سیزن ہے۔ نیوزی لینڈ کی کرکٹ ٹیم ہندوستان کے دورے پر آئی ہوئی تھی۔ ہندوستان نے نیوزی لینڈ سے نہ صرف ٹیسٹ سیریز جیتی بلکہ ون ڈے میچ سیریز بھی جیتی۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان ہی دنوں جب نیوزی لینڈ کی ٹیم بمبئی میں تھی آسٹریلیا کی کرکٹ ٹیم بھی بمبئی



◄ ایکتا اور عامر خاں۔ جیت کی خوشی

◄ عامر خاں "اول نمبر" میں اول نمبر کارنامہ

آ ئی ہوئی تھی ۔ ہندوستانی کرکٹ ٹیم کے ساتھ اس نے وَن ڈے کرکٹ میچ کھیلا ۔ اس کھیل کی جو بمبئی کے برابون اسٹیڈیم میں کھیلا گیا تھا، خصوصیت یہ رہی کہ ہندوستانی ٹیم بہت ڈرامائی انداز سے اس میں جیتی اور اس جیت کا سہرا جس کرکٹر کے سر تھا اُسے لال رنگ کی خوب صورت مرسڈیز کار انعام میں دی گئی ۔

آپ پریشان ہو رہے ہوں گے کہ اس میچ کا ذکر نہ تو اخبارات میں آیا، نہ اُسے ٹی وی پر دکھایا گیا ۔ دراصل اس تاریخی میچ کی فلم بنی ہے جسے آپ چند ماہ بعد دیکھ سکیں گے ۔

آیئے آپ کی حیرانی دُور کر دیں ـــ یہ وَن ڈے میچ ایک دن نہیں، تین دن کھیلا گیا ۔ اور وہ قیمتی کار جو انعام میں دی گئی تھی ۔ کچھ دیر بعد واپس لے لی گئی ۔

مگر اس طرح تو آپ کی پریشانی اور بڑھ گئی ہے ۔ تو لیجئے صاف صاف بات یہ ہے کہ پچھلے دنوں پروڈیوسر، ڈائریکٹر اور ایکٹر دیو آنند نے اپنی نئی فلم "اوّل نمبر" کے لئے یہ میچ فلمایا تھا ۔ اس کرکٹ میچ کا ہیرو عامر خاں تھا ۔

اب اسے فلم تکنیک سمجھئے کہ اس میچ میں نہ تو ہندوستانی کرکٹ ٹیم کے کھلاڑی کھیلے اور نہ آسٹریلیا کی ٹیم ہندوستان آئی ۔ مگر جب آپ فلم "اوّل نمبر" دیکھیں گے تو پردۂ فلم پر یہ میچ دیکھ کر آپ یہ یقین کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ واقعی میچ آسٹریلین اور ہندوستانی ٹیم کے درمیان کھیلا گیا اور اس میچ میں اُبھرتے ہوئے کرکٹر عامر خاں نے شان دار کرکٹ کھیلا جس کے نتیجے میں اس کو مین آف دی میچ قرار دیا گیا اور انعام میں اس کو ایک شیلڈ کے علاوہ ایک نئے ماڈل کی مرسڈیز کار بھی انعام میں دی گئی ۔

وَن ڈے انٹرنیشنل کرکٹ میچ صرف ایک دن کھیلا جاتا ہے مگر اس فلم کے لئے یہ میچ تین دنوں تک کھیلا گیا ۔ ہندوستانی کرکٹ ٹیم میں جونیئر آرٹسٹ کرکٹ کھیلے اور آسٹریلین ٹیم بمبئی میں آئے ہوئے بہت سے یورپین نوجوانوں کو لے کر بنائی گئی ۔ کرکٹ کے بہت سے مدّاح جو اس میچ سے لطف اندوز ہو رہے تھے وہ اُن سینکڑوں ہزاروں لوگوں کا مجمع تھا جو فلموں میں ایکسٹرا اداکار اور اداکارائیں کے طور پر کام کرتے ہیں اور ان میں وہ بھی شامل تھے جو فلم کی شوٹنگ دیکھنے کے لئے باربورن اسٹیڈیم میں آ گئے تھے اور دیو صاحب نے ان کو بھی بھیڑ میں شامل کر لیا تھا ۔

یہ فلمی کرکٹ میچ ختم ہوا تو اعلان کیا گیا کہ عامر خاں کو 'مین آف دی میچ' قرار دیا گیا ہے ـــــــــــ اس میچ میں ایک کرکٹر کی بجائے ایک فلمی ستارہ مین آف دی میچ قرار دیا گیا، جی ہاں پلاسٹک اور پولیسٹر لمیٹڈ کی طرف سے اس کے مارکیٹنگ ڈائریکٹر مسٹر بی کے چاولہ نے عامر خاں کو گارواے رنیڈیو شیلڈ اور مرسڈیز کار پیش کی اور اس خوشی میں ایکتا بھی شامل ہو گئی جو اس فلم میں عامر خاں کی ہیروئن کا رول ادا کر رہی ہے ۔ شوٹنگ ختم ہوئی تو نہ صرف عامر خاں نے ڈریس تبدیل کیا بلکہ انعام میں ملی شیلڈ اور کار بھی میدان میں چھوڑ کر اپنی کار میں بیٹھ کر اپنے گھر روانہ ہو گیا ۔

★ مسافر نے ہی آپ کو پچھلے ماہ عدالتی ثبوت کے ساتھ یہ خبر دی تھی کہ ونود کھنہ اور امرتا سنگھ ایک دوسرے سے شادی کر رہے ہیں ۔ اب مسافر ہی آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہے کہ یہ شادی اب نہیں ہوگی، اس کا ثبوت وہ بیانات ہیں جو ونود کھنہ نے اور امرتا سنگھ نے مسافر کو دیئے ہیں ۔

ونود کا کہنا ہے کہ ابھی میں اس مسئلہ پر ایک بار پھر سے سوچ بچار کرنا چاہتا ہوں شادی گڈّے گڑیا کا کھیل نہیں ۔

ونود تجربہ کار ہے، زیادہ سمجھ دار ہے زیادہ عقل مند ہے اسی لئے اُس نے گول مول الفاظ کا سہارا لیا مگر امرتا سنگھ بچی ہے ، نادان ہے، اس کے مزاج میں کھلنڈرا پن ہے

شمع
جنوری ۱۹۸۹
اشاعت کا اکیاون واں سال
پہلا شمارہ

ایک کاپی کی قیمت : ۶ روپے
سال بھر کی قیمت : ۶۵ روپے
شمع انڈین اینڈ ایسٹرن نیوز پیپر سوسائٹی، نئی دہلی، آڈٹ بیورو آف سرکولیشن بمبئی، اور آل انڈیا نیوز پیپر ایڈیٹرز کانفرنس، نئی دہلی کا ممبر ہے ۔
مطبوعہ : شمع پریس، شاہدرہ، دہلی ۳۲
ٹائیٹل : شمع پریس، شاہدرہ، دہلی ۳۲
مالکان : شمع میگزین طابع و ناشر : یونس دہلوی

بانی : یوسف دہلوی (مرحوم)
مدیران : یونس دہلوی
ادریس دہلوی
الیاس دہلوی

صدر دفاتر : ۱۴/۱۳- آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

ٹیلی فون : 732666 732667 732668
مدیران : 730446 731783

تار کا پتہ : شمع نئی دہلی SHAMA NEW DELHI
ٹیلکس : TLX : 31-61601 SHMA IN

مقام اشاعت : ۱۴/۱۳- آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

● سرورق : مندا کنی (فوٹو : ڈی آر یادو)



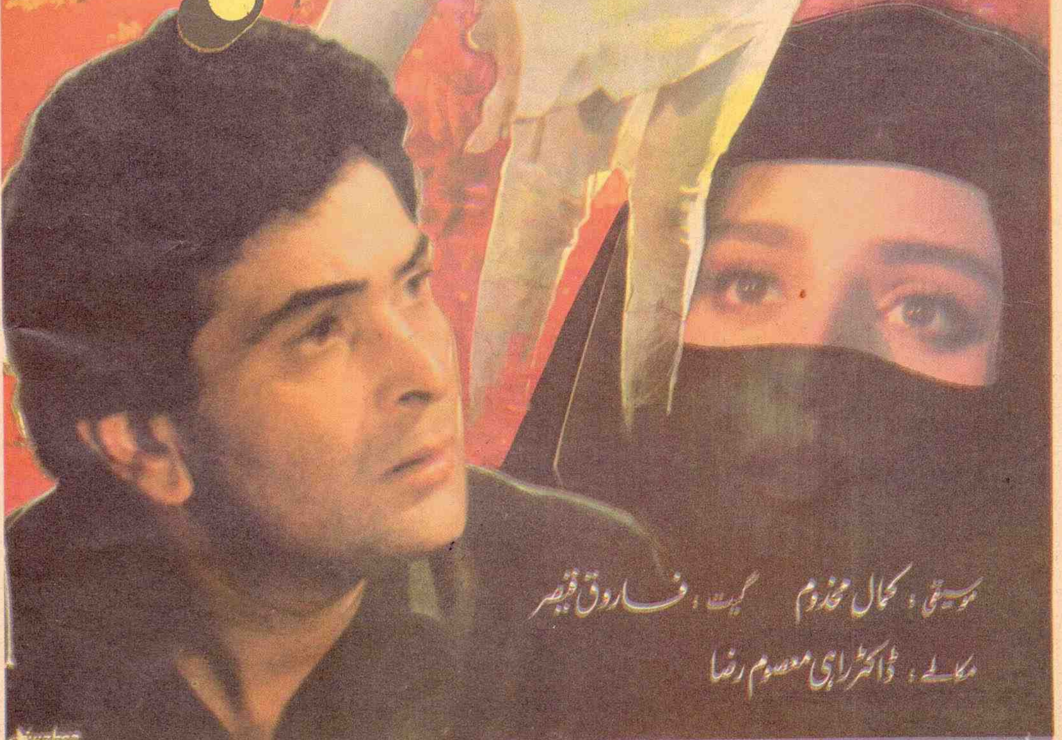
दोस्त
और दोस्ती
एक TV
मुफ्त

بہت جلد نمائش کے لئے پیش کی جا رہی ہے

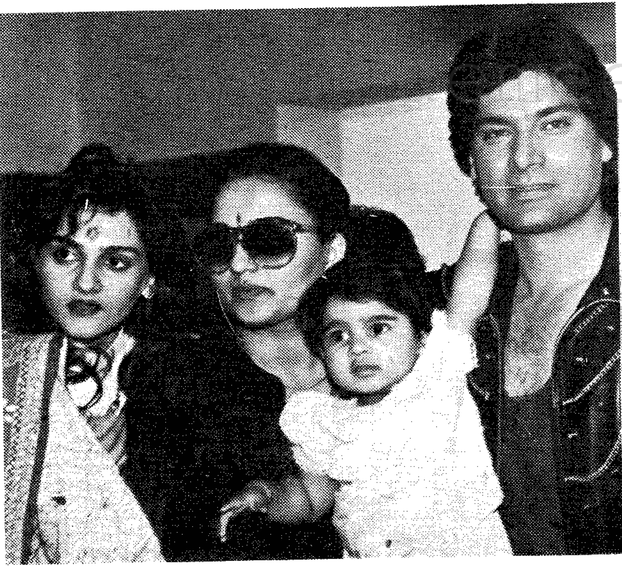
راج کھوسلہ

کی پیش کش

نقاب



جاری کردہ : راج کھوسلہ فلمز، ۱۰۔ جین چیمبرز، ایس وی روڈ باندرہ، بمبئی ۴۰۰۰۵۰ فون : ۶۴۲۲۶۶۷



• پروڈیوسر برکھا رائے کی فلم "گناہ گار کون؟" کی مہورت پر محسن خاں، جنت خاں، رینا رائے اور اس کی چھوٹی بہن
تصویر ــــ کمال

اس لئے اُس نے صاف کہہ دیا کہ "شادی وادی کیسی، میں تو ساری عمر شادی کرنا نہیں چاہوں گی"۔

"مگر وہ رجسٹرار آف میرجیز کے دفتر میں شادی کرنے کی درخواست بھی تو تم نے ہی دی تھی۔ تمہارے اور ونود کے دستخط تھے اس پر، اور یہ درخواست وہاں جمع کرانے کے لئے تم خود گئی تھیں"۔

"وہ درخواست! وہ تو میری سنک تھی نہ جانے کیا سوجھی کہ درخواست دے ڈالی مگر درخواست ہی تو تھی، کوئی شادی تو نہیں ہو گئی"۔

"یہ تبدیلی کیوں اور کیسے ہوئی؟"

"دیکھئے میں نے ابھی کہا کہ درخواست بس یوں ہی دے دی تھی۔ شادی ہو بھی سکتی تھی مگر ونود جی کی شرط تھی کہ شادی کے بعد وہ مجھے فلموں میں کام کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ میں نے اُن سے کہا کہ ہیما لنی، سمیتا پاٹل، جیہ پردا اور بہت سی ایکٹریسوں نے شادی کے بعد بھی کام کیا ہے بلکہ شادی کے بعد اُن کی زیادہ فلمیں آئی ہیں مگر ونود جی میری بات ماننے کے لئے تیار نہیں تھے ادھر میں فلموں میں کام چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں، میرا بس چلے تو میں تو چالیس پچاس سال کی عمر میں پہنچنے کے بعد بھی فلموں میں کام کرتے رہنا چاہوں گی۔

یوں بھی میں شادی کے معاملہ سنجیدہ نہیں ہوں اور نہ ہی ساری عمر شادی کرنا چاہوں گی اس لئے اسے آپ ایک مذاق، ایک خواب، ایک دل لگی سمجھ کر بھلا دیں"۔ امرتا نے بتایا۔

اُدھر مسافر کی اطلاعات یہ ہیں کہ یہ شادی ہوتے ہوتے دو وجہ سے رہ گئی۔ پہلی وجہ تو یہ رہی کہ ونود کھنہ کے والد کشن کھنہ کا ۱۹۔ نومبر کو انتقال ہو گیا۔ اس انتقال سے شادی کا کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہونا لازمی تھا۔ دوسری وجہ یہ ہوئی کہ ونود کے والد کے چوتھے کی رسم میں شرکت کے لئے اس کی چاروں بہنیں جو جالندھر، دلی، دُبئی اور امریکہ میں رہتی ہیں۔ بمبئی پہنچ گئیں۔ وہاں پہنچ کر ہی انہیں ونود اور امرتا سنگھ کے نئے تعلقات کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے بھائی پر زور دیا کہ وہ اپنی بیوی گیتانجلی کے پاس ہی لوٹ جائے اور نئی شادی نہ کرے

اِن باتوں کے پیش نظر اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ ونود۔ امرتا شادی کے کوئی آثار نہیں ہیں اور اس بات کے قوی آثار ہیں کہ گیتانجلی اور ونود میں صلح ہو جائے اور دونوں پھر سے ایک ہو جائیں۔ دراصل ونود بھی دل سے یہی چاہتا ہے مگر جب گیتانجلی نے صلح کرنے سے انکار کر دیا تھا تب ہی ونود نے دوسری شادی کا فیصلہ کیا ہو گا۔

اُدھر امرتا سنگھ کے سیکریٹری وید شرما نے مسافر کو بتایا کہ امرتا کی شادی کسی سے نہیں ہو رہی ہے، امرتا کو فلموں میں کام کرنے کا شوق ہے اور وہ اپنے شوق کو جاری رکھنا چاہتی ہے اس لئے پروڈیوسر شادی کی غلط خبروں، سے گمراہ نہ ہوں۔

★ سرحد پار پاکستان سے یہاں ایک خبر آئی ہے کہ سلمیٰ آغا اور اس کے سابق شوہر جاوید شیخ کے تعلقات پھر سے اُستوار ہو گئے ہیں اور دونوں ایک بار پھر شادی کرنا چاہتے ہیں اسی لئے دونوں ایک ساتھ کئی پاکستانی فلموں میں کام کر رہے ہیں اور بہت جگہوں پر ایک ساتھ دیکھے جانے لگے ہیں۔

خبر میں یہ بتایا گیا ہے کہ سلمیٰ آغا کے لئے چونکہ اسلامی قانون کے مطابق پہلے شوہر سے دوبارہ شادی کرنے کے لئے ایک دوسرے شخص سے شادی کرنا ضروری ہے اس لئے سلمیٰ نے زاہد نامی ایک شخص کو شادی کے لئے چُنا ہے جس نے شادی کی اگلی صبح طلاق دینے کا وعدہ کیا ہے۔

اس خبر پر سلمیٰ کا کہنا ہے کہ اب جاوید شیخ سے صلح صفائی اور شادی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ ہماری شادی کی یہ خبریں مجھے بدنام کرنے کی ایک سازش ہے جس کی میں سخت مذمت کرتی ہوں۔ سلمیٰ نے مزید کہا کہ اگر ہم دونوں کسی تقریب میں ایک ساتھ نظر آ رہے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم دونوں کے تعلقات پھر سے استوار ہو رہے ہیں اور پھر سے شادی کرنے والے ہیں۔ ہم دونوں آرٹسٹ ہیں۔

ایک ساتھ فلموں میں کام کر رہے ہیں اسی لئے ایک ساتھ زیادہ نظر آ رہے ہیں۔

★ پریمانرائن جو آثار قدیمہ کا حصہ بن گئی ہے نے اپنے ایک بہت پرانے دوست راجیو سے شادی کر لی ہے، جس کا پیشہ وکالت ہے۔

★ پچھلے دنوں اداکار دیب مکرجی نے جو اب داستان پارینہ بن گیا ہے دوسری بار شادی کر لی۔ یہ شادی ہدایت کار ایچ ایس رویل کی لڑکی روحی رویل سے ہوئی۔

★ ہدایت کار فلم ساز ناصر حسین کے بیٹے اور 'قیامت سے قیامت تک' کے ہدایت کار منصور علی خاں کی شادی ۳۰۔ دسمبر کو ہو رہی ہے۔

★ اداکار دھرمیندر کی لاڈلی بیٹی لالی (وجیتہ) کی شادی ۱۷۔ دسمبر کو وویک گل کے ساتھ ممبئی میں ہو گئی۔

برات ۱۶۔ دسمبر کو دہلی سے پہنچی جسے دھرمیندر کے گھر کے قریب ہوٹل ہالی ڈے ان میں ٹھیرایا گیا۔ ۱۶ دسمبر کی شام کو ملنی دھرمیندر کے بنگلہ پر ہوئی۔ رات کو وہاں ڈنر ہوا۔ ۱۷ کی صبح ۸ بجے گھر پر شادی ہوئی۔ اور ۱۷ کی شام کو پارٹی دھرمیندر کے گھر پر ہی دی گئی۔

★ آنجہانی اداکار، ہدایت کار اور فلم ساز راج کپور کی چھوٹی بیٹی ریما کپور کی شادی منوج جین سے ۲۰۔ دسمبر کو ہو گئی۔ شادی کی تقریبات گھر پر ہی ادا کی گئیں۔

★ تامل اور تیلگو فلموں کی اداکارہ نلنی کے ہاں پچھلے دنوں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے جن میں سے ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی۔

★ ہدایت کار جے پی دتہ کی سابقہ بیوی اداکارہ بندیا گوسوامی کے ہاں پچھلے دنوں لڑکا پیدا ہوا۔

★ 'بنیاد' والے ماسٹر جی آلوک ناتھ بھی لڑکے کے باپ بن گئے۔

★ عامر خاں نے اب اپنی بیوی رینا کو باقاعدگی کے ساتھ فلمی تقریبات میں ساتھ لے جانا شروع کر دیا ہے۔ اپنی پہلی ہیروئن جوہی چاولہ کی سالگرہ میں عامر پہلی بار اپنی بیوی کے ساتھ گیا اور پھر ۲۳۔ نومبر کی رات کو اپنی نئی فلم 'آتنک ہی آتنک' کے شروع ہونے کی خوشی میں دی گئی پارٹی میں بھی رینا اس کے ساتھ تھی۔

اپنی شادی کے بارے میں عامر خاں آج کل جو کہانی سنا رہا ہے وہ کسی فلمی کہانی سے کم نہیں۔ عامر کا کہنا ہے کہ رینا میرے پڑوس میں رہتی تھی۔ ہم دونوں ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ ایک دوسرے کے عشق میں گرفتار ہو گئے۔ راستے میں بے عدد دشواریاں تھیں میرے والدین بھی اس پسند پر ناراض تھے اور رینا کے والدین کو بھی میں ناپسند تھا۔ میں کوئی کام دھام بھی نہیں کرتا تھا پھر ہمارے درمیان میں مذہب کی دیوار بھی حائل تھی۔ مگر ہمارا عشق سچا تھا۔ رینا کے والدین نے اپنی بیٹی پر پابندیاں عائد کیں۔ ہم دونوں کے ملنے پر پہرے لگا دیئے گئے۔ مگر ہم دونوں نے ایک ساتھ رہنے کی قسم کھائی تھی۔ لہٰذا ہم چوری چھپے ملتے رہے اور خاموشی کے ساتھ اس وقت کا انتظار کرتے رہے جب ہم قانونی طور پر شادی کر سکتے تھے لہٰذا جب میری عمر پورے اکیس سال کی ہو گئی تو میں نے رجسٹرار آف میریجیز کے دفتر میں شادی کی درخواست دے دی اور ۱۸۔ اپریل ۱۹۸۶ کو ہم نے تین گواہوں کی موجودگی میں شادی کر لی۔ شادی والدین سے چھپا کر کی گئی تھی۔ میرے خاندان میں صرف میرا بھائی اور رینا کی فیملی میں صرف اس کی بہن اس راز سے واقف تھے۔ شادی کے بعد رینا اپنے گھر میں رہی اور میں اپنے گھر میں لیکن ایک دن اچانک رینا کی بہن نے اپنے والدین کو اس شادی کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ ایک طوفان اٹھا۔ میں رینا کے ڈیڈی سے ملا اور اس ملاقات نے ان بہت سے شک وشبہات کو دور کر دیا جو ان کے دل میں میرے متعلق پل رہے تھے۔ آہستہ آہستہ دونوں خاندان ایک دوسرے کے قریب آتے گئے اور رینا کا بھی ہمارے گھر آنا جانا شروع ہو گیا۔

اگست ۱۹۸۶ میں میری پہلی فلم 'قیامت سے قیامت تک' سیٹ پر گئی۔ اس فلم پر میرے مستقبل کا دارومدار تھا۔ اس موقع پر ناصر انکل نے مجھے مشورہ دیا کہ مجھے یہ بات چھپانا چاہئے کہ میں شادی شدہ ہوں کیوں کہ میری یہ فلم ایکشن فلم کی بجائے 'لو اسٹوری' ہے اور جب فلم بینوں کو اس کا علم ہو گا کہ 'لو اسٹوری' میں کام کرنے والا ہیرو شادی شدہ ہے تو فلم اپنا تاثر کھو بیٹھے گی، مجھے ناصر انکل کی یہ بات پسند آئی کیوں کہ اس فلم سے نہ صرف میرا کیریئر وابستہ تھا کہ بلکہ منصور کی یہ پہلی فلم تھی۔ ناصر انکل کا لاکھوں روپیہ اس فلم میں لگا ہوا تھا لہٰذا میں نے وقتی طور پر اپنی بیوی کو دنیا کی آنکھوں سے دور رکھا اب جب کہ 'قیامت سے قیامت تک' کی کامیابی نے ہم سب کو کامیاب کر دیا ہے تو میں نے اس راز سے خود بخود پردہ اٹھا دیا ہے۔ رہا بچے یا بچوں کا سوال تو میں سچائی کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ ابھی ہم والدین نہیں بنے ہیں۔ ابھی میری عمر صرف ۲۳ سال کی ہے۔ تین سال تک فیملی پلاننگ پر عمل کریں گے۔

عامر خاں کی زندگی کی یہ نجی کہانی ایک فلم کو جنم دے سکتی ہے کیا ناصر حسین مسافر کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے اس کہانی پر عامر خاں کو لے کر مستقبل میں کوئی فلم بنائیں گے؟

★ رینا رائے کی چھوٹی بہن برکھا نے اپنی نئی فلم "گناہ گار کون؟" شروع کر دی ہے۔ فلم کا مہورت ۷ دسمبر کو سٹی فلم میں ہوا۔ فلم میں محسن خاں کے ساتھ راج ببر کو بھی لیا ہے سجاتا مہتہ اور سنگیتا بجلانی فلم کی دو ہیروئنیں ہوں گی۔ "گناہ گار کون؟" کے مہورت پر سنجے دت نے کلیپ دیا، پروڈیوسر

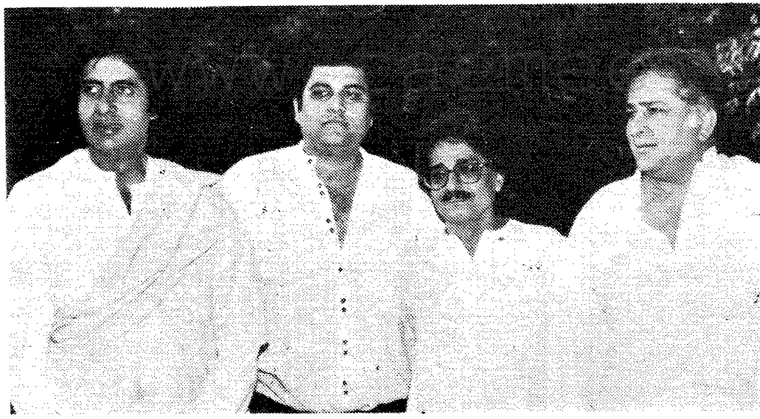
سلیم اختر جن کی فلم 'بٹوارہ' سے ہی محسن نے فلمی کیریئر کا آغاز کیا ہے کیمرہ کا بٹن دبایا اور مہورت کے موقع پر ناریل محسن خاں کی بیوی ریناراے نے توڑا۔

★ سابقہ اداکارہ اور حالیہ ہدایت کار سمی گریوال ان دنوں وزیراعظم راجیو گاندھی پر ایک امریکن ٹیلی ویژن کمپنی کے لئے ڈاکومینٹری فلم بنا رہی ہے جو اگست ۱۹۸۹ میں دکھائی جائے گی۔ سمی نے پچھلے دنوں اسی ڈاکومینٹری کے سلسلہ میں وزیراعظم کے ساتھ چین کا دورہ کیا اور غالباً وہ پاکستان بھی جائے گی۔

★ کے سی بوکاڈیہ کی خواہش تھی کہ وہ فلم پروڈیوسر بنیں وہ پوری ہوئی تو دوسری خواہش ہوئی کہ وہ ڈائریکٹر بنیں اور امیتابھ کے ساتھ فلم بنائیں۔ اب ۱۳۔ جنوری ۱۹۸۹ کو ان کی یہ خواہش پوری ہو رہی ہے جب وہ امیتابھ کے ساتھ اپنی نئی فلم شروع کر رہے ہیں۔ اس فلم میں جیہ پردا، رادھیکا، جیکی شروف، آدیتہ پنچولی وغیرہ ہوں گے۔ دیکھئے اب کے سی بوکاڈیہ کون سی خواہش رکھتے ہیں۔

★ مسافر کی ملاقات رائٹر پریاگ راج سے ہوئی جو حال ہی میں ششی کپور کی فلم 'عجوبہ' کی لوکیشن شوٹنگ روس میں کر کے وہاں سے لوٹے ہیں۔ پریاگ راج "عجوبہ" کے رائٹرز میں سے ہیں۔ روس میں اپنے مشاہدات کا ذکر کرتے ہوئے پریاگ راج نے کہا "روس میں روسیوں کے ساتھ رہنا اور شوٹنگ کرنا بہت دل چسپ رہا۔ ہمارے ساتھ 'عجوبہ' کے یونٹ میں امیتابھ بچن، رشی کپور، ششی کپور، ڈمپل، سونم، شمی کپور وغیرہ آرٹسٹ تھے۔ پورا یونٹ ماسکو کے کیمپنگ ہوٹل میں ٹھیری ہوئی تھی۔

ماسکو میں گورکی اسٹوڈیو اتنا بڑا ہے کہ اس میں بڑے سے بڑے سیٹ لگائے جاسکتے ہیں۔ ششی کپور کی فلم 'عجوبہ' کے لئے بھی روسی آرٹ ڈائریکٹروں نے ایسے خوب صورت اور بڑے سٹیس لگائے تھے کہ جی خوش ہو گیا۔ ماسکو کے گورکی اسٹوڈیو کی ایک برانچ یالٹا میں بھی ہے۔ یالٹا سمندر کے ساحل پر واقع جنت جیسا ہے۔ یہاں سمندر کا پانی بالکل کالا ہے اور اسی لئے اسے 'بلیک سی' کہا جاتا ہے۔



● "لو۔ کُش" کے مہورت پر مہمان ششی کپور، مصنف جاوید صدیقی، ہدایت کار فلم ساز مونٹی اور مہمان اداکار امیتابھ بچن

پہلے دن شوٹنگ شروع ہوئی تو یونٹ کے ممبروں کو وہاں کے رہن سہن کا کچھ اندازہ ہوا۔ جب لنچ ہوا تو اسٹوڈیو کے کینٹین میں سب پہنچ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ انہیں لنچ دیا جائے۔ مگر وہاں لنچ تو کیا، اپنی چائے تک خود ہی لینی پڑتی ہے۔ روس میں فائیو اسٹار ہوٹل جیسی چیز نہیں ہوتی۔ وہاں بڑے سے بڑے ہوٹل میں ٹھیرنے پر بھی اپنی سروس خود کرنی پڑتی ہے۔ جب لنچ پر کسی نے بھی کھانا پیش نہیں کیا تو پتہ چلا کہ سب کے ساتھ لائن لگا کر خود ہی کھانا لینا پڑے گا۔ چاہے آپ آرٹسٹ ہوں یا 'اسپاٹ بوائے' روس میں سب برابر ہیں۔ سب سے پہلے امیتابھ بچن اٹھے۔ اور پلیٹ لے کر کھانے کی لائن میں جاکر کھڑے ہو گئے۔ شمی کپور کو سب سے زیادہ تکلیف برداشت کرنی پڑی کیوں کہ اپنے بھاری جسم کے سبب شمی سے اٹھا بھی نہیں جاتا تھا۔ ایک اور دل چسپ چیز یہ بھی تھی کہ کھانے کے بعد ہر شخص کو اپنی پلیٹیں اور چمچے خود دھونے پڑتے ہیں۔ ہمارے ستاروں کو اس طرح کی عادت کہاں۔ اسی لئے انہیں کافی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔

" فلم 'عجوبہ'، ہند اور روس کا مشترکہ پروڈکشن ہے۔ اور ہندی اور روسی دونوں زبانوں میں بنائی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فلم میں بھارتی ستاروں کے ساتھ رستم اور والیا جیسے روسی ستارے بھی کام کر رہے ہیں۔ رستم کا روسی نام تو کچھ اور ہے، مگر ہم سب اسے رستم ہی کہتے ہیں۔ وہ ایک جارجین ایکٹر ہے اور روسی فلموں میں کام کرتا ہے۔ 'عجوبہ' میں رستم ایک لوہار کا رول کر رہا ہے۔ والیا نامی اداکارہ امیتابھ بچن کی ماں کا رول کر رہی ہے۔ یہ اداکارہ روس کی فلمی دنیا میں وہی مقام رکھتی ہے جو مقام ہندی فلموں آں جہانی نرگس یا مرحومہ میناکماری کا رہا ہے۔ 'عجوبہ' میں امیتابھ کی کئی امیجیں ہیں لیکن فلم میں خصوصی کردار 'عجوبہ' نامی ایک ایسے نوجوان کا ہے جو غریبوں اور کم زوروں کی مدد کرتا ہے اور بدمعاش قسم کے لوگوں کو ٹھیک کرتا ہے۔ یہ ایک فنتاسی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں پرانے زمانے کی بہت سی

اشیاء موجود ہیں۔ اُڑنے والا قالین بھی اور
جادو کا ڈنڈا بھی۔ یہ الف لیلیٰ کی فضا سی ہے۔
یالٹا کے خوب صورت ساحل پر ایکشن
مناظر فلمائے گئے تو اسٹوڈیو میں پرانے زمانے
کے گھروں کی شوٹنگ کی گئی۔ اسٹوڈیو میں
جب بھی شوٹنگ ہوتی تو روسی ایکٹریس
والیہ اور امیتابھ ایک کونے میں ریہرسل
کرتے دکھائی دیتے۔ دونوں کے ہاتھ میں
اپنی اپنی زبان میں مکالمے ہوتے اور وہ ایک
دوسرے کی زبان نہ جانتے ہوئے بھی ریہرسل
کرتے رہتے۔ یہ ریہرسل اتنی مکمل ہوتی تھی
کہ تعجب ہوتا تھا۔

شمی کپور جی کا حال دیکھ کر یہ طے
کیا گیا کہ انہیں کم سے کم چائے تو لاکر دے
دی جائے۔ جب انہیں چائے دی جانے
لگی تو باقی لوگوں کو بھی چائے کی لائن سے
چھٹی مل گئی۔ دراصل بھارتی یونٹ نے
روس میں ہی اپنے باورچیوں کے ساتھ
اپنا کچن بنا لیا تھا اس کچن میں ہندوستانی
کھانے بنتے تھے۔ روس میں ایک چیز مجھے
یہ بہت ہی اچھی لگی کہ وہاں سب کچھ سرکار
کے کنٹرول میں ہے۔ کیا دکان، کیا اسٹوڈیو،
ہر چیز پر سرکار کا قبضہ ہے۔ یہی وجہ ہے
کہ وہاں کسی بھی دکان سے آپ کچھ بھی
خریدیں، ہر چیز کی قیمت یکساں ملے گی۔

امیتابھ بچن کو روس میں وی آئی پی
کا درجہ ملا تھا، اس لئے انہیں ایک بڑا
کمرہ رہنے کو دیا گیا تھا اور نہایت ذہین اور
خوب صورت جانکار ا امیتابھ کو حاصل
تھی۔ روس میں مترجم کے بغیر کام نہیں
چلتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بھارتی یونٹ
میں تیرہ اور روسی یونٹ میں درجن بھر
مترجم موجود رہتے تھے۔ اچھا کام کرنے کے
صحت مند مقابلے کا میلان روسیوں میں
بہت گہرا ہے اس کا سبب یہ ہے وہاں
جو آدمی سنگر ہے، وہ زندگی بھر گانا ہی گائے
گا۔ وہ دوسرا کام نہیں کرے گا۔ ہمارے
یہاں ایسا نہیں ہے۔ سنگر گانے میں نہیں
چلا تو اداکاری کرنے لگا۔ روسی ستاروں میں
دو ولین ہیں۔ یالٹا میں روسی اسسٹنٹ
مینوں نے گھوڑوں پر جو ایکشن سین فلمائے
وہ دانتوں میں انگلی دبانے پر مجبور کرتے
تھے۔ روسی گھوڑ سواری میں تبھی ساری
دنیا میں سب سے اعلیٰ مانے جاتے ہیں۔

'فلم 'عجوبہ' کی کہانی روس سے رائٹر
یوزلف نے پہلے من موہن ڈیسائی کو بھیجی
تھی، مگر انہوں نے اسے نامنظور کر دیا۔
بعد میں جب ششی کپور کے پاس یہ کہانی
پہنچی تو الف لیلیٰ جیسی تھی۔ لیکن میں نے اور
ساتھی رائٹرز برج کتیال اور بی بی سہلہ نے
اپنے ڈھنگ کے اسکرپٹ میں بدلا۔

ماسکو میں ایک بات مجھے بہت بھائی۔
وہاں دس بارہ منزل کی ایک عمارت ہے
جس کا نام 'فلم کلب' ہے۔ ہر شخص جو فلم سے
تعلق رکھتا ہے، ہر شام کو اس کلب میں
ضرور جاتا ہے اس طرح پوری روسی فلمی دنیا
ہر روز یہاں ملتی ہے اور سب لوگ ایک
دوسرے کے قریب رہتے ہیں۔ فلم کلب
کی عمارت میں ایڈیٹنگ روم سے لے کر
تھیٹر تک ہر سہولت حاصل ہے۔ ہمارے
یہاں تو شاید اس طرح کی جگہ کا تصور کرنا
بھی مشکل ہے۔ جہاں ستارے اور ٹیکنیشنس
ساتھ بیٹھ سکیں۔ روس نے کیا گورکی، کیا
ٹالسٹائی، ہر قلم کار کی کہانیوں پر فلمیں
بنائی ہیں اور اب ان کے یہاں کہانیوں کا
مسئلہ اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ اسی لئے روس میں
ان دنوں موسیقی سے پُر رومانی فلمیں ہی
زیادہ بن رہی ہیں۔ ہاں ایک بات اور اب
ڈسکو روس میں بھی پہنچ گیا ہے۔ مگر کہنا
چاہوں گا کہ روس میں ڈسکو صرف چیخ پکار
نہیں، سنگیت کا ایک دل کش سفر ہے۔

روسی ہم بھارتیوں کو بہت چاہتے
ہیں۔ ہمارے یہاں سے کوئی چائے کا چھوٹا سا
پیکیٹ بھی روسیوں کو تحفے میں دے دے
تو اُسی پر فدا ہو جاتے ہیں۔ انہیں چھوٹا سا
تحفہ بھی ایک بڑے اعزاز کی طرح معلوم
ہوتا ہے۔ اسی طرح روسی یونٹ کے ممبر بھی
ہماری بھارتی یونٹ کے دوستوں کو تحفے
دیتے ہیں۔ روسی فراخ دل ہوتے ہیں جب
بھی ہماری یونٹ پیک اپ کے بعد ناچتی
گاتی تھی تو روسی بھی ہمارے ساتھ ناچتے گاتے
تھے۔ بھلے ہی زبان سمجھ میں نہ آئے۔ مگر وہ
جذبات کی زبان سے جڑنے کو اہمیت
دیتے ہیں۔

ایک بار آں جہانی راج کپور نے
ششی کپور کو اپنی فلم کی ڈائریکشن کی آفر
دی تھی۔ لیکن اس وقت ششی نے کہا تھا
کہ جس دن اسے ایک اچھا اسکرپٹ مل جائے
گا، اسی دن وہ فلم ڈائریکٹ کرے گا۔
اب وہ 'عجوبہ' ڈائریکٹ کر رہا ہے تو اس کا
سیدھا مطلب ہے کہ اُسے ایک اچھا
اسکرپٹ مل گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ
ششی کپور ایک دل چسپ فلم بنائے گا
اور بھارت کے ساتھ روس کی دنیائے فلم
کو بھی ایک لائق ڈائریکٹر دے گا۔

★ امیتابھ بچن اور پروڈیوسر حبیب نڈیاڈ
والا بہت گہرے دوست ہیں۔ چند سال پہلے
تو دونوں کی اتنی قربت دیکھ کر لوگوں نے یہ
سمجھنا شروع کر دیا تھا کہ حبیب امیتابھ بچن
کے سکریٹری ہیں۔ ایک پچھلی ملاقات میں مسافر
نے حبیب سے اس سلسلہ میں بات کی تھی
تو حبیب کا جواب تھا "میرا پروفیشن فلمیں
بنانا ہے میں کسی کا سکریٹری نہیں ہوں"۔

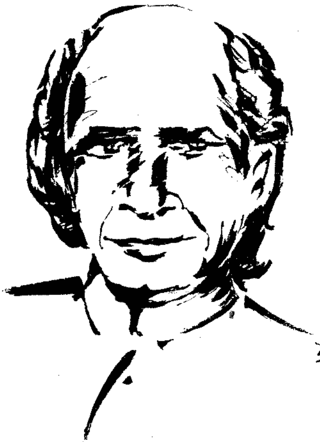
چند سال قبل حبیب نڈیاڈ والا نے
امیتابھ بچن کے ساتھ ایک فلم 'لاڈلا' شروع
کی تھی اس فلم کو رمیش سپی ڈائریکٹ کرنے
والے تھے اور اس کی شروعات ایک گیت
کی ریکارڈنگ سے ہوئی تھی جسے کلیان جی
آنند جی کی میوزک پر امیتابھ بچن کی آواز میں
ریکارڈ کیا گیا تھا بعد میں یہ فلم رک گئی۔
اس سلسلے میں کئی باتیں سنی گئیں مثلاً یہ کہ

رمیش سپی نے حبیب نڈیاڈوالا سے اس فلم کی ڈائریکشن کا اتنا معاوضہ مانگا کہ بات بگڑ گئی۔

بعد میں اس فلم کا نام 'عالی شان' رکھا گیا اور جس کے لئے سنو آنند کو لیا گیا۔ اس کے بعد حبیب نے امیتابھ بچن کے ساتھ ایک فلم شروع کی جس کا نام 'ستیم' ہے اس فلم کے بارے میں شروع میں کہا گیا تھا کہ یہ تین مہینے میں مکمل ہو جائے گی مگر تازہ ترین خبروں کے مطابق پچھلے ماہ تک اس فلم کی شوٹنگ ہوئی خیال ہے کہ ۱۹۸۹ کی ابتدا میں فلم 'ستیم' ریلیز ہو جائے گی۔ مگر اس وقت مسافر آپ کو حبیب نڈیاڈوالا کی نئی فلم 'بندھوا' کے مہورت شاٹ کا حال سنائے گا۔ یہ مہورت ۲۳۔ نومبر کو نٹ راج اسٹوڈیوز میں ہوا۔ مہورت شاٹ کے لئے جیل کا ایک سیٹ لگایا گیا تھا۔

مہورت کا وقت ۲ بجے دیا گیا تھا مگر ۲½ بجے تک سیٹ پر کوئی آرٹسٹ موجود نہیں تھا۔ حبیب نڈیاڈوالا اور جے پی دتہ مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے امیتابھ ساڑھے بارہ بجے ہی اسٹوڈیو پہنچ چکا تھا۔ تقریباً ۳ بجے کالی قمیص، پیلی پینٹ اور لمبی مونچھوں کے ساتھ بال بکھراتے سیٹ پر آیا تو مہمانوں کی بھیڑ نے اُسے گھیر لیا بڑے امیتابھ سے ہاتھ ملانے گئے اور بچے آٹوگراف لینے لگے۔ جب یہ سلسلہ ختم ہوا تو جے پی دتہ نے مہورت شاٹ لینے کی تیاریاں شروع کیں۔ مہورت شاٹ میں امیتابھ کا ساتھ وحیدہ رحمان دے رہی تھیں جو اس فلم میں امیتابھ کی ماں کا رول ادا کر رہی ہیں لہٰذا انہوں نے معمولی قسم کی ساڑھی اور بلاؤز پہن رکھا تھا۔

جے پی دتہ نے اسٹارٹ ساؤنڈ کہا اور اس کے بعد وحیدہ رحمان نے امیتابھ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اگر تم نردوش ہو تو بھگوان ضرور نیائے کرے گا"



بیادِ
حضرتِ رئیس امروہوی

باوا کرشن گوپال مغموم

رئیس امروہوی کی ناگہانی موت کا غم ہے
جہانِ شعر میں اُس نغز گو شاعر کا ماتم ہے

یہ کیسا حادثہ تھا، سانحہ تھا، قتل تھا، کیا تھا؟
سرِ بالیں وہ عالم جاں کنی کا کس نے دیکھا تھا؟

ہجومِ شاعراں میں سب سے بڑھ کر جو قد آور تھا
صحافت کا مجاہد، علم و فن کا ایک پیکر تھا

رہا کرتا تھا نظم و نثر میں حاضر دماغ اس کا
بلا کی آندھیوں میں بھی رہا روشن چراغ اس کا

چھما چھم اُس پہ اکثر بارشِ اشعار ہوتی تھی
ہمیشہ کاوشِ فکر اُس کی گوہر بار ہوتی تھی

ہر اک صنفِ سخن میں اُس نے دی دادِ سُخن کیا کیا
کھلائے خامۂ عنبر شمامہ سے چمن کیا کیا

فن و علم و ادب کے شاہکاروں کی اشاعت کا
بڑا ہی شوق تھا اُس کو کتابوں کی طباعت کا

خوشامد کو نہ بھولے سے کیا اپنا شعار اُس نے
صحافت کو دیانت سے بنایا باوقار اُس نے

لکھا کرتا تھا وہ حالاتِ حاضر پر روانی سے
وہ رکھتا تھا بڑا مضبوط رشتہ حق بیانی سے

سماجی مسئلوں پر "جنگ[1]" میں لکھتا تھا وہ کالم
عجب طنز اور مزاحی رنگ کا ہوتا تھا وہ کالم

سمجھ کر، سوچ کر ہر بات نوکِ خامہ پر لاتا
کسی تحریر سے بھی سنسنی ہرگز نہ پھیلاتا

جگر کے خون سے اُس نے قلم کو آبرو بخشی
تفکّر کو بلاغت کی نرالی جستجو بخشی

کُشادہ ذہن رکھتا تھا، نظر پائی بلند اُس نے
"وسیع المشربی" کو کر لیا دل سے پسند اُس نے

وہ بھارت کے ادیبوں شاعروں کی قدر کرتا تھا
روابط اُن سے رکھتا تھا، دمِ اُلفت بھی بھرتا تھا

کلام اُس کا میں پڑھتا آرہا تھا اِک زمانے سے
تمنا تھی کہ پاؤں فیض اُس علمی خزانے سے

تقاریب[2] شکاگو میں ملاقاتیں ہوئیں چند اِک
تھا شوقِ گفتگو بے حد، مگر باتیں ہوئیں چند اِک

صدارت محفلِ اشعار کی جب اُس نے فرمائی
جگہ دی مجھ کو اپنے پاس، بخشی عزّت افزائی

اُبھارا اُس نے جذباتِ رفاقت کو، اُخوّت کو
کیا پُر نور ہند و پاک کی شمعِ محبت کو

رہے وہ تا قیامت رحمتِ حق کے اُجالے میں
"خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں"

[1] : پاکستان کا ایک مشہور اخبار

[2] : ۱۵۔ستمبر ۱۹۸۵ کو انڈو پاک مشاعرہ اور ۱۷۔ستمبر کو حضرت امیر خسروؒ پر سیمینار تھا۔ شکاگو میں مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا۔ مشاعرے اور دیگر تقریبات میں پہلی بار حضرتِ رئیس امروہوی سے شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ میری طویل نظم "حضرت امیر خسروؒ" بے حد پسند کی گئی۔
—— مغموم

امیتابھ بچن نے جواب دیا "خوب پیٹ بھر کے بنائے کیا ہے تمہارے بھگوان نے۔ جل کی مچھیرن کو آزاد چھوڑ دیا۔ آکاس کے پنکھشین کو اور دھرتی پر جانوروں کو آزاد چھوڑ دیا لیکن ہمیں 'بندھوا' بنا دیا اور کہا جاؤ نوکری کرو۔"

اس لمبے چوڑے دیہاتی اسٹائیل ڈائیلاگ کے ساتھ ہی مہورت شاٹ 'اوکے' ہو گیا۔ تالیاں بجنے لگیں۔ مٹھائی اور کولڈ ڈرنکس کا سلسلہ شروع ہوا اور اسی دوران مہمان اداکار دھرمیندر سیٹ پر آیا۔ امیتابھ اور دھرمیندر گلے ملے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دی۔

★ ۱۴- دسمبر کی صبح ہی صبح جی ہاں ۸ بجے محبوب اسٹوڈیو کے باغ میں پریم ناتھ کے بیٹے مونٹی کی فلم 'لوکُش' کا مہورت ہوا۔ اس فلم میں امیتابھ کا ایک گیسٹ رول ہے جس میں وہ اداکار امیتابھ ہی بنا ہوا ہے۔ فلم کا ہیرو متھن چکرورتی ہے مگر مہورت شاٹ امیتابھ پر لیا گیا اور مہورت کا کلیپ بھی امیتابھ نے ہی دیا۔ یہ خوش قسمتی کے لئے کیا گیا کیوں کہ متھن اب مہورت شاٹ میں حصہ نہیں لیتا، جب اُس نے ایسا کیا، فلم کینسل ہو گئی یا مکمل ہی نہیں ہوئی۔

خوش قسمتی کے لئے مونٹی نے پوجا کے لئے روایتی پنڈت کی بجائے بمبئی کے مشہور جیوتشی بے جن دارو والا کو بلایا تھا۔ مہورت کی مزے دار بات یہ تھی کہ مہورت کے وقت امیتابھ اور متھن چکرورتی تو موجود تھے مگر مونٹی کے والد پریم ناتھ، چچا راجندر ناتھ، اور دوسرے عزیز و اقارب اور بہت سے مہمان جب تک آتے مہورت ہو چکا تھا امیتابھ اور متھن جا چکے تھے۔

★ ڈسٹری بیوٹرز ایک بار پھر مقبول اور مصروف ستاروں کے خلاف محاذ بنا رہے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ کسی بھی ایسے اداکار یا اداکارہ کی فلم وہ نہیں خریدیں گے جس کے پاس ایک وقت میں ۱۲ سے زیادہ فلمیں ہوں گی کیوں کہ فلموں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے آرٹسٹ دنوں کی بجائے گھنٹوں کے حساب سے وقت دیتے ہیں اور کبھی تو مہینوں ایک منٹ دیے بغیر ہی گزر جاتے ہیں۔

■ پُرانے وقتوں کی اداکارہ رمولا کا پچھلے دنوں ۷۰ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ 'خزانچی'، اور 'منچلی'، رمولا کی مشہور ترین فلمیں تھیں۔

■ فلم رائٹر کے سرشار اور ان کے چھوٹے بھائی فلم جرنلسٹ جگدیش شرما کو ایک ساتھ دو عظیم صدمات برداشت کرنے پڑے جب اُن کے والد شری دیوان چند ماسٹر کا ۲ نومبر کو انتقال ہوا اور ۵ نومبر کو اُن کے چھوٹے بھائی اشوک شرما کا انتقال ہو گیا جن کی عمر صرف ۴۳ سال تھی۔

■ رائٹر ڈائریکٹر ایس پی بخشی کا ۲۷ نومبر کو بمبئی میں انتقال ہو گیا۔ ایس پی بخشی نے 'سوہنی مہیوال'، 'علی بابا اور چالیس چور' کی کہانیاں لکھی تھیں ■ پروڈیوسر راج گرودر کی والدہ شریمتی اتم دیوی گرودر کا نئی دہلی میں ۸ دسمبر کو انتقال ہو گیا۔ ■■

بلا عنوان

دسمبر ۱۹۸۸ء کے شمع میں یٰسین احمد کی ایک "بلا عنوان" کہانی شائع ہوئی تھی، جس کا عنوان پروانوں کو تجویز کرنا تھا۔ پریم اپنی بیوی نشا کی موت کے بعد بالکل بجھ کر رہ گیا تھا۔ اوما سے اس کی ملاقات ہوئی تو اس کا دل قابو میں نہ رہا۔ اوما بھی بے اختیار اس کی طرف کھنچتی گئی۔ اپنے کاروباری شوہر کی توجہ نہ ملنے کے باعث وہ یوں بھی پیار کی پیاسی تھی۔ ایک روز اوما کے بچوں نے اوما اور پریم کو پیار کا کھیل کھیلتے دیکھ لیا۔ پریم گھبراہٹ اور شرمندگی کے عالم میں وہاں سے اپنے گھر چلا آیا۔ کچھ ہی دیر بعد اوما نے فون پر اس کو فوراً آنے کی تاکید کرتے ہوئے بتایا کہ اس نے اپنی راہ کے کانٹے ہٹا دیئے ہیں۔ یہ سُن کر پریم لرز اٹھا۔ ایک ماں نے اپنے دونوں بچوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ دیر تک پریم کے ذہن میں کشمکش کا طوفان برپا رہا۔ پھر وہ اوما کا ساتھ دینے کا فیصلہ کر کے اُس کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں وہ ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ پر رُک گیا، تاکہ اوما کو اپنی آمد کی اطلاع دے سکے۔ لیکن نمبر ڈائل کرتے وقت اس کے وجود پر اس کا ضمیر غالب آ گیا اور اس نے پولیس کنٹرول روم کو خبر کر دی کہ دو معصوم بچوں کو مٹی کا تیل چھڑک کر زندہ جلا دیا گیا ہے اور وہ خود اس قتل کا چشم دید گواہ بھی ہے، شریک بھی۔ کچھ عنوانات جو بہت سے پروانوں نے بھیجے ہیں، یہ ہیں: معصوم گواہ، کلنکنی، ڈائن، ناگن، ضمیر کی پکار، ضمیر کا تازیانہ، کفارہ، راستے کے کانٹے، کالی ممتا، ممتا کا زہر، ممتا کی موت۔ خود مصنف نے اس کہانی کا عنوان "مجرم" تجویز کیا تھا۔ یہ عنوان کسی پروانے نے نہیں بھیجا۔

سب عنوانات غور سے پڑھنے کے بعد ججوں نے ایم یوخان (دھولیا) کے بھیجے ہوئے عنوان "آتشِ ہوس" کو پہلے انعام کا حق دار قرار دیا۔ انہیں سو روپے کی کتابیں انعام میں دی جائیں گی۔ محمد خالد غفار (علی گڑھ) کے بھیجے ہوئے عنوان "تیزابی شبنم" کو دوسرے انعام کا اور انیتا کماری (امرتسر) کے بھیجے ہوئے عنوان "روح کا انصاف" کو تیسرے انعام کا مستحق ٹھیرایا گیا۔ ان کو چالیس چالیس روپے کی کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

ججوں کو پسند آنے والے کچھ اور عنوانات یہ ہیں: حوّا اور سانپ (ابونصر غزالی، جمشید پور) آتشی کفن (مسعود احمد مسعودی، دیوبند) ہانڈی اور چولہا (عبدالغفار، علی گڑھ) دو پاٹن کے بیچ (عبدالغفار، علی گڑھ) بیسویں صدی کی ماں (عارفہ انجم، کامٹی) مجرم کا انصاف (شاہد علی، سنگانیر، جے پور) گنہ گار کا انصاف (زینت رحمان، حیدرآباد ۳۶)۔ ■■

"میں ونود کھنہ سے شادی نہیں کر رہی ہوں"

امرتا سنگھ

جب میں امرتا سنگھ کے بنگلے پر پہنچی تو میرے دل میں اتھل پتھل مچی ہوئی تھی۔ اس اتھل پتھل کی وجہ یہ تھی کہ امرتا نے خود مجھے بلایا تھا۔ میں سوچ رہی تھی کہ خیر تو ہے، یہ آج امرتا کو یکایک میری یاد کیسے آئی۔

وہ ۱۰۔ دسمبر ۱۹۸۸ (سنیچر) کا دن تھا۔ سارے بنگلے میں نئے سرے سے سجاوٹ کا کام چل رہا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں فرش پر بڑا سا گدا بچھا ہوا تھا۔ وہیں امرتا اور میں دونوں آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے۔

پہلے اِدھر اُدھر کی دو چار باتیں ہوئیں، پھر امرتا سے رہا نہ گیا اور اس نے خود ہی اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ اس نے بتایا کہ ونود کھنہ کے ساتھ اس کی شادی اب نہیں ہوگی۔ یہ معاملہ ملتوی نہیں ہوا ہے، بلکہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے۔

جب امرتا یہ دھماکے کی خبر سُنا رہی تھی تو میری نظریں اس کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں کہ شاید کچھ اُداسی کے سائے لہرائیں۔ کچھ پچھتاوے کا رنگ اُبھرے۔ مگر وہاں ایسا کوئی تاثر نہ تھا۔ اس کی آواز کے ساتھ اس کی آنکھیں بھی چہکتی معلوم ہوتی تھیں۔

مجھے اس پر زیادہ حیرت نہیں ہوئی۔ امرتا کا ماضی، اس کا خاندانی پس منظر خود اس بات کی تائید کرتا ہے کہ دوسروں کے آگے وہ ہمیشہ الگ اور نمایاں رہی ہے۔ لکیر کی فقیر اس دنیا میں اس کی انفرادیت کو ہر حال میں اُبھرنا ہے، چاہے یہ دنیا کیسی ہی بے رحمی برتے۔ کتنی ہی دشمنی پر اُتر آئے۔ وہ اس دُنیا کو خاطر میں نہیں لاتی۔ بلکہ اسے اور زیادہ طیش دلانے کی گھات میں رہتی ہے۔ ہر روایت سے بغاوت کرنا اُسے اچھا لگتا ہے۔ اس کے ساتھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بلا کی خود غرض ہے۔ اُسے صرف اپنا مفاد عزیز ہے۔ اپنے نفع کے لئے وہ کوئی بھی چال چل سکتی ہے۔ تُل ملا کر اسے کسی بھی خانے میں فٹ نہیں کیا جا سکتا۔ تضاد اس کے رویّہ اس کے کردار کی بنیاد معلوم ہوتا ہے۔ شاید سب سے بڑھ کر اُسے وہ آزادی پیاری ہے جو اُسے ایک دل کش، مگر مبہم شخصیت کے طور پر حاصل ہے۔ وہ جیسی دکھائی دیتی ہے ویسی کچھ حد تک ہے، کچھ حد تک نہیں ہے۔ شاید اُسے اسی طرح پہیلی بنے رہنا پسند ہے۔

ایک زمانے میں دہلی کے سماجی حلقوں میں رخسانہ سلطانہ کا بڑا شہرہ تھا۔ پھر وہ سنجے گاندھی کے قریبی حلقے میں شامل ہو گئیں تو پرانی دہلی کے کوچوں میں بھی ان کا نام گونجنے لگا، امرتا سنگھ ان ہی کی بیٹی ہے۔ لیکن یہ بات کم ہی لوگوں کو معلوم ہوگی کہ رخسانہ جواہرات کی سائنس کے گنے چنے ماہروں میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے پیرس کی سوربورن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی تھی۔ نئی دہلی کے سب سے بڑے معمار سر سوبھا سنگھ (مشہور جرنلسٹ اور ادیب خوشونت سنگھ کے باپ) امرتا کے دادا تھے۔ ماں کی طرف سے امرتا سنگھ کا نسب کا سلسلہ مہاراجہ گنگا سنگھ سے ملتا ہے جو ایک زمانے میں ریاست بیکانیر کے چیف منسٹر رہے تھے۔ اس کے علاوہ امرتا خان گھرانے کی بھی دُور کی رشتہ دار ہے۔ مرحوم ناصر خاں کی بیوہ اداکارہ بیگم پارہ امرتا کی نانی کی بہن ہیں۔ یہ بات بھی کم ہی لوگ جانتے ہیں کہ امرتا کے نانا احسان الحق تھے، جو اپنے زمانے میں کرکٹ کے نامور کھلاڑی تھے۔

فلموں میں امرتا کے آنے کا سہرا اصلاً مسز جیہ بچن کے سر بندھنا چاہئے۔ جیہ بچن نے ہی فلمی دنیا کی ایک پارٹی میں دھرمیندر سے امرتا کا ذکر کیا تھا، جو ان دنوں اپنے بیٹے سنی کی پہلی فلم "بیتاب" کے لئے ایک نئے چہرے کی تلاش میں تھے۔ بچن گھرانے سے امرتا کے گھر والوں کے تعلقات اس لئے بڑھے تھے کہ بچن گھرانہ گاندھی گھرانے سے بہت قریب تھا۔ اور امرتا کی ماں رخسانہ سورگ باسی سنجے گاندھی کے قریبی ساتھیوں میں شمار ہوتی تھیں۔ چنانچہ جیہ کا سجھاؤ سنتے ہی دھرمیندر نے دہلی کے لئے اُڑان بھری اور امرتا کے یہاں پہنچ گیا۔ کچھ دیر بعد امرتا بھی اسکول سے گھر آ گئی۔ اسکول یونی فارم میں وہ دھرمیندر کو زیادہ نہیں جچی۔ مگر جب وہ کپڑے بدل کر شلوار قمیض میں ملبوس دھرمیندر کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی تو دھرمیندر اُسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا اور اُسی وقت اُس نے امرتا کو "بیتاب" کی ہیروئن کا رول پیش کر دیا۔

امرتا کی ماں کو ایسا کوئی ارمان نہ تھا کہ ان کی بیٹی فلموں میں جائے۔ لیکن پھر وہ دو وجہوں سے مان گئیں۔ ایک تو یہ کہ دھرمیندر نے ان کو یقین دلایا کہ اگر امرتا کی پہلی فلم کام یاب نہ ہوئی تو وہ واپس گھر آ جائے گی۔ دوسری

یہ کہ امرتا پڑھائی میں کچھ ایسی تیز نہ تھی۔
اب جو امرتا میرے سامنے بیٹھی تھی، اعتماد کی مورت معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اپنے فیصلے خود کر سکتی تھی۔ اپنی راہیں خود چن سکتی ہے۔ اپنے اوپر پورا بھروسہ اس کی باتوں سے بھی جھلکتا ہے۔

س: "بیتاب" کا کنٹریکٹ سائن کرنے کے لئے تمہیں کتنی رقم ملی تھی؟

امرتا: گیارہ ہزار۔ اور ان روپوں سے میں نے فوراً ہی ایک ہیرے کی انگوٹھی خرید ڈالی تھی۔ یہ انگوٹھی جب میں نے ممی کو تحفے میں دی تو وہ حیران رہ گئیں۔ پیار ایسا امڈا کہ ہم دونوں کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اس کے بعد بمبئی آکر میں نے آشا چندرا کے یہاں اداکاری کا مختصر کورس پورا کیا۔ اس کے علاوہ ایک دن میں "پاکیزہ" تین بار دیکھی، تاکہ مہان مینا کماری سے فن کی کچھ باریکیاں سیکھ سکوں۔

س: اسکول کے ڈراموں میں بھی کبھی اداکاری کی تھی؟

امرتا: صرف ایک بار۔ مگر تجربہ اچھا نہ رہا۔ اسٹیج پر پہنچتے ہی میں اپنے ڈائیلاگ بھول گئی اور ہنسنے پر آئی تو بس ہنستی ہی رہی۔ چنانچہ اسٹیج سے مجھے گھسیٹ لیا گیا اور ایسی گڑبڑ مچانے پر ٹیچر نے مجھے خوب ڈانٹا پھٹکارا۔

س: اچھا، اب میں سیدھی مطلب کی بات پر آتی ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ونود کھنہ کے ساتھ شادی کی بات تم نے کیوں ختم کر دی۔ تم دونوں تو شادی کے رجسٹرار کے دفتر میں شادی کے ارادے کے بارے میں درخواست بھی دے چکے تھے۔

امرتا: آپ نے سیدھا سوال پوچھا ہے تو میں بھی سیدھا جواب دوں گی۔ شادی کا یہ منصوبہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے۔ ہوا یہ کہ جب میں نے اپنے دل کو ٹٹولا تو مجھے ایسا لگا کہ کام میرے لئے پوجا ہے۔ یہی سب سے زیادہ اہم ہے کوئی اور بات اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ یہاں تک کہ شادی بھی نہیں۔ میں مرتے دم تک کام کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن میں نے دیکھا کہ رجسٹرار کے دفتر میں درخواست دیتے ہی لوگ یہ سوچنے لگے کہ شاید شادی کے بعد میں کام چھوڑ دوں گی یا کم از کم کام کرنے کے لئے اتنی آزاد نہیں رہوں گی۔ کچھ دن میں ہی مجھے اپنے کیریئر پر برا اثر پڑتا نظر آیا۔ کئی فلموں میں میری جگہ دوسری اداکاراؤں کو لے لیا گیا۔ نئی آفرز کا سلسلہ بھی بالکل بند ہو گیا۔ میرے تو ہوش اڑ گئے یا یوں سمجھئے ٹھکانے آ گئے۔ اسکول کے بعد سے ہی میری دنیا فلموں تک سمٹی رہی ہے۔ فلموں کے سوا میں کچھ بھی نہیں جانتی۔ اس لئے فلموں کو چھوڑنے کے بارے میں سوچنا بھی میرے لئے مشکل ہے۔ اگر فلموں اور شادی میں سے کسی ایک کو چننے پر مجھے مجبور ہونا پڑے تو میں شادی کا تیاگ ہی زیادہ پسند کروں گی

س: پھر تو تم دونوں اَن بن کی فضا میں جدا ہوئے ہوگے؟

امرتا: جی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہم دونوں نے مل کر آپس کی رضامندی سے یہ فیصلہ کیا ہے۔ مل بیٹھ کر، سوچ بچار اور بات چیت کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ شادی سے ہم دونوں کو ہی وہ سب کچھ نہیں مل سکے گا، جس کی ہمیں تمنا ہے پھر کیوں ایسے راستے پر چلا جائے جو کچھ قدم بعد ہی بگاڑ کی طرف لے جائے گا۔ پوری ہوش مندی کے ساتھ ہم دونوں نے یہ فیصلہ کیا ہے، اس لئے کسی طرح اَن بن کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

س: کیا اس فیصلے پر نظر ثانی بھی ہو سکتی ہے؟

امرتا: جی نہیں، ایسا کوئی امکان نہیں۔ ونود سے میری شادی کا معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے۔

س: تو کیا آنے والے دنوں میں کسی اور سے تمہاری شادی کی راہ دیکھی جائے۔

امرتا: میں اس سلسلے میں صرف ایک بات کہنا چاہوں گی۔ اگر میں نے کبھی کسی سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا بھی تو یہ طے ہے کہ اپنے فلم کیریئر کو میں کسی حال میں نہیں چھوڑوں گی۔ میرا یہ فیصلہ اٹل ہے۔ اس کے بدلنے کا کوئی امکان نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ شادی اپنی جگہ خود شخصیت کو بانٹنے، اس کے ٹکڑے کرنے کا نام ہے۔ یہ عورت کی شخصیت کو آدھا کر کے رکھ دیتی ہے اور بھلا آدھی شخصیت کے ساتھ جینا کسے پسند ہوگا؟ یوں بھی آج کے دور میں خاص طور سے مغربی سماجوں میں شادی ایک پٹی پٹائی اگلے وقتوں کی روایت بنتی جا رہی ہے۔ آج کی عورت زیادہ آزاد ہے۔ اپنی شخصیت کا اظہار کرنے کی اسے زیادہ آزادی حاصل ہے۔ اپنی صنف پر ناز کرنے کا اسے زیادہ موقع ملا ہوا ہے۔ اس روشن خیالی کے دور میں یہ احساس زور پکڑ رہا ہے کہ دو بالغ شخص کسی تیسرے شخص کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے بھی ساتھ رہ سکتے ہیں۔ پھر آج کل بہت سی شادیاں تو صرف طلاق کی طرف پہلا قدم ہوتی ہیں۔ ایسی صورت میں میری نسل کے بہت سے لوگ یہی سوچتے ہیں کہ ہم شادی کی قسموں میں یا شادی کے معاہدوں میں خود کو جکڑے ہوئے بغیر زیادہ شان سے جی سکتے ہیں۔ اب تک ہوا یہ ہے کہ مردوں کو صرف نیک، کنواری، باعصمت لڑکیوں سے شادی

رِشتے

اولاد کا رشتہ طے کرتے وقت کون سے ماں باپ ہیں، جنہیں اچھے سے اچھے رشتے کی تلاش نہیں ہوتی ہے۔ کیا آپ نہیں چاہیں گے کہ آپ کے ہاں اچھے سے اچھے رشتے آئیں اور آپ کو اُن میں سے بہترین رشتہ انتخاب کرنے کا موقع ملے؟ رشتے کی تلاش کا اشتہار عموماً مقامی اخبار میں دیا جاتا ہے، جس کی پہنچ بھی ظاہر ہے اسی شہر کے قرب وجوار تک محدود ہوتی ہے۔ "شمع" بفضلِ خدا ہندوستان کے شہر شہر ہی نہیں سعودی عرب، دُبئی، کویت، بحرین، امریکہ، برطانیہ اور کناڈا بھی جاتا ہے۔ آپ اگر اپنے بیٹے یا بیٹی کے رشتے کی تلاش کا اشتہار دینا چاہتے ہیں، تو شمع، نئی دہلی اس نیک کام میں آپ کی خدمت کے لئے تیار ہے۔ آپ کا ایک اشتہار ہر شہر، ہر مُلک سے رشتے لا سکتا ہے۔ یہ خدمت ہر مذہب، ہر خیال، ہر شہر، ہر مُلک کے لوگوں کے لئے ہے۔

★ بہار کے سید سُنّی خاندان کی انٹرمیڈیٹ، قد پانچ فٹ چار انچ، گندمی رنگ، مذہبی اور گھریلو امور میں ماہر لڑکی کے لئے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکے کی عمر ۲۸ - ۳۴ سال، خوش حال، غیر شادی شدہ اور اُردو بولنے والے علاقہ کا ہونا ضروری ہے۔ جو حضرات فوری شادی کا ارادہ رکھتے ہوں اور فضول رسم و رواج کے قائل نہ ہوں، مہربانی کر کے خط و کتابت کریں۔

BOX 885 C/o SHAMA MAGAZINE, ASAF ALI ROAD, NEW DELHI-110 002

★ شیخ سُنّی مسلم، اعلیٰ خاندان، ایم۔اے۔ ایل۔ بی۔ قد پانچ فٹ ۳ انچ، اسمارٹ، ۳۳ سالہ لڑکی کے لئے رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کا اعلیٰ تعلیم یافتہ، برسرِ روزگار ہونا ضروری ہے اور جس کے روشن خیالات ہوں۔ ایسے رشتے بھی زیرِ غور ہوں گے، جن کی طلاق ہو چکی ہو اور بچے نہ ہوں۔ پہلے ہی خط میں مکمل تفصیلات مع فل سائز فوٹو کے ساتھ رابطہ قائم کریں۔

BOX 887 C/o SHAMA MAGAZINE, ASAF ALI ROAD, NEW DELHI-110 002

★ کلکتہ میں مقیم حیدر آبادی خاندان کی مڈل پاس خوب صورت، سلیقہ مند، سُنّی عقیدہ صوم وصلوٰۃ کی پابند لڑکی کے لئے ہندوستان، پاکستان یا خلیجی ممالک میں رہنے والے حیدر آبادی لڑکے کا رشتہ چاہئے، جو برسرِ روزگار ہو اور اچھے خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔

BOX 877 C/o SHAMA MAGAZINE, NEW DELHI-110 002

★ میری عمر اس وقت ۳۶ سال ہے۔ پیشے کے لحاظ سے میں ایک فارمیسسٹ ہوں۔ میں نے فارمیسی میں ایم ایس سی کیا ہے۔ میں پاکستانی مسلم ہوں۔ گزشتہ پانچ سال سے عرب مُلک (قطر) میں کام کر رہا ہوں۔ ماہوار تنخواہ چودہ ہزار روپے ہندوستانی ہے۔ میں ایک ہندوستانی لیڈی ڈاکٹر سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اگر لیڈی ڈاکٹر کنواری، بیوہ یا طلاق شدہ ہو (جس کے ساتھ بچے نہ ہوں) قابلِ قبول ہے۔ خوش اخلاق، تھوڑی خوب صورت بھی ہو۔ جہیز وغیرہ کی بالکل ضرورت نہیں۔ شادی کے بعد قطر میں رہنا ہوگا۔

A. KHAN AFRIDI, P.O. BOX NO. 5118 DOHA-QATAR (ARABIAN GULF)

★ سُنّی انصاری، بہاری دوشیزہ، ۲۵ سال، بی ایس سی، بی ایڈ، دُبلی پتلی، دراز قد، خوب صورت کے لئے بہار، بنگال یا دہلی میں رشتہ مطلوب ہے۔ انصاری برادری کو ترجیح دی جائے گی۔

BOX 880 C/o SHAMA MAGAZINE NEW DELHI-110 002

★ کونوینٹ کی تعلیم یافتہ، لیکن قرآن و حدیث سے واقف، ۱۸ سالہ خوب صورت، سفید رنگ، درمیانہ قد، سُنّی لڑکی کے لئے، اعلیٰ خاندان کے تعلیم یافتہ سُنّی لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکی والے بھوپال میں رہتے ہیں۔ لیکن ہندوستان، پاکستان یا غیر ممالک میں رہنے والی ہندوستانی پاکستانی خاندان سے رشتہ استوار کر سکتے ہیں۔ لڑکے کو کاروبار کرانے میں حسبِ توفیق مدد دی جا سکتی ہے۔

BOX 881 C/o SHAMA MAGAZINE, NEW DELHI-110 002

★ گلف میں مقیم، کمپیوٹر پروگرامر، عمر ۳۸ سال، تنخواہ پچاس ہزار روپے، شیعہ اثنا عشری کے لئے ۳۵ سال عمر تک کی امورِ خانہ داری میں تیز، سلیقہ شعار، نرم مزاج، صوم و صلوٰۃ کی پابند، خوب صورت و خوب سیرت دوشیزہ عقدِ ثانی کے لئے مطلوب ہے۔ اُسے شوہر کے ساتھ ہی رہنا ہوگا۔ پہلی بیوی ہندوستان میں رہے گی۔ فائل سائز فوٹو اور مکمل کوائف کے ساتھ رجوع کریں۔ دوشیزاؤں اور والدین کے علاوہ لاولد بیوائیں بھی رابطہ قائم کریں۔

BOX 886 C/o SHAMA MAGAZINE, ASAF ALI ROAD, NEW DELHI-110 002

★ یو۔پی کے معزز سید خاندان، اعلیٰ تعلیم یافتہ، صحت مند، خوب رُو، دراز قد، عمر ۳۲ سال، مستقل رہائش کراچی، صاحبِ جائداد، جو بحیثیت انجنیئر جدہ میں ایک اچھی کمپنی میں عرصہ بارہ سال سے کام کر رہا ہے۔ خود مختار اور دیگر ذمہ داریوں سے بری، عقدِ ثانی کا خواہش مند، پہلی بیوی سے عرصہ دو سال سے علیحدگی ہے۔ لڑکی خوب صورت، صاف رنگ، دراز قد، صحت مند، خوش مزاج، انٹر تک تعلیم یافتہ، عمر ۲۵ سال تک، کسی جہیز یا مالی اعانت کی ضرورت نہیں۔ سرپرست پورے اعتماد سے لکھیں۔ پوری رازداری کے ساتھ۔ موجودہ جدہ میں مقیم خاندان عجلت فرمائیں۔

I. ALI SYED, C/O MEDINA STORE
P. BOX NO 11043 JEDDAH-21453 (K. SAUDI ARABIA)

تلاشِ رشتہ کے پیغام کی اُجرت ہم "شمع" کے ایک کالم کی دس سطروں تک صرف دو سو پچاس روپے لیں گے۔ جواب ماہ نامہ "شمع" "نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲" کی معرفت بھی منگا سکتے ہیں۔ ہر اشتہار دینے والے کو ہم ایک بکس نمبر الاٹ کر دیں گے، جس میں اُن کے لئے آئے ہوئے خطوط رکھے جائیں گے۔ پیغام کی اشاعت کے دو ماہ بعد تک ہر ہفتے جتنے خط اس بکس میں جمع ہو جائیں گے۔ وہ اکٹھا کر کے اپنے خرچ پر اشتہار شائع کرنے والوں کو بھجوائیں گے۔ غیر مُلکی پیروالوں سے چار سو روپے لئے جائیں گے۔ کیوں کہ ڈاک خرچ وغیرہ زیادہ صرف ہوتا ہے۔ تمام اشتہارات نیک نیتی کی بنیاد پر شائع کئے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ادارہ شمع پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ بکس نمبروں پر رجسٹری خط قبول نہیں کئے جاتے۔

آج ہی پیغام کے مضمون کے ساتھ دو سو پچاس روپے کے منی آرڈر کی ڈاک خانہ سے ملنے والی رسید یا بینک ڈرافٹ بھجوائیں۔ غیر مُلکی پرڈرافٹ کسی بینک یا الراجحی بینکنگ کمپنی سے لیں۔ اشاعت کے پیغامات اور اُجرت بھیجنے کا پتہ : SHAMA MAGAZINE, ASAF ALI ROAD, NEW DELHI-

کرنے کا سبق سکھایا گیا ہے۔ ان لڑکیوں سے شادی کرنے کا نہیں، جن کے ساتھ وہ راتیں بسر کر چکے ہیں۔ اسی طرح مرد، عورت دونوں سماج کی گھسی پٹی روایتوں کے قیدی بنے رہے ہیں۔ اب یہ زنجیریں ٹوٹ رہی ہیں۔

س : تمہارے جیسے نظریوں کے ساتھ کیا ایک ایسے سماج میں رہنا دشوار نہیں ہے، جس نے عام آدمیوں کے لئے زندگی کا ایک خاص ڈھرا طے کر رکھا ہے؟

امرتا : مجھ پر یہ بات کھل چکی ہے کہ کم از کم میں سماج کے بنائے ہوئے ضابطوں اور روایتوں کی غلام نہیں بن سکتی۔ میں سماج کی لگائی ہوئی ایسی پابندیوں کو مانتی ہی نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اصول، یہ قاعدے، یہ بندشیں میری زندگی کو ایک بھاری، ناگوار بوجھ بنا کر رکھ دیں گی۔ اس لئے میں نے انہیں تیاگ دیا ہے۔ یہ قاعدے ضابطے صدیوں پہلے بنائے گئے تھے۔ ایک خاص زمانے کے لئے، وہ ایک خاص علاقے کے لئے بنائے گئے تھے۔ آج ہم جہاں ہیں اور جس دور میں ہیں، وہاں ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ آج کے لئے نہیں ہیں، ہمارے لئے نہیں ہیں، آنے والے دور کے لئے نہیں ہیں۔

س : آج تمہارا شمار بہت اونچا معاوضہ پانے والی اداکاراؤں میں ہوتا ہے۔ اس اپنی کمائی ہوئی دولت کی وجہ سے کیا تمہاری زندگی میں کوئی خاص فرق آیا ہے؟

امرتا : یہ تسلی تو ملی ہی ہے کہ محنت بہت کی ہے اور اس محنت کا کافی معاوضہ بھی حاصل ہوا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آج میں اپنی دیکھ بھال خود کر سکتی ہوں۔ اس پہ مجھے ناز بھی ہے۔ لیکن اس سے میری زندگی کا انداز ذرا بھی نہیں بدلا ہے۔ اپنے خاندان اور دوستوں سے میرا جو رشتہ ہے، اسے روپیہ کبھی نہیں بدل سکتا۔ اپنے گھر والوں اور اپنے خیر خواہوں کے ساتھ میرا جو رویّہ ہے، اس کو بڑی سے بڑی دولت بھی نہیں بدل سکتی۔ ویسے میں اپنی کمائی تھوڑی بہت بھلائی کے کاموں لئے بھی خرچ کرتی رہتی ہوں۔ پرانی دہلی میں ایک یتیم خانہ ہے، جس کا نام "بچوں کا گھر" ہے۔ اپنے استعمال کئے ہوئے کپڑے، جوتے وغیرہ میں اکثر وہاں بھیجتی رہتی ہوں۔ دوسرے بھلائی کے کاموں کے لئے بھی دان دیتی رہتی ہوں، جیسے اندھوں کی مدد کے لئے اور اسی طرح کے دوسرے امدادی کاموں کے لئے۔

س : تمہاری کچھ ایسی عادتیں بھی ہیں، جنہیں موڈی یا ترنگ کہا جا سکے؟

امرتا : شاید ہی کوئی ایسی عادت ہو۔ ہاں اگر کوئی خواہ مخواہ رعب جتانے پہ اتر آئے تو میں اینٹ کا جواب پتھر سے بھی دے سکتی ہوں۔ دو بار ایسا واقعہ ہو چکا ہے۔ ایک بار "کالا دھندا گورے لوگ" کے سیٹ پر، دوسری بار "وارث" کی شوٹنگ پر۔ اُن دنوں میری ٹانگ کا آپریشن ہوا تھا۔ سنجے خان میرے پاس تاریخیں لینے کے لئے آئے اور کہنے لگے کہ مجھے ہر حال میں شوٹنگ کرنا ہے۔ میں نے کہا بھی کہ یہ بڑا آپریشن تھا۔ اس لئے مجھے تو ڈاکٹروں نے کھڑے ہونے کی اجازت بھی نہیں دی ہے۔ مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ چار و ناچار میں ان کے سیٹ پر پہنچی۔ مگر انہوں نے مجھے صرف بٹھائے رکھا اور دو روز تک کوئی شوٹنگ نہیں کی۔ تیسرے دن جب میں نے ان سے کہا کہ مجھے اور بھی کام ہے تو وہ سنیل دت جی اور راکیش کھیر جی کے سامنے مجھے بُرا بھلا کہنے لگے۔ میں فوراً اپنی کار میں بیٹھ کر وہاں سے چل دی۔ سنجے خاں کا رویہ سراسر غیر پروفیشنل تھا۔ اسی طرح ایک بار "وارث" کے سیٹ سے مجھے اپنا وقت پورا ہونے پر جانا پڑا تھا، کیوں کہ میں نے ایک شوٹنگ کے لئے وقت دے رکھا تھا، لیکن چلنے سے پہلے میں نے ڈائرکٹر، راج ببّر اور سمتا پاٹل سب کو بتا دیا تھا۔ ان تلخیوں کے باوجود میں نے یہ دونوں فلمیں مکمل کرنے میں کبھی ہچکچاہٹ نہیں دکھائی، کبھی کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں کی۔ اگر میں ان فلموں کو ادھورا چھوڑ دیتی تو یہ حرکت یقیناً غیر پروفیشنل ہوتی۔ بات صرف اتنی ہے کہ اگر مجھے بے سبب پریشان کیا جائے یا بے بات کے میری بے عزتی کی جائے تو مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ آپ چاہیں تو اسے ترنگ یا ضبط کہہ لیں، لیکن یہ میرا مزاج ہے۔

س : اچھا امرتا، بات چیت تو ختم ہوئی۔ آخر میں کیا تم اپنی طرف سے کچھ اور بھی کہنا چاہو گی؟

امرتا : جی ہاں، بس ایک بات۔ میں چھت پر کھڑے ہو کر چلّا چلّا کر یہ اعلان کرنا چاہتی ہوں کہ میں یہاں فلموں میں ہوں اور فلموں میں ہی رہوں گی اور یہ بھی کہ ونود کے ساتھ میری شادی کا معاملہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا ہے۔ اور میرا لیوری لگن کے ساتھ فلموں میں کام کرنے کا ارادہ ہے۔ میں شادی نہیں کر رہی ہوں، نہیں کر رہی ہوں، نہیں کر رہی ہوں۔ اچھی با معنی فلموں کے لئے میری خدمات آج بھی حاصل کی جا سکتی ہیں اور آنے والے دنوں میں بھی۔ اس راستے پر میرے ساتھ کبھی کوئی رکاوٹ نہیں آئے گی۔ پروڈیوسر زنوٹ کریں۔

(ورتی)

■ ■

بازگشت

فلم

ادریس بھائی:

ٹیلی فون پر ذاتی درخواست کے باوجود آپ کی مصروفیات آڑے آئیں جن کی وجہ سے آپ میری بچی لالی کی شادی میں شریک نہ ہو سکے۔ اگر آپ اس موقع پر تشریف لے آتے تو مجھے بڑی ڈھارس ملتی، کیوں کہ یہ خوشی کی تقریب میں نے گہری اُداسی میں گھرے گھرے منائی۔ دو ماہ پہلے عزیز ترین چھوٹی بہن بینا کا انتقال ہوا تھا اور شادی سے چند دن پہلے پھوپی زاد بھائی ورِندر بھی موت کی گود میں چلا گیا۔ شادی کے ہنگامے میں ان دونوں کی شکلیں میری نظروں کے سامنے گھومتی رہیں۔ دل بار بار یہی کہتا کہ اگر بینا زندہ ہوتی تو وہ اپنی بھتیجی کی شادی میں کتنی خوش نظر آتی۔ اگر ورِندر ہوتا تو وہ اپنی بہن کی ڈولی کو کاندھا دیتا۔ لیکن قسمت کے آگے کس کی چلی ہے۔ لڑکی کی شادی تھی، لہٰذا تاریخ آگے بڑھائی نہیں جا سکتی تھی۔ یقین جانئے اگر لڑکے کی شادی کا موقع ہوتا تو شاید میں شادی ایک سال تک آگے بڑھا دیتا۔ اس کے باوجود میرے لاکھوں کروڑوں پرستاروں اور آپ جیسے مخلص دوستوں کی دعاؤں سے شادی کی تقریب بخیر و خوبی انجام پائی۔ ان تمام دوستوں سے جن کو کسی وجہ سے میں اس تقریب میں مدعو نہ کر سکا، میں ہاتھ جوڑ کر معافی کا طلب گار ہوں۔ میرے تمام پرستار اور دوست میری ذہنی حالت کا اندازہ اس تحریر سے بھی لگا سکتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے معاف کر دیں گے۔

(اداکار) دھرمیندر

ڈیئر ادریس صاحب:

ایک قیامت اور ٹوٹی۔ پتا جی کا سایہ بھی سر پر نہ رہا۔ رنج کی ان گھڑیوں میں بہت سے خیر خواہوں نے خود آ کر ڈھارس بندھائی بہت سے خطوں کے ذریعہ میرے غم میں شریک ہوئے۔ شمع کے وسیلے سے میں ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(اداکار) ونود کھنہ

ڈیر ادریس بھائی:

خط، تار، ٹیلی فون، پھول ــــ سب جنم دن کی مبارکباد دینے آئے۔ زیادہ تر پیغاموں میں شمع کا حوالہ دیا گیا تھا۔ میں سب کرم فرماؤں کا ممنون ہوں۔ بھگوان انہیں ڈھیر ساری خوشیاں دے۔

بمبئی کب آ رہے ہیں؟ بہت دن ہو گئے ملے ہوئے۔

نیدرلینڈ کے 'شترو گھن سنہا فین کلب' کے بارے میں شمع میں چھاپ کر آپ نے مجھ پر مزید مہربانی کی ہے۔ اس تعاون کے لئے کلب کی کرتا دھرتا مس لی وری بھی میرے نام اپنے خطوں میں شکریہ کا اظہار کرتی رہتی ہیں۔

(اداکار) شترو گھن سنہا

ڈیر ادریس جی:

شمع: نومبر میں اپنے دل کی بات کہنے کا مجھے موقع ملا، اس عنایت کے لئے ممنون ہوں۔ اس طرح مجھے ان پیارے پیارے لوگوں تک اپنی بات پہنچانے میں واقعی بہت مدد ملی ہے جو میری کوششوں کو پسند کرتے آئے ہیں۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔

(فلم ساز، ہدایت کار) من موہن ڈیسائی

★ کسی کی زندگی پر اس کے نام سے فلم بنانا اور بات ہے، مگر کسی بھی عام سے فلمی رول میں ہیروئن کا نام ایک ملک کی وزیر اعظم کے نام پر رکھ دینا کسی طور مناسب نہیں۔ فلم 'خداگواہ' میں یہی ستم کیا جا رہا ہے۔ اس فلم میں سری دیوی کا ڈبل رول ہے اور ایک رول میں اس کا نام بے نظیر رکھا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ نام محترمہ بے نظیر بھٹو کے پاکستان کی وزیر اعظم بننے سے پہلے رکھا گیا ہو، مگر محترمہ بے نظیر بھٹو تو کافی عرصہ سے عالمی شہرت رکھتی ہیں۔ فلم کی کہانی کے مطابق سری دیوی کو، جس کا نام بے نظیر ہوگا، ڈانس بھی کرنے ہوں گے، محبت کے سین بھی۔

'خداگواہ' کے پروڈیوسر کو بھی پاکستانی عوام کے جذبات کا پاس کرتے ہوئے ہیروئن کا نام کچھ اور رکھ دینا چاہئے۔

اقبال تاجر، کراچی

ٹی وی

★ 'مرزا غالب' گلزار اور کیفی اعظمی کی ادبی اور تحقیقی کاوشوں کے اعتبار سے ایک قابلِ تعریف سیریل ہے۔ لیکن دُور درشن والوں کی یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ ایک خالص اُردو سیریل کو ہندی سیریل کہہ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ کیا اس سلسلے میں اُردو دُنیا احتجاج نہیں کر سکتی؟

اس کے علاوہ یہ بھی کتنے افسوس کی بات ہے کہ کڑی نمبر ۶ (۱۵۔ دسمبر) میں اُردو کے عظیم ترین شاعر مرزا غالب نے ایک جگہ اپنی گفتگو میں "ذمّہ داری" کی جگہ "ذمّہ وارّی" کا لفظ استعمال کیا ہے جو سراسر غلط ہے۔ "ذمہ واری" صرف وہی لوگ بولتے ہیں جنہیں اُردو زبان پر عبور حاصل نہیں۔

اُمید ہے گلزار جنہیں اتّفاق سے شاعر ہونے کا بھی فخر حاصل ہے، آئندہ ایسی فاش غلطی کا ارتکاب نہیں کریں گے۔

قیصر عثمانی، بمبئی

★ ٹی وی سیریل 'مرزا غالب' میں گلزار اور کیفی اعظمی جیسے بڑے نام دیکھنے کے بعد توقع تھی کہ غالب کی حیات اور شاعری پر کوئی معیاری سیریل دیکھنے کو ملے گا۔ لیکن اس سیریل میں نصیر الدین شاہ کی عمدہ اداکاری اور جگجیت سنگھ کی مدھر آواز کے سوا معیاری کوئی چیز نہیں ہے۔ غالب کی شخصیت کو بہت غلط ڈھنگ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ ابھی تک جو کڑیاں دکھائی گئی ہیں انہیں دیکھ کر یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ مرزا غالب ایک اوباش، شرابی اور گھٹیا قسم کے قمار باز تھے جو شہر کوتوال کی ڈانٹ ڈپٹ بھی کسی عادی مجرم کی طرح برداشت کر لیا کرتے تھے۔ غالب کے بارے میں مطالعہ اور تحقیق سے

کام لینے کے بجائے سیریل بنانے والوں نے سہراب مودی کی مشہور فلم 'مرزا غالب' پر زیادہ انحصار کیا ہے جو خود غلط اور بے بنیاد باتوں پر مبنی تھی اور جس میں غالب کو ایک ٹریجک چھاپ عاشق کے روپ میں پیش کیا گیا تھا۔

اِس سیریل میں بہت سی واقعاتی غلطیاں بھی ہیں۔ مثلاً 'بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے' والی غزل غالب نے نوجوانی میں نہیں بلکہ ادھیڑ عمر میں کہی تھی۔ اسی طرح نوجوانی میں وہ کلین شیو رہا کرتے تھے اور بقولِ خود جب گالوں پر چیونٹی کے انڈے دکھائی دینے لگے تو ناچار ڈاڑھی بھی چھوڑی۔ غالب کا آبائی پیشہ سپہ گری تھا اور وہ ایک دراز قد انسان تھے، جب کہ نصیرالدّین شاہ معمولی قد وقامت کا اداکار ہے۔

کرداروں کے تلفّظ کی طرف مطلق دھیان نہیں دیا گیا ہے۔ کوتوال منیر خاں اپنے نام کا صحیح تلفّظ نہیں ادا کر پاتا اور 'منیر کھاں' کہتا ہے۔ جب مُرغ لڑ رہے ہوتے ہیں تو وہ بہت گرج کر کہتا ہے "یہ مُرگے کس کے ہیں؟" مصرع 'انسان ہوں پیالہ وساغر نہیں ہوں میں' میں ساغر کو 'ساگر' اور لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرّر نہیں ہوں میں 'مکرّر' کو 'مقرّر' کہہ کر اُردو تلفّظ کے ساتھ مذاق کیا گیا ہے۔ یہ غزل بھی شاہی وظیفہ ملنے کے بعد کہی گئی تھی۔ مشاعرے میں انہیں مومن کے بعد غزل پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے جب کہ دہلی میں نو وارد اور دنیائے شاعری میں مومن سے جونیر ہونے کی وجہ سے اُن کے سامنے شمع پہلے آتا تھی۔ مشاعرے میں مرزا کے کلام پر بالکل بازاری انداز میں اعتراضات کئے گئے ہیں جو اُس دَور کی تہذیب وروایات کے منافی ہیں۔ مثلاً "مصرع بھاری ہے۔ اُٹھتا نہیں۔ قُلی کی ضرورت ہے" وغیرہ۔ مرزا غالب کی اہلیہ کا نام اُمراؤ جان نہیں، اُمراؤ بیگم تھا۔ سیریل بنانے سے پہلے گلزار کو چاہئے تھا کہ کسی ماہرِ غالبیات کی خدمات حاصل کر لیتے۔ انہیں کوئی حق نہیں ہے کہ وہ غالب کی شبیہہ کو دُھندلا کریں۔

شمیم احمد، لکھنؤ

★ سیریل 'مرزا غالب' میں اشعار پڑھنے میں کہیں تلفّظ کی غلطیاں سُننے کو مل رہی ہیں، کہیں زیر، زبر کی چیرہ دستیاں اور کہیں الفاظ ہی بدل دیئے گئے ہیں۔ مثلاً جامِ سِفال کو 'جامِ سَفال' کہا گیا۔ مکرّر کی جگہ 'مقرّر' کہا گیا۔

نصیرالدّین شاہ کا سَراپا کم از کم غالب کی جوانی کے عالم سے تو بالکل ہی میل نہیں کھاتا۔ غالب بہت خوب رُو اور خوش وضع تھے اسی لئے لوگ ان کو مرزا نوشہ (یعنی دُولھا) کہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ غضب کے بذلہ سنج تھے بقولِ حالی اگر اُن کو 'حیوانِ ظریف' کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ نصیرالدّین شاہ کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ خوب رُو، خوش گفتار، بذلہ سنج غالب کا حُلیہ کس بُری طرح بگاڑا گیا ہے۔

رخسانہ اعجاز، بھوپال

★ ایک سین میں غالب کتب فروش میر صاحب کی دُکان پر ہیں کہ بالاخانے سے انہیں اپنی غزل کے اشعار سنائی دیتے ہیں اور وہ تحقیقات کے لئے بالاخانے کے زینے پر چڑھتے ہوئے اوپر جاتے ہیں۔ زینے کے پاس ہی ایک پان والے کی دُکان دکھائی گئی ہے، جہاں "پان پراگ" کے ڈبّے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ اب بھلا مرزا غالب کے زمانے میں پان پراگ! یہ راز تو گلزار ہی کھول سکتے ہیں۔

شبّیر حسین، بمبئی ۲۷

ادب

★ اِن دنوں میرے ستارے گردش میں ہیں۔ ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۸ کی صبح کو میرا چرمی بیگ، جس میں دوسرے ضروری کاغذات کے علاوہ تازہ ترین اشعار کی بیاض بھی رکھی تھی، ایک مقامی رکشا میں ہی رہ گیا۔ میری سادہ لوحی کہ کئی دن تک رکشا والے کی آمد کا انتظار کرتا رہا۔ آتا تو دس پندرہ روپے اس کی نذر کرتا۔ بیگ میں اس کے کام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بیاض میں پندرہ سولہ غزلیں۔ ایک سو رباعیات اور پندرہ بیس قطعات درج تھے! اب مایوس ہو کر یادداشت سے دوبارہ بیاض مرتّب کرنے کی فکر میں ہوں مگر طبیعت پر بہت زور ڈالنے کے باوجود سَو فی صد کامیابی محال ہے۔

ایک معمولی سی غفلت کی اتنی بڑی سزا ملی ہے۔ خدا کے حضور میں گڑگڑا کر دعا بھی کی کہ میری گُم شدہ بیاض مجھے مل جائے۔ معاف کیجئے، یہ سب میں کیوں لکھ رہا ہوں؟ اور اس سے حاصل بھی کیا ہوگا؟

باوا کرشن گوپال مغموم، چنڈی گڑھ

★ گورباچوف کا ہندوستان آنا بلاشبہ ایک یادگار واقعہ تھا۔ لیکن ان کے گرم جوش استقبال کا ایک پہلو تکلیف دہ بھی تھا۔ انڈیا گیٹ ہی نہیں دوسری گزرگاہوں پر بھی یہ منظر دل کو اُداس کر گیا کہ معصوم بچّوں کی قطاریں گھنٹوں سے ہندوستان کے معزز مہمان کے انتظار میں کھڑی ہیں۔ تھکن ان کے مُرجھائے ہوئے چہروں سے جھلک رہی تھی۔ میری اپنی بچّی بھی ان میں شامل تھی۔ تھکن کی وجہ سے اُسے بخار بھی ہو گیا تھا۔ یہ دُکھ ان اسکول کے بچّوں کو صرف اس لئے جھیلنا پڑا تھا کہ استقبالی نعروں اور ننھے مُنّے نڈھال ہاتھوں میں تھامے ہوئے جھنڈوں کے درمیان شاندار کاروں کا قافلہ ان پر ایک نظر ڈالے بغیر بجلی کی سی تیزی سے گزر جائے۔

اس روح فرسا منظر کو دیکھ کر ذہن میں ہیرانند سوز کی کہانی "کہاں گئے وہ لوگ" (شمع: اکتوبر ۱۹۸۸) تازہ ہو گئی۔ سچ مچ آج آزادی کے دَور میں بھی کم سن بچّوں پر اسی طرح ستم روا رکھا جاتا ہے۔ جیسا انگریز حاکموں کے دَور میں تھا۔

رقیہ الطاف، نئی دہلی ۴۸

★ ساگر چاپدالوی کی غزل (شمع: نومبر ۱۹۸۸) میں جہاں کچھ اشعار گاؤں اور شہر کے حالات کی صحیح عکاسی مؤثر ڈھنگ سے کرتے نظر آئے، وہیں کچھ شعر، جن میں اُنہوں نے اپنا یہ تجربہ قلم بند کیا ہے کہ 'گاؤں کی لڑکیاں دُودھ کی دُھلی اور شہر کی لڑکیاں گندی ہوتی ہیں' درست نہیں۔ یہ تو ہم شہری لڑکیوں پر ایک طرح بہتان تراشی ہے۔ اس سے ہمیں دلی تکلیف پہنچی۔ کسی ذاتی تجربے کی بنا پر شاعر کو کلیہ نہیں تراشنا چاہئے۔

شہناز رُوحی، کلکتہ



گزشتہ ۵ ماہ سے 'شمع' میں کسی ایک اہم فلم سے متعلق ایک فلمی مقابلہ دیا جارہا تھا جسے بے حد پسند کیا گیا مگر نومبر ۱۹۸۸ میں شائع ہونے والے فلم 'یتیم' کے مقابلہ کی آخری تاریخ جو

۱۹ دسمبر تھی ہم نے مجبوراً تاریخ بڑھاکر ۱۷۔ جنوری ۱۹۸۹ کردی تھی کیوں کہ فلم نمائش کے لئے ابھی تک پیش نہیں کی جاسکی ہے۔ اب اس کی آخری تاریخ ۱۵۔ فروری ۱۹۸۹ ہے کیونکہ فلم 'یتیم' کی نمائش ابھی تک نہیں ہوئی ہے گو جلد متوقع ہے۔

فلموں کی نمائش کی تاریخ میں کسی نہ کسی وجہ سے تاخیر ہو جاتی ہے اس لئے جب تک ہمیں کسی بڑی فلم کی تاریخ نمائش کا یقین نہیں ہو جاتا تب تک ہم آپ سے کچھ ادبی اور کچھ فلمی سوالات پوچھیں گے۔ مقابلہ کے درست جوابات دینے والے دو خوش نصیب پروانوں کو ایک ایک بلیک اینڈ وائٹ ٹیلی ویژن انعام میں دیا جائے گا۔ اگر درست جواب دو سے زیادہ موصول ہوئے تو فیصلے کے لئے تمام صحیح جوابوں کو الٹ پلٹ کر انعامی کوپن نکالے جائیں گے۔ اپنا جواب کوپن پر لکھ کر بھیجیے۔ آپ ایک سے زیادہ جواب بھی بھیج سکتے ہیں مگر ہر جواب الگ کوپن پر ہونا ضروری ہے پہلے یہ مقابلہ صرف ہندوستان میں رہنے والوں کے لئے تھا اسی لئے اسے انڈین ایڈیشن میں شائع کیا جاتا تھا اب اس میں غیر ملکی پروانے بھی شرکت کرسکتے ہیں۔ انعام میں ٹی وی نکلنے کی صورت میں ہندوستان میں ہی رہنے والے کسی دوست یا عزیز کا پتہ لکھ سکتے ہیں جسے ہم ان کے انعام کا ٹی وی دے دیں گے، کیوں کہ غیر ممالک میں ٹی وی بھیجنا کسی طور ممکن نہیں ہے۔

مقابلہ کے سوالات بہت آسان اور دلچسپ ہیں جو آپ کو مطالعہ اور جستجو کی طرف راغب کرتے ہیں۔ ان سوالات کے جواب آپ کو شمع فلم ٹی وی نمبر اور شمع کہانی نمبر میں مل سکتے ہیں۔

صرف سادہ ڈاک سے بھیجے گئے جوابات مقابلہ میں شریک ہوں گے رجسٹری ڈاک، اسپیڈ پوسٹ یا کوریئر COURIER سے بھیجے گئے جوابات مقابلہ میں شریک نہیں کئے جائیں گے۔ مقابلہ میں حصہ لینے والے مدیران شمع کے ہر فیصلے کے پابند ہوں گے مقابلہ میں شرکت کا مطلب یہی ہے کہ آپ کو ان شرائط سے اتفاق ہے۔

۱۔ ۱۹۱۳ میں جب ہندوستان میں پہلی بار فلمیں بننا شروع ہوئیں تب عورتوں کا فلموں میں آنا معیوب اور انتہائی اخلاقی گراوٹ کی بات سمجھا گیا۔ اس لئے ہندوستان کی پہلی فلم "راجہ ہریش چندر" میں کسی بھی مذہب اور کسی بھی طبقہ سے کوئی عورت اس فلم میں کام کرنے کے لئے تیار نہ ہوئی اور عورتوں کے رول مردوں نے کئے مگر اس فلم میں ایک سات سالہ بچی نے کام کیا تھا اس طرح اس بچی کو ہندوستانی فلمی پردہ پر کام کرنے والی پہلی خاتون کہا جاسکتا ہے۔ اس بچی کا نام بتایئے جس کی تصویر بھی آپ نے شمع فلم ٹی وی نمبر میں دیکھی ہوگی۔

۲۔ اداکارہ نرگس بچپن میں کس نام سے فلموں میں کام کرتی تھیں۔

۳۔ ۱۹۴۲ میں خواجہ احمد عباس نے اس وقت کے 'آسمان، فلم پر چمکنے والے ستاروں میں سے اپنی پسند کی پانچ اداکاراؤں اور پانچ اداکاروں کا انتخاب کیا تھا۔ اس مضمون سے اقتباس شمع فلم اور ٹی وی نمبر میں پیش کیا گیا ہے۔ خواجہ احمد عباس کی ان پانچ پسندیدہ ہیروئنوں کے نام بتائیں۔

۴۔ شمع کے کہانی نمبر میں شائع ہونے والی واجدہ تبسم کی کہانی "دولہے دلہنیں" کی شاہ بانو جو دونوں ہاتھوں سے خیرات کرتی تھی دراصل کون تھی؟

۵۔ شمع کہانی نمبر میں عصمت چغتائی کی شائع ہونے والی کہانی "سندرسی" میں سندرسی کسے کہا تھا؟

شمع فلمی / ادبی مقابلہ نمبر ۶

۱ .... ۲ ....

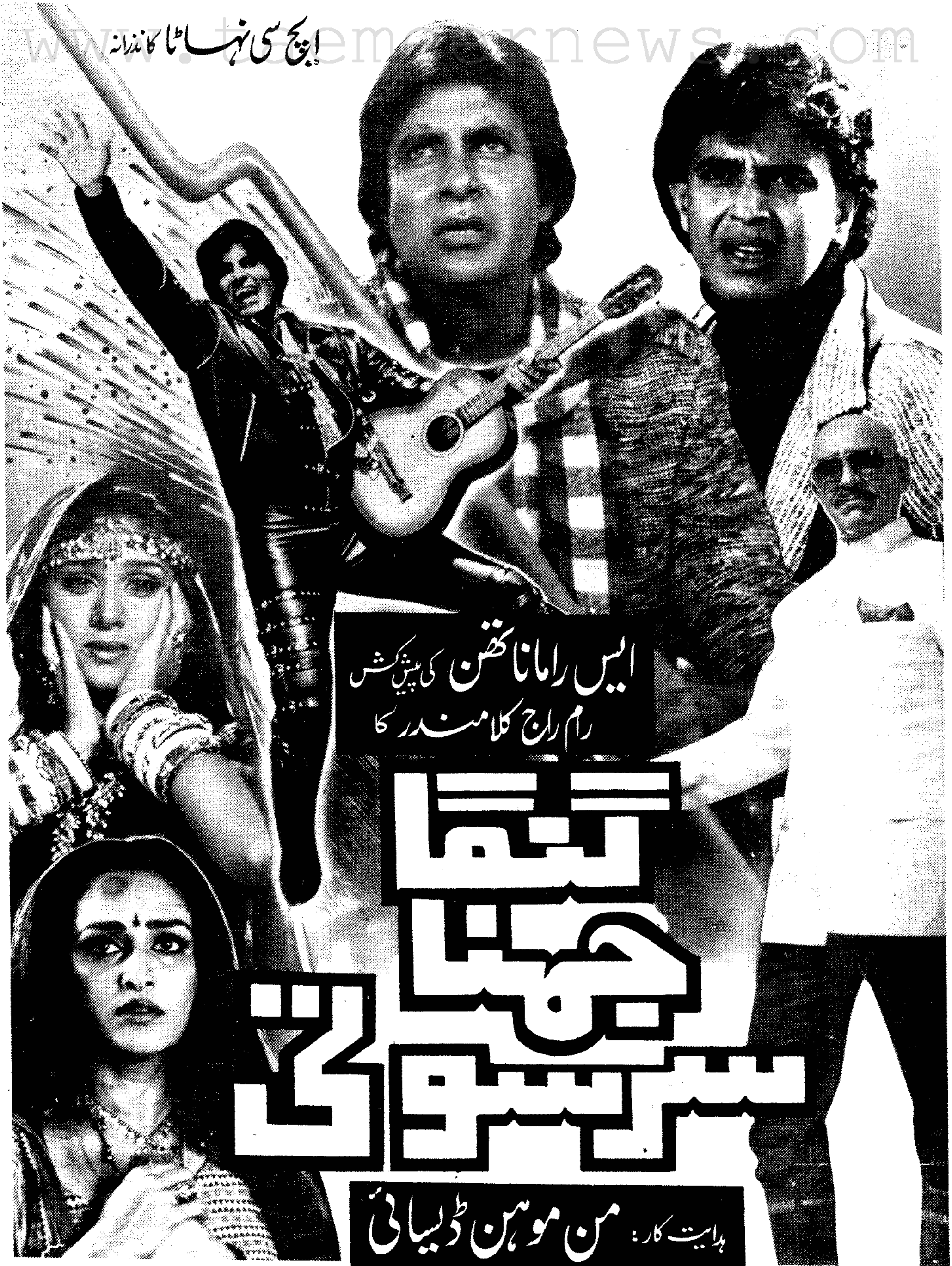
۳ ....

۴ ....

۵ ....

کیا آپ کے پاس پہلے سے ٹیلی ویژن ہے؟ اگر ہے تو یہاں اس کا نام لکھئے تاکہ ہم آپ کو وہی ٹیلی ویژن پیش نہ کردیں۔ اگر آپ کے پاس پہلے سے ٹیلی ویژن نہیں ہے تو آپ صرف لکھیں کہ نہیں ہے۔ ....

آخری تاریخ : ۱۵۔ فروری ۱۹۸۹



موسیقار: انو ملک کہانی: پریاگ راج اسکرین پلے: کے کے شکلا گیت: اندیور، پریاگ راج مکالمے: قادر خاں

جُدائی کا خط

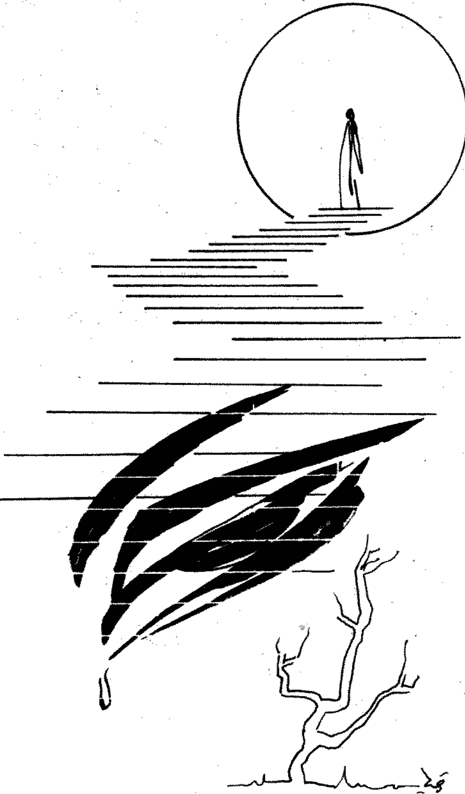
صلاح الدین پرویز
(ریاض، سعودی عرب)

پھر آنکھ میں میری گِر جائے، اِک کِرچی تیری چوڑی کی
اِک ساعدِ سیمیں پھر مہکے اور آنکھ میری سہلاتا ہو
پھر ہونٹ پہ تیرے گِر جائے اِک کنکر میرے آنسو کا
میں اس کو ڈھونڈنے نکلوں تو، تُو پردوں میں چُھپ جاتا ہو
اِک دِن، اِک پل ٹکرائے، جب میرے بدن سے تیرا بدن
میں گھبراہٹ میں ہنسنے لگوں اور تو یُوں ہی شرماتا ہو

میں دیکھ رہا ہوں جان تجھے تُو میرے سامنے بیٹھی ہے
کھڑکی کے باہر بارش کی پد چاپ سُنائی دیتی ہے
میں دیکھ رہا ہوں جان تجھے اِس آنکھ کے سچّے البم میں
میں دیکھ رہا ہوں جان تجھے اِس وصل کے سچّے موسم میں
کچھ زُلفوں سے، اس چہرے پر چھپتی ہے اور چھُپاتی ہے
کچھ آنکھوں سے، ان آنکھوں کو سُنتی ہے اور سناتی ہے
کچھ ہونٹوں سے، ان ہونٹوں پر جُھکتی ہے، شرماجاتی ہے
کچھ دھڑکن سے، اس دھڑکن پر نکھتی ہے اور مٹاتی ہے
میں وصل کے زینے چڑھتا ہوں اور ہجر کی دستک سُنتا ہوں
اِک بارش گھر کے اندر ہے، اِک بارش دِل میں سنتا ہوں

اِس جنگل کے سنّاٹے میں ہے کون جو مجھ کو بُلاتا ہے
میں جیسے ہی مُڑ کر دیکھوں تُو پتّھر کا بن جاتا ہے
دُور دراز کا رستہ ہے اور آخرِ شب کا دُھندلکا ہے
دِل تیری یاد کی آگ لئے کچھ یُوں ہی جلتا بُجھتا ہے
وہ سامنے اک خیمہ کیسا، کیا رہتی ہے واں کوئی بَلا
میں اس کو چھُو نہیں پاؤں گا ڈر ہر دَم ایسا لگتا ہے

یہ جنگل ہے یا صحرا ہے، یا شہر مرے افسوس کا ہے
یہ بستی ہے یا آبادی یا پرسش مرے ناموس کا ہے
اِس جنگل کے سنّاٹے میں ہے کون جو مجھ کو بُلاتا ہے
میں جیسے ہی مُڑ کر دیکھوں تو پتّھر کا بن جاتا ہے



एक बेहतरीन
पान मसाला व ज़र्दा
मिक्स पुड़िया





गुटखा

पान मसाला एवं ज़र्दे का अनोखा मिश्रण!

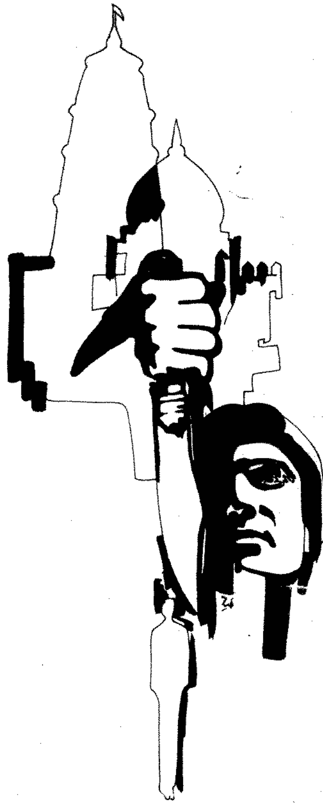
Beautex

संवैधानिक सूचना : तम्बाकु का सेवन स्वास्थ्य के लिये हानिकारक है।

Available in U.A.E. at IBSONS Corporation
P.O. Box No. 5313 Dubai (U.A.E.)
Phone : 222872 & 281031 Telex : 48026 IBSON EM

کٹی زبانیں

عزیز قیسی



ذہن میں، سر میں، پورے بدن میں، اُمڈ اُمڈ کر بہتے پانی کی سنناہٹ سی ہے، جیسے سوتے میں باڑھ آگئی ہو۔ یا پھر شاید میں کسی گھنے جنگل میں ہوں جہاں ہوائیں لمبی لمبی سانسیں بھر رہی ہیں۔ دھیرے دھیرے سنناہٹ بھن بھن کرتے دُور سے نظر آنے والے مجمع کے شور میں بدلتی جا رہی ہے۔ یا جیسے میں جگہ جگہ جلتے گھروں کے گرنے کی دھمک سُن رہا ہوں۔

یہ آوازیں رفتہ رفتہ مزید تیز اور چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔ میں انہیں صرف اپنے کانوں سے نہیں، اپنے پورے جسم سے، رُوئیں رُوئیں سے سُن رہا ہوں۔ میرے بدن میں جگہ جگہ انگارے دہک رہے ہیں۔ میری آنکھوں تک ان انگاروں کی لپک آرہی ہے۔ میری آنکھیں دہک رہی ہیں۔ ایسا لگتا ہے پلکوں کو طاقت لگائے بغیر کھولنا مشکل ہے۔ ایک پہلی رات کے چاند کی طرح اُجالے کی لکیر سی اوپر نیچے کی پلکوں کے درمیان پیدا ہوئی ہے۔

میں کہاں ہوں؟ کچھ ہیولے سے میرے آس پاس کھڑے ہیں۔ پلکوں کی باریک کمان سے مجھے نظر آرہا ہے، یہ انسانی جسم ہیں۔ ہاں ہاں، یہ انسان ہیں۔ ان میں مرد بھی ہیں، عورتیں بھی۔ بصارت کی تنگ کمان کے کھلنے کے ساتھ سماعت کے دروازے کے پٹ بھی دھیرے دھیرے کھل رہے ہیں۔ دبی دبی بھنبھناہٹ آوازوں میں بدل رہی ہے۔

"نام نہیں معلوم۔ جب لایا گیا تو بے ہوش تھا۔"

"کون لایا تھا؟"

"ایک بوڑھا لے کر آیا تھا، اپنے ہاتھوں پر اُٹھائے ہوئے۔"

"ہاتھوں پر اٹھائے!"

"ہاں، گراں ڈیل، بہت مضبوط بدن کا تھا وہ بوڑھا۔ مگر بچے کی طرح رو رہا تھا۔"

"اوہ! میں ہسپتال میں ہوں۔ پلکوں کی کمان سے اب صاف نظر آرہا ہے۔ وہ ڈاکٹر ہے، وہ نرس۔ وہ شاید ڈاکٹر کا اسسٹنٹ ہے۔ اور وہ جو ڈاکٹر سے پوچھ رہا ہے، وہ شاید پولیس افسر ہے یا کوئی جرنلسٹ ہے، یا کوئی لیڈر ہے۔"

"کیا نام تھا اُس بوڑھے کا؟"

"پوچھ نہیں سکے ہم۔ ہسپتال میں گھائلوں کی بھیڑ تھی اور اس بھیڑ میں ہی وہ کہیں گم ہو گیا اُس بوڑھے کے پہلو میں بھی چاقو کا گھاؤ تھا اور خون بہہ رہا تھا۔"

"کم سے کم آپ یہ تو بتا سکتے ہیں کہ وہ ہندو تھا یا مسلمان؟"

"یہ بھی نہیں بتا سکتے ہیں ہم۔ مگر آپ کیوں جاننا چاہتے ہیں؟"

"بہت ضروری ہے یہ جاننا۔ اب میں آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ یہ لڑکا کون ہے اور میں اس کے بارے میں کتنا پریشان ہوں۔"

میں اس آواز کو پہچانتا ہوں۔ میں پلکوں کی کمان سے اس شخص کو دیکھ رہا ہوں، پہچان رہا ہوں۔ میں اس کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں لیکن میرے بولنے کی طاقت میرے دیکھنے اور سننے کی طاقت کا ساتھ نہیں دے رہی ہے۔ یہ شخص وہی ہے جس نے مجھے بتایا تھا کہ ہماری عبادت گاہ میں ایک شخص گندگی ڈال رہا ہے۔ میں اس کے آگے کچھ سُن نہیں سکا تھا، اس لئے کہ میں نے پچھلے فساد میں دوسرے فرقے کی عبادت گاہ میں اس شخص کے کہنے پر گندگی ڈالی تھی، کیوں کہ اس سے پہلے کے فساد میں میری ماں کو مارا گیا تھا اور مجھے اپنی ماں کے خون کا بدلہ لینا تھا۔ مجھے کسی عبادت گاہ میں گندگی ڈالنے کے نتیجوں کا علم تھا۔ پچھلی بار جب میں نے گندگی ڈالی تھی اور دوسرے دن صبح کے اخبار میں تین کالم کی سُرخی لگی تھی تو شام تک گلی کوچوں میں خون کی سُرخی پھیل چکی تھی۔ میں اس شخص کو قتل کرنے گیا تھا۔ رات کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک ٹولی اس شخص کو بچا کر لے جا رہی ہے۔ میں ان پر ٹوٹ پڑا۔ اُس شخص تک میرا چاقو نہیں پہنچ سکا، کیوں کہ اُس پر حملہ کرنے سے پہلے کسی نے میری پیٹھ میں چاقو اُتار دیا تھا اور پھر میں شاید کچھ دیر کے لئے بے ہوش ہو گیا تھا۔ مجھے دُھندلا دُھندلا سا یاد ہے کہ میں نیم بے ہوشی کی حالت میں لڑکھڑاتا ہوا چل رہا تھا کہ کسی نے میرے سینے پر وار کر دیا تھا۔ مگر پھر — یہ بوڑھا کون تھا جو مجھے ہسپتال لے آیا تھا؟ میں بھی پوچھنا چاہتا ہوں۔ مگر سماعت اور بصارت کی طرح میری گویائی واپس نہیں آئی ہے۔



● فلم کے سیٹ پر شمع رانی اور تسلیم زرگرانی — جہاں ردا نے فلم 'تھانیدار' کے لئے ماڈرن لباس پہنا ہے تو فلم 'زخمی زمین' کے لئے دیہاتی



نرس کہہ رہی ہے "ڈاکٹر اس کا بدن انجکشن کی سوئی کو ری ایکٹ کر رہا ہے۔ شاید اسے ہوش آ رہا ہے۔" نرس مجھ پر جھکی ہے۔ شاید وہ آکسیجن ماسک کو ٹھیک کر رہی ہے۔ اس کا چہرہ میری ماں کے چہرے جیسا دکھائی دے رہا ہے۔

یہ ڈاکٹر اور نرس کس دھرم کے ہیں؟ کیا ہے ان کا مذہب؟ نرس سسٹر ہے اور ڈاکٹر بس ڈاکٹر۔ نام کیا ہیں ان کے؟

اور یہ کون ہے جو بار بار میرا نام پوچھ رہا ہے۔ شاید کوئی اخبار والا ہے۔ یا شاید کوئی لیڈر ہے۔ ڈاکٹر اس سے کہہ رہا ہے "نام مجھے نہیں معلوم۔ میں کتنی بار کہہ چکا ہوں۔ نام اور دھرم جان کر کیا کریں گے آپ؟ کیا آپ کے لئے یہ جاننا کافی نہیں کہ یہ نوجوان زخمی ہے اور موت اور زندگی کے بیچ لٹکا ہوا ہے؟"

میں دیکھ رہا ہوں —— ادھ کھلی آنکھوں سے ایک بھیڑ سی اس وارڈ کی طرف آ رہی ہے۔ میرے پلنگ کے پاس ایک اسٹریچر اٹھائے ہوئے دو آدمی آئے ہوئے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں، وہ اسٹریچر نیچے رکھ رہے ہیں۔ اسٹریچر پر جو شخص بے ہوش پڑا ہے، اُسے اٹھا کر بیڈ پر ڈالا جا رہا ہے۔ یہ بھیڑ کیوں ہے؟ کیا یہ کوئی بہت بڑا، بہت اہم آدمی ہے؟ میں اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا۔

بھیڑ میں لوگ آپس میں تیز تیز باتیں کر رہے ہیں، جو میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ ڈاکٹر چلّا کر کہہ رہا ہے: "پلیز! چپ ہو جائیے!"

سب چپ ہو جاتے ہیں۔

"شور نہ کیجئے یہاں۔" ڈاکٹر کہہ رہا ہے "آپ سب چلے جائیں۔ وہاں جائیے وزیٹنگ لاؤنج میں —— یہاں پر صرف ایک شخص رہ سکتا ہے، جو اُس کا عزیز یا رشتہ دار ہو۔"

"اس کا کوئی عزیز یا رشتہ دار نہیں۔" کوئی کہہ رہا ہے۔

"تو پھر آپ سب لوگ کون ہیں؟"

سب آوازیں گڈمڈ ہو رہی ہیں۔ کچھ ایسا سنائی دے رہا ہے، جیسے کئی آوازیں کہہ رہی ہوں: "ہم ہندو ہیں —— ہم مسلمان ہیں۔"

"سائیلنس!" نرس پھر چلّاتی ہے۔

ایسا لگتا ہے، نہ صرف سب چپ ہو گئے، بلکہ سب چلے۔ میں دیکھ رہا ہوں، وہی شخص رہ گیا ہے جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں جس کی آواز پہچانتا ہوں۔

"اسے کب تک ہوش آ جائے گا، ڈاکٹر؟"

اس کا لہجہ خشک ہے۔

"میں کچھ بتا نہیں سکتا۔" ڈاکٹر کہہ رہا ہے۔

"آپ کچھ بتا نہیں سکتے؟" وہ شخص کہہ رہا ہے "یہ شخص بہت اہم آدمی ہے، ڈاکٹر۔ یہ وہ شخص ہے جس نے عبادت گاہ میں گندگی ڈالی تھی۔"

مجھے ایک جھٹکا سا لگتا ہے، جیسے اچانک باڑھ کا ریلا زور پکڑ جائے۔

"باہر جو بھیڑ کھڑی ہے ان میں کچھ لوگ وہ ہیں جو اُسے جان سے مارنا چاہتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جو ہر قیمت پر اس کی جان بچانا چاہتے ہیں۔"

یہ وہ شخص ہے جسے میں جان سے مارنا چاہتا ہوں، جسے میں نے جان سے مارنے کے لئے گیا تھا۔ میری سماعت کے دروازے کے پٹ دھڑاک سے کھلتے ہیں، جیسے تیز ہوا کے کسی جھکڑ نے کھول دئے ہوں۔ میرے پورے

بدن میں گھنے جنگلوں کی ہوائیں لمبی لمبی سانسیں بھرنے لگی ہیں۔ باڑھ کے اُمڈتے ہوئے پانی کے مونہہ زور دھارے جیسے میرے بدن میں اوپر سے نیچے، نیچے سے اوپر، ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے بہہ رہے ہیں۔ میں چیخنا چاہتا ہوں میں اُس شخص کے مونہہ پر تھوکنا چاہتا ہوں۔ میں اُسے جان سے مارنا چاہتا ہوں۔

وہی غیرجذباتی شخص ڈاکٹر سے کہہ رہا ہے: "آپ نہیں جانتے ڈاکٹر، یہ دونوں نوجوان ہمارے لئے کتنے اہم ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ یہ نمبر ۱۳، جسے ایک مسلمان بوڑھا اُٹھا کر لایا ہے۔ یہ وہ نوجوان ہے جو پچھلے فساد کا سبب ہے۔ اور یہ جسے ہندوؤں کی ایک بھیڑ اُٹھا کر لائی ہے، یہ اِس بار کے فساد کا سبب ہے۔ اور یہ بھیڑ جو باہر کھڑی ہے اس میں ہندو بھی ہیں، مسلمان بھی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اپنے فرقے کے گھائلوں کی گنتی کرتے ہیں اور اپنے فرقے کے مُردوں کو ٹھکانے لگاتے ہیں۔"

"آپ تو بہت کچھ جانتے ہیں!" غیرجذباتی شخص کہہ رہا ہے۔ اس کے لہجے میں طنز کی کاٹ ہے۔

"آپ جتنا پھر بھی نہیں جانتا۔ مجھے صرف یہ بتا دیجئے کہ اِن دونوں نوجوانوں میں کس سے آپ کا تعلق ہے۔"

"میرا دونوں سے تعلّق ہے۔"

"اِن کی زندگی سے یا موت سے؟"

"زندگی سے۔"

"نہیں۔" ڈاکٹر کا لہجہ ایک دَم غیرجذباتی ہوگیا ہے۔ "آپ اور یہ پوری بھیڑ کا جو باہر کھڑی ہے ـــ آپ سب صرف یہ جاننا چاہتے ہیں' صرف یہ اُمید لئے آئے ہیں کہ یہ دونوں نوجوان مَر جائیں، تاکہ دونوں فرقوں کی عبادت گاہوں میں گندگی ڈلوانے والوں کے نام ظاہر نہ ہوں۔"

"آپ کیا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ دونوں فرقوں کی عبادت گاہوں میں گندگی ڈلوانے والے ایک ہی ہیں؟" غیرجذباتی شخص بے جذباتی ہوگیا ہے۔ اس کے لہجے میں غصّہ ہے۔

"ایک ہی نہ سہی، ایک ہی فرقے کے لوگ ہیں۔" ڈاکٹر کا لہجہ بے جذباتی ہوگیا جیسے آپریشن کا نشتر ہوتا ہے۔

"کون سا فرقہ؟ ہندو یا مسلمان؟"

"نہ ہندو، نہ مسلمان۔ یہ فرقہ ہے جس کا مذہب اور دھرم ہی عبادت گاہوں میں گندگی ڈلوانا ہے۔"

وہ شخص چُپ ہے، لیکن ڈاکٹر کہے جا رہا ہے: "اُسی فرقے کے لوگوں نے ان دونوں کو گھائل کیا ہے۔ ان دونوں کی پیٹھ پر بھی گھاؤ ہیں اور سینے پر بھی۔ ایک کی پیٹھ پر جس ہتھیار سے گھاؤ لگایا گیا ہے، دوسرے کے سینے پر بھی اسی ہتھیار سے گھاؤ لگا ہے۔ اور ..." ڈاکٹر پھر جذباتی ہو رہا ہے "اور ..." اُس کی آواز بھرّا گئی ہے۔ "اور یہ میں اس لئے پورے یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ دونوں کو اسی فرقے کے لوگوں نے مارا ہے کہ ـــ کہ اِن دونوں کی زبانیں کاٹ دی گئی ہیں۔"

میرے جسم میں اوپر سے نیچے، نیچے سے اوپر باڑھ کے پانی کے دھارے ایک دوسرے کو کاٹتے ہوئے، سنسناتے ہوئے بہہ رہے ہیں۔ گھنے جنگلوں کی ہَوائیں میرے سینے میں، میرے سر میں سائیں سائیں کر رہی ہیں۔ نرس نے پھر مجھے جُھک کر دیکھا ہے۔

ڈاکٹر کہہ رہا ہے "سِسٹر، نمبر ۱۳ کو خون چڑھاؤ۔"

نرس چُپ ہے۔ ڈاکٹر پھر کہہ رہا ہے "تم سے کیا کہا میں نے، سِسٹر؟ نمبر ۱۲ کو بھی خون چڑھاؤ۔ فوراً۔ نہیں تو دونوں مَر جائیں گے۔"

نرس دھیرے سے کہہ رہی ہے: "ڈاکٹر دونوں کا بلڈ گروپ ایک ہی ہے اور اس بلڈ گروپ کا خون اسٹاک میں نہیں ہے۔"

میں کہنا چاہتا ہوں، یہ خون تو بہت تھا اسٹاک میں، لیکن میں نے اور بیڈ نمبر ۱۲ اور ۱۴ والے نے صبح سے شام تک گلی کوچوں میں اس خون سے ہولی کھیلی ہے۔ مگر میں کیسے کہوں؟ میری تو زبان کاٹ دی گئی ہے۔

■■



● فلم نگاہیں کے سیٹ پر سری دیوی کے چہرے پر مسکراہٹ ہے اور امریش پوری کے ماتھے پر غصّہ کی لکیریں اور ہاتھ میں ترشول ہے

اپنے بچے کو دیجئے
سیریلیک کا انوکھا فائدہ

کیجئے ٹھوس خوراک کی شروعات

Nestlé
Cerelac
instant milk cereal
Wheat-Apple
Already contains milk just add to water
6 مہینے کی عمر سے

Nestlé
Cerelac
instant milk cereal
Wheat
Already contains milk just add to water
4 مہینے کی عمر سے

Nestlé
Cerelac
instant milk cereal
Wheat-Orange
NEW
Already contains milk just add to water
6 مہینے کی عمر سے

چار مہینے کی عمر سے آپ کے بچے کو دودھ کے ساتھ ساتھ ٹھوس غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وقت ہے اسے سیریلیک کا انوکھا فائدہ دینے کا۔

غذائیت کا فائدہ: سیریلیک کی ہر ایک خوراک آپ کے بچے کو سارے غذائیت بخش اجزا فراہم کرتی ہے۔ پروٹین، کاربوہائیڈریٹس، چکنائی، وٹامن اور معدنیات۔ آپ کے بچے کی ضروریات کے مطابق سب کچھ متوازن اور صحیح روپ میں۔

مزے کا فائدہ: سیریلیک کا نرالا مزہ بچوں کو بہت بھاتا ہے۔

وقت کا فائدہ: سیریلیک پہلے سے ہی پکایا ہوا ہے اس میں دودھ اور چینی موجود ہے۔ اسے اُبلے ہوئے گنگنے پانی میں ملائیے اور بس بچے کو کھلائیے۔

پسند کا فائدہ: اب سیریلیک تین ذائقوں میں دستیاب ہے۔

براہ کرم ڈبے پر دی ہوئی ہدایتوں پر احتیاط کے ساتھ عمل کیجیے تاکہ اس کے بنانے میں صفائی رہے اور آپ کے بچے کو ملے متوازن غذائیت بخش خوراک۔

مفت:
سیریلیک بے بی کیئر بک کیلئے اِس پتے پر لکھیے،
سیریلیک پوسٹ بکس نمبر 3 نئی دِلی 110 008

Nestlé

سیریلیک کا وعدہ غذائیت میں مکمل بے حد مزہ دار

شناختی کارڈ

(ڈاکٹر) کیول دھیر

شاعروں، ادیبوں، فن کاروں، مصوّروں اور دوسرے تخلیقی کام کرنے والوں کے ایک جلسے کا اہتمام اس مقصد سے کیا گیا کہ ان مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے تمام لوگوں کے مسائل پر غور کیا جائے۔ جلسے میں ملک کے کونے کونے سے بہت بڑی تعداد میں تخلیق کاروں نے شرکت کی۔ زیادہ تر تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو مالی طور پر خستہ حال تھے۔ یہ محض اتفاق نہیں تھا، بلکہ جلسے کے اہتمام کا بنیادی مقصد ہی تخلیق کاروں کو زندگی کا بہتر معیار مہیا کرانے کے اقدامات پر غور کرنا تھا۔



طے پایا تھا کہ جلسے میں کسی بھی غیر متعلقہ فرد کو شرکت کی اجازت نہ دی جائے، کیوں کہ اس میں تخلیق کاروں کے ذاتی مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا جانا تھا۔

یہ بھی طے پایا تھا کہ اس جلسے میں کوئی مہمانِ خصوصی یا صدر نہیں ہوگا، کیوں کہ اندیشہ تھا کہ اس سوال کو لے کر کہیں تخلیق کاروں میں باہمی تکرار اور محاذ آرائی شروع نہ ہو جائے۔ مہمانِ خصوصی یا صدر عموماً نمایاں اور ممتاز شخصیت کا مالک ہوتا ہے اور تخلیق کاروں میں سے نمایاں اور ممتاز شخصیت کا انتخاب کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا، کیوں کہ ہر تخلیق کار اپنے آپ کو کسی سے کم تصور نہیں کرتا۔ اس خیال سے کہ حسّاس تخلیق کاروں کا احساس مجروح نہ ہو، جلسہ کسی صدرِ محترم اور مہمانِ خصوصی کے بغیر منعقد ہو رہا تھا۔

ایک تخلیق کار کو نظامت کی ذمہ داری سونپی گئی، تاکہ مائیک پر وہ باری باری اُن لوگوں کے نام پکارتا رہے جن کو تقریر کرنا تھی۔

ناظم پر یہ شرط بھی لگا دی گئی تھی کہ وہ کسی بھی تقریر کرنے والا کا تفصیلی تعارف پیش نہیں کرے گا اور نہ اپنی طرف سے کوئی غیر ضروری بات کہے گا۔

ادب اور فنون کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ایک ایک تخلیق کار پر مشتمل ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی گئی تھی، تاکہ وہ پیش کی جانے والی مختلف تجویزوں کو نوٹ کرتے رہیں اور بعد میں ایک جامع رپورٹ تیار کر سکیں۔

ناظم کو اجلاس کی کارروائی شروع کرنے سے پہلے ایک تحریری بیان پڑھنے کے لئے دیا گیا تھا، جو اس طرح تھا:

"اس ملک کے عظیم تخلیق کارو! آپ تمام خواتین و حضرات کو آج کے اس اہم جلسے میں شرکت کی دعوت اس لئے دی گئی ہے کہ ہم مل بیٹھ کر اپنے مسائل پر سنجیدگی سے غور کر سکیں اور اس ملک کے تخلیق کاروں کا معیارِ زندگی بہتر بنانے کے لئے حاکمِ ملک کی خدمت میں ٹھوس تجویز پیش کر سکیں۔ یہ ادیبوں، فن کاروں، مصوّروں اور شاعروں کے دُکھ درد کے اظہار کا جلسہ ہے، اس لئے ہر مقرر صرف اپنے دُکھ درد بیان کرنے کی زحمت فرمائے۔ فن اور فن کار کے کسی بھی دوسرے پہلو پر بحث اور تنقید کرنا ممنوع ہے۔"

تحریری بیان پڑھنے کے بعد ناظم نے

سب سے پہلے ملک کے ایک بزرگ شاعر جناب 'فلاں صاحب' کو تقریر کرنے کی دعوت دی۔
اپنی تقریر میں شاعرِ محترم نے فرمایا:

"اس ملک کے فن کاروں میں شاعروں کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور اُن کی زندگی سب سے زیادہ الم ناک ہے۔ شعری تخلیق کے لئے انہیں زندگی بھر تخلیقی کرب سے گزرنا پڑتا ہے۔ جوانی میں جوان ہونے کے احساس کے درد --- درد کے احساس کے جذباتی ردِ عمل۔ اور جذباتی ردِ عمل سے تخلیق ہونے والے شعر سے ایک شاعر کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ شعر میں زندگی کا حُسن سمونے اور حسین جذبوں کی تسکین کے لئے کسی پری پیکر محبوب کی ضرورت پیش آتی ہے۔ عموماً حالات ایسے ہوتے ہیں کہ شاعر بے چارہ یک طرفہ عشق میں مبتلا ہو کر اپنے محبوب کے تصور میں شعر کہتا ہے اور اگر سچ مچ کوئی گل بدن اُسے محبت کے قابل سمجھ کر اپنا محبوب بنالیتی ہے تو بھی شاعر اس کے عشق میں ڈوب کر شعر تخلیق کرتا چلا جاتا ہے۔ عشق یک طرفہ ہو یا دو طرفہ، شاعر کے لئے اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا، کیوں کہ دونوں حالتوں میں اپنی سُدھ بُدھ کھو کر اُسے تخلیقی عمل میں غرق ہونا ہی پڑتا ہے۔ عشق تو محض اس کے لئے محرک اور روح کی خوراک ہوتا ہے۔

"اس کے بعد دوسرا مرحلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب شاعر کے تصور کی محبوبہ اُس کی آنکھوں کے سامنے کسی اور کے آغوش میں چلی جاتی ہے اور وہ کم نصیب ہر لمحہ آہیں بھرتا رہتا ہے۔ محبوبہ اگر حقیقی ہو تو بھی ستم زدہ شاعر کو آہیں بھرنا ہی پڑتی ہیں، کیوں کہ اکثر حالات میں رسوا ہونے سے پہلے، یا نیم رسوائی یا مکمل رسوائی کے بعد محبوبہ اپنے محبوب شاعر کے دل کش الفاظ کے حصار کو توڑ کر جب سماج کی تلخ حقیقت اور شاعر کی مفلسی سے آشنا ہوتی ہے تو وہ کسی اور کی بیوی بن ہی جاتی ہے تو وہ شاعر کے لئے محبوبہ نہ رہ کر کئی عدد بچوں کا باپ اور ایک نکما اور نکھٹو شوہر ہو کر رہ جاتا ہے۔ شاعر کی زندگی کا یہ دور بہت ہی نازک اور اندوہ ناک ہوتا ہے اور اپنی تمام تر شاعرانہ نزاکتوں، غموں اور خوابوں کو وہ مے کے پیالوں میں ڈبو دیتا ہے۔ اس طرح موسموں کی طرح شاعر کی زندگی کے حالات بدلتے ہیں لیکن اس کا تخلیقی عمل برابر جاری رہتا ہے۔

"یہ شاعر کی زندگی کا المیہ ہے کہ وہ عمر بھر ہر طرح کی محرومی کا شکار ہوتا رہتا ہے۔ میدانِ محبت میں، ازدواجی زندگی میں، سماج کے ہر شعبے میں یہی محرومی اُس کے لئے سدِ راہ بنی رہتی ہے۔ شطرنج کی طرح شاعری کے میدان میں بھی اپنے ہوشیار اور چالاک حریفوں کی شاطرانہ چالوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے اُسے ان ہی محرومیوں کا باعث بہت سی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے شاعر کی محرومیوں کا سب سے بڑا سبب اُس کی خستہ مالی حالت ہے۔ اس لئے شاعروں کو بہتر معیارِ زندگی فراہم کرنے کے لئے لازم ہے کہ ان کی مالی مفلسی کو ختم کیا جائے۔"

زوردار تالیوں کی گڑگڑاہٹ کے بعد ناظم نے ایک ادیب کو مائیک پر آکر اپنے دُکھ درد بیان کرنے کی دعوت دی۔ ادیب نے شاعرِ محترم کی تقریر میں شامل بعض نہایت اہم باتوں کی تائید کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ بہت سے قلم کار بیک وقت ادیب اور شاعر دونوں ہوتے ہیں، اس لئے اُن کے بہت سے مسائل یکساں نوعیت کے ہیں۔ جو لوگ صرف ادیب یعنی افسانہ نگار، ناول نگار، ڈراما نگار، انشائیہ نگار، محقق، تنقید نگار یا ایسے ہی کوئی اور نگار ہوتے ہیں، اُن کے مسائل میں کسی قدر فرق ہوتا ہے۔ تخلیقی عمل جاری رکھنے کے لئے انہیں زیادہ وقت درکار ہوتا ہے، فراغت اور تنہائی کی ضرورت ہوتی ہے، ایسا ماحول درکار ہوتا ہے جو قدرتی مناظر، اونچے نیچے پہاڑوں، بل کھاتی بہتی ندیوں، جھیلوں اور جھرنوں سے گھرا ہو، جہاں زندگی کا سارا حُسن اور تمام تر رعنائیاں سمٹ آئی ہوں۔ یہی وہ ماحول ہے، جو ادیب کے قلم کو تحریک بخشتا ہے۔ لیکن ہمارے ادیبوں کو عموماً ان میں سے کچھ بھی میسر نہیں آتا۔ اس کے برعکس جب کوئی ادیب بڑی مشکل سے اپنے دل و دماغ اور جسم کو سوچ کی ایک لڑی میں باندھ کر لکھنے کا موڈ بناتا ہے تو اس کی بیوی زور زور سے چلا کر کہتی ہے کہ گھر میں آٹا نہیں ہے۔ کرائے، بجلی اور پانی کا بل ابھی ادا نہیں ہوا۔ چنو، منو، ٹینا، مینا کے اسکول کی فیس درکار ہے۔ وغیرہ۔ اور اپنی پیاری بیوی کی اس زوردار چنگھاڑ کی زد میں ادیب کی نازک سوچ ڈر اور سہم کر دبک جاتی ہے۔ یعنی ادیب تخلیقی ادب کی توقع اسی صورت میں کی جاسکتی ہے جب اس کی مالی حالت بہتر ہو۔

اب باری ایک مصور کی تھی۔ اُس نے بھی محترم شاعر اور ادیب صاحب کی تقریروں کی حمایت کرتے ہوئے کہا کہ مصور کو بھی ایک حسین ماحول چاہئے۔ اس نے مزید شکایت کی کہ فنِ مصوری میں استعمال ہونے والا کینوس، برش، رنگ اور دیگر سامان اس قدر مہنگا ہے کہ مالی بدحالی کے باعث مصور اسے آسانی سے خرید نہیں سکتا اور اس کے بغیر فنِ مصوری میں وہ اپنا کمال نہیں دکھا سکتا۔ تقریر ختم کرتے ہوئے مصور نے سبھی فن کاروں کے بہتر معیارِ زندگی کے لئے بہتر مالی حالات کی پُرزور مانگ کی۔

اپنی باری آنے پر محترم موسیقار نے بھی مفلسی کی یہی کہانی دہرائی اور اپنے فن سے وابستہ مختلف مسائل کو نہایت سنجیدگی سے سامعین کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد چند اور مقرر بھی مائیک پر آتے اور سب نے یک زبان ہو کر ایک ہی مانگ پیش کی کہ تخلیق کاروں کو بہتر معیارِ زندگی مہیا کرنے کے لئے ان کی مالی پریشانیوں کو دُور کیا جائے، تاکہ وہ بے فکر اور یک سو ہو کر تخلیقی کام جاری رکھ سکیں۔

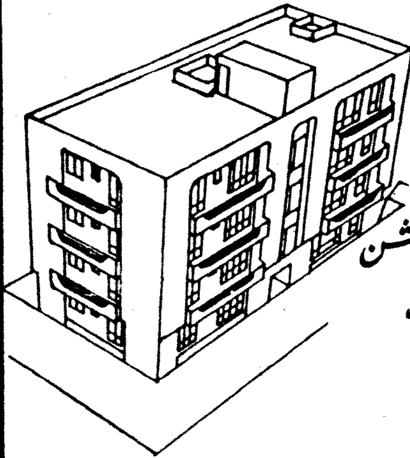
جلسے کی صبح کی نشست ختم ہوتے ہی تمام تخلیق کار لنچ کے لئے جانے سے پہلے اپنے اپنے پسندیدہ مشغلوں میں مصروف ہوگئے۔ سگریٹ اور سگار کا دھواں چاروں طرف بادلوں کی طرح منڈرا رہا تھا۔ مے کی توبہ شکن خوشبوؤں سے ماحول معطر ہوا اٹھا تھا۔ پان کی سرخیاں در و دیوار پر بیل بوٹوں کی طرح چسپاں ہوگئی تھیں۔ ایک طرف بہت سے شاعر حضرات چھوٹے چھوٹے ٹکڑیوں میں بیٹھے اپنے تازہ ترین اشعار سنا رہے تھے تو دوسری طرف بعض ادیب حضرات کسی ادبی موضوع پر سنجیدہ گفتگو کرتے کرتے آپس میں اُلجھ رہے تھے۔ ماحول میں کہیں کہیں سنگیت کی دُھنیں بھی رقص کر رہی تھیں اور خواتین کے مانند لمبی زلفوں اور درویشوں جیسی ملائم اور طویل ڈاڑھیوں سے سجے کئی لوگ آسمان میں نیلے اور

نئی دہلی میں "ارسٹوکریٹک رہائش"، ایک نادر موقع

لال ڈورہ اوکھلا میں "سپر ڈیلکس فلیٹس"

جامعہ ملیہ اسلامیہ اور ہولی فیملی اسپتال کے وسط میں اعلیٰ سوسائٹی کا پاکیزہ و پرسکون ماحول
جمنا کے پرکیف کناروں پر واقع تفریحی مقام کالندی کنج کا قرب

خصوصیات



- سپر ڈیلکس تعمیر و دیگر سہولیات
- بجلی کے فکسچرس سے آراستہ و اپنا علاحدہ برقی میٹر
- ہمہ وقت پانی کی سپلائی
- باورچی خانہ و غسل خانہ میں ایمرجنسی روشنی کا انتظام
- شاہراہوں اور خاص مقامات پر فلڈ لائٹس سے روشن
- ڈرائنگ روم میں خود کار بجلی کے جنریٹر کی سہولیت
- ہر فلیٹ کا اپنا الگ حفاظتی انتظام
- آگ پر قابو پانے کے خصوصی انتظامات

بکنگ کے ایک سال پر قبضہ، پانچ برابر قسطوں میں کل قیمت کی ادائگی۔

مزید معلومات کے لئے رابطہ قائم کریں:

ایس، آر، ایم، ڈیولپرس پرائیویٹ لمیٹڈ، غفار منزل ایکسٹینشن، جامعہ نگر، نئی دلی ۱۱۰۰۲۵
فون: ۱۴۰۹-۶۸۴، ۶۸۳۲۴۵۴

اتھورائزڈ ایجنٹ، انڈرشیڈس پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲/۸ جلینا کمرشیل کامپلکس آپوزٹ ہوٹل
سورتل سوریا، نئی دلی ۱۱۰۰۲۵ فون: ۱۵۵۲-۶۸۴۔



• اوم شیو پوری، متھن چکرورتی، منداکنی، ستیش شاہ
اور پونم ڈھلوں فلم: ''حساب خون کا''

سرمئی بادلوں کی پرچھائیوں پر نظریں جمائے اپنے
تصور میں شاید کسی پورٹریٹ کے نقش تلاش
کر رہے تھے۔

لنچ سے پہلے، لنچ کے دوران اور بہت دیر
بعد تک ماحول شاعرانہ، ادیبانہ اور فن کارانہ
بنا رہا۔ جب سہ پہر کی نشست شروع ہوئی
تو ناظم نے ماہرین کی کمیٹی کے ایک رکن کو مائیک
پر آکر جلسے کی کارروائی سے نکلتے ہوئے نتیجوں کا
احوال بیان کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے فرمایا کہ ماہرین
کی کمیٹی تمام نمائندہ تخلیق کاروں کے دکھ درد کی
روداد سننے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ہمارے
تمام مسائل کی جڑ ہماری خستہ مالی حالت ہے۔
جب تک تخلیق کار مالی پریشانیوں سے آزاد
نہیں ہوتا، وہ تخلیقی کام سر انجام نہیں دے سکتا،
اور نہ اس کا معیارِ زندگی بہتر ہو سکتا ہے۔ اس
لئے ماہرین کی کمیٹی نے حاکمِ ملک کے آگے یہ
تجویز پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ ہر تخلیق کار
کو ایک ایسا شناختی کارڈ جاری کیا جائے جسے
دکھا کر وہ اپنی ضرورت کی کوئی بھی شے کہیں
سے بھی بلا قیمت حاصل کر سکے۔ ایسے شناختی کارڈ
ہی تخلیق کار کے معیارِ زندگی کی ضمانت ہو سکتے
ہیں اور وہ مکمل بے فکری کے عالم میں ادب
اور فن کے مختلف شعبوں میں بہتر تخلیقی کام
سر انجام دے سکتا ہے۔

سب حاضرین نے متفقہ طور پر اس تجویز
کی تائید کی۔ امیدوں، آرزوؤں اور مچلتی خوابیدہ
خواہشوں کی دھڑکنوں کا احساس لئے ہر تخلیق کار
ایسا خوش اور مطمئن نظر آتا تھا جیسے بہت جلد
ایک حسین بہتر معیاری زندگی اس کی قدم بوسی
کی منتظر ہو۔

نمائندہ تخلیق کاروں پر مشتمل ماہرین کی کمیٹی
نے اپنی تفصیلی رپورٹ کے ساتھ ایک میمورنڈم
تیار کیا اور جلد ہی اسے حاکمِ ملک کی خدمت میں
پیش کر دیا گیا۔

حاکمِ ملک بھی ایسے فراخ دل، فنون کے
سرپرست، یا شاید صرف رحم دل نکلے کہ انہوں نے
فوراً تخلیق کاروں کی اس مانگ کو تسلیم کرتے ہوئے
ایک اعلان نامہ جاری کر دیا، جس میں کہا گیا کہ
تخلیق کار کسی بھی ملک و قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے
ہیں۔ ان کی خوش حالی ملک و قوم کی خوش حالی کی
ضمانت ہوتی ہے۔ وہ حاکمِ ملک اور رعایا، دونوں
کے لئے مشعلِ راہ ہوتے ہیں۔ ان کا مقام نہایت
اعلیٰ اور بلند ہوتا ہے۔ تخلیقی کار اپنے تخلیقی عمل سے
صحیح طور پر ملک و قوم کی رہ نمائی کرتے ہوئے ایک
نئے سماج کی تعمیر کر سکیں، اس کے لئے لازم ہے کہ

اُن کا معیارِ زندگی بہتر بنایا جائے اور انہیں مالی پریشانیوں سے نجات دلائی جائے۔ اس عظیم اور مقدس مقصد کے حصول کے لئے حاکمِ ملک اپنا فرض ادا کرتے ہوئے یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہر تخلیق کار کو ایک خوب صورت گھر، اس کی پسندیدہ سواری اور ایک ایسا شناختی کارڈ جاری کیا جارہا ہے جسے دکھا کر وہ کہیں سے بھی اور کسی بھی وقت اپنی ضرورت کی کوئی بھی شئے مفت حاصل کرسکیں گے۔

حاکمِ ملک کی طرف سے جاری کئے ہوئے اس اعلان نامے کی تشہیر پورے زور شور سے کی گئی۔ ریڈیو ٹیلی ویژن، اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ ہمارے متعلقہ محکموں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اس اعلان نامہ پر حرف بہ حرف عمل درآمد کرانے کا بندوبست کریں۔ حکم عدولی کرنے والے کو سخت ترین سزا دی جاسکتی ہے۔

سارے تخلیق کار، اُن کی محبوبائیں، بیویاں، بچے، دوست احباب بے حد خوش تھے۔ تخلیق کار کو بے فکری میسر ہوئی تھی۔ محبوباؤں کو مسرت کا احساس ہوا تھا۔ بیوی بچے مطمئن تھے کہ ان کی روزی روٹی کا مسئلہ حل ہوگیا۔ دوست احباب کو اطمینان ہوا تھا کہ اب کوئی تخلیق کار ان پر بوجھ نہیں بنے گا

اعلان نامہ جاری ہونے کے چند روز بعد ہی حاکمِ ملک کی طرف سے ایک خصوصی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں سارے ملک کے تخلیق کاروں نے شرکت کی۔ اس اجلاس میں ان تخلیق کاروں کی فہرست جاری ہونا تھی جنہیں حاکمِ ملک کی طرف سے ساری خصوصی سہولتوں کے لئے شناختی کارڈ عطا کئے جارہے تھے۔

حاکمِ ملک کی طویل تقریر کے بعد تخلیق کاروں کی جو فہرست جاری کی گئی وہ کچھ اس طرح تھی:

(۱) نمائندہ تخلیق کاروں پر مشتمل ماہرین کی کمیٹی کے ہر رکن کو ایک ایک آراستہ بنگلہ، دو نوکر، ایک کار مع ڈرائیور اور شناختی کارڈ۔

(۲) جناب ..... (جو حاکمِ ملک کے ہم زلف کے چچازاد بھائی ہیں اور جنہیں مختلف شاعروں کے منتخب شعر جمع کرنے کا شوق ہے۔)

(۳) جناب ..... (جو حاکمِ ملک کے پرائیویٹ سیکریٹری کے جگری دوست اور ایک مقامی اخبار کے مالک ہیں اور اپنے ماتحت تخلیق کاروں سے افسانے لکھوا کر اپنے نام سے شائع کرانے کا شوق رکھتے ہیں۔)

(۴) محترمہ ..... (جو فنِ مصوری کے نیم سرکاری ادارے کے سربراہ کی اہلیہ ہیں اور اپنے شوہر کے رسوخ کے سہارے ماتحت اور غیر معروف کلاکاروں کی بنائی ہوئی تصویریں اپنے نام سے منسوب کرلیتی ہیں۔)

(۵) جناب ..... (جن کو سیاست میں گہری دلچسپی ہے اور اس کے علاوہ وہ ہارمونیم، طبلہ، سارنگی وغیرہ بنانے کی فیکٹری کے مالک ہیں۔)

نام سنائے جاتے رہے اور ہال میں نمائندہ تخلیق کاروں پر مشتمل ماہرین کی کمیٹی کے اراکین، اُن کے خاندان کے افراد، حاکم ملک کے منظورِ نظر اور اُن نام نہاد تخلیق کاروں کی تالیوں کی آواز بلند ہوتی رہی۔ جن کے ناموں کا اعلان کیا جاچکا تھا یا کیا جانے والا تھا اور اجلاس میں حاضر تخلیق کاروں کے چہروں پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ کیوں کہ ان میں سے کسی کا بھی نام اس فہرست میں نہیں تھا۔

●●

سالِ نو

سالِ نو! کچھ بتا ہمارے نام
لے کے آیا ہے کیا نیا پیغام؟
میں نے مانا کہ رُک نہیں سکتی
تیرے روکے سے گردشِ ایّام
بھی امن و سکون کی پیاسی
زندگی کر رہی ہے تجھ سے کلام
تجھ سے گر ہو سکے تو لوٹا دے
پھر وہ نیندیں جو ہو چکی ہیں حرام
نُور سے ہو گئے ہیں دِن محروم
اور بے رنگ ہو گئی ہے شام
خالی مِینا ہے، میکدہ ویراں
درد بھی اب نہیں رہی تہہِ جام
ہے سقف اور نہ سایۂ دیوار
اور کڑی دُھوپ، سخت، خوں آشام
صرف کاغذ کے رہ گئے ہیں پھُول
اور قفس میں ہے بُلبُلِ گلفام
نغمہ گاتی ہیں اب مشین گنیں
گُل کھلاتے ہیں بم سحر اور شام
ایک طبقہ ہے جو کہ ہے خوش حال
حکمرانی ہے صرف جس کا کام
اور کل بھی ذلیل و پس ماندہ
تھے سو ہیں آج بھی، غریب عوام
لطف باقی نہیں ہے جینے میں
کون جانے کہ ہوگا کیا انجام
ہے یہی زندگی یہی دُنیا
تو اسے دُور سے ہمارا سلام
تیرا بھائی گزر گیا جو کل
دے گیا سیکڑوں غم و آلام
کیوں سُدھرتا نہیں جہاں کا مآل
کیا ہوا کیوں بگڑ گئے سب کام؟
آدمی زیست کے اندھیرے میں
ٹھوکریں کھا رہا ہے کیوں ہر گام؟
پھر دِکھا روشنی کی کوئی کرن
بے یقینی کی کیفیت ہو تمام
عاقبت شر کی پارہ پارہ ہو
صرف حق کو ملے جہاں میں دَوام
لوگ تجھ کو کہیں گے اَمن کا سال
زندگی کو سکوں کا دے پیغام
تجھ سے عاصی کو ہے بڑی اُمید
بن نہ جائے یہ حسرتِ ناکام

عاصی رضوی امروہوی
(ریاض، سعودی عرب)

لمحۂ آخر

شرحِ غم پیش کروں حرفِ دُعا نذر کروں
سال کے آخری لمحے، تجھے کیا نذر کروں

میرے دامن میں نہ موتی ہیں نہ تارے ہیں نہ پھُول
چند پتھر ہیں سو وہ بھی کسی فٹ پاتھ کے ہیں
میری آنکھوں میں نہ بادل ہیں نہ دریا ہیں نہ خواب
ہاں مگر شائبے بے مہریٔ حالات کے ہیں

انجمن صبح سے پہلے ہی سیہ پوش ہوئی
رات باقی ہے مگر جشنِ چراغاں نہ رہا
میں تجھے ایک کرن بھی تو نہیں دے سکتا
قریۂ جاں میں کوئی داغ فروزاں نہ رہا

مُسکراؤں تو اِن آنکھوں سے لہو بہنے لگے
آہ محرومِ تمنّا ہوں دِل آزار ہوں میں
نذر کرنے کو میرے پاس تبسّم بھی نہیں
کتنا مجبور ہوں، ناچار ہوں، نادار ہوں میں

کچھ تِرے قصدِ مسافت سے پریشاں ہیں مگر
کچھ نئے سال کی آمد کے طلب گار بھی ہیں
کچھ یہ کہتے ہیں کہ تو بڑھ کے صدی ہو جائے
کچھ تِری ذات سے برگشتہ و بیزار بھی ہیں

اپنے مرکز کی طرف ساتھ مجھے بھی لے چل
دیدۂ یاس کی بینائی نہ جینے دے گی
ہر دَر و بام سے ٹکرائے گی مایوس نظر
مار ڈالے گی یہ تنہائی نہ جینے دے گی

شریف قریشی

سالِ نو کی غزل

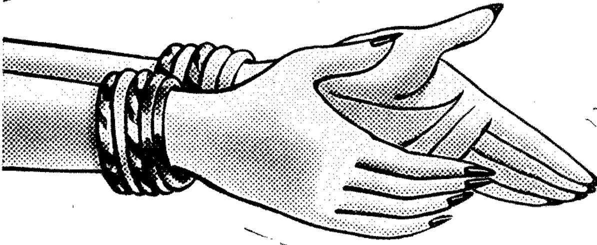
فکرِ سالِ گزشتہ کسی کو نہیں، آمدِ سالِ نَو کی خوشی ہر طرف
شور ہے ہر طرف سالِ نَو آگیا، مچ گئی جیسے اِک دُھوم سی ہر طرف
سال گزرا ہوا یوں ہی آیا تھا جب ایسا ہی شور تھا، ایسا ہی جشن تھا
چھوڑ کر جو گیا ہے نشاں ہر طرف چھاؤں سی ہر طرف دُھوپ سی ہر طرف
دیپ لَب پہ تبسّم کے روشن ہوئے، گیت خوشیوں کے گونجے فضا میں مگر
ذہن میں بُغض و نفرت کی آندھی وہی اور دِل میں وہی تیرگی ہر طرف
صرف بدلے کلنڈر مگر ہم نہیں، اپنے حالات کل جیسے ہیں آج بھی
مسئلے، اُلجھنیں، رنج و غم، آفتیں، مشکلیں آج بھی ہیں وہی ہر طرف
دھرم کے نام پر، ذات کے نام پر، سلسلہ جنگ کا جانے کب ختم ہو
رام کے بھگت، بندے خدا کے یہاں کرتے آپس میں رسّہ کشی ہر طرف
قتل و غارت گری، بلوے، دنگے، فسادات کی آگ میں، جھُلسی ہر زندگی
آج بھی آنکھوں میں چبھتی ہیں خار سی سُرخیاں کل کے اخبار کی ہر طرف
خوف و دہشت کے بادل ہیں چھائے ہوئے جانے ہو جائے کب کیا پتہ کچھ نہیں
کتنے حِصّوں سے گلشن کے روٹھی ہوئی رہتی ہے فصلِ گُل آج بھی ہر طرف
ایکتا، دوستی، پیار، اخلاص کے نعرے کل بھی سُنے، سُنتے ہیں آج بھی
حیف! صد حیف!! اِن میں سے ہر ایک کی آج تک رہ گئی ہے کمی ہر طرف
رہبروں کا جو کردار کل تھا وہی آج بھی مِلتا ہے دیکھنے کو یہاں
قُفل و دَرباں کی باتیں بھی کرتے یہی اور کرتے یہی رہزنی ہر طرف
اِک پُرانی کہانی کو عنواں نیا کوئی مِل جانے سے بات بنتی نہیں
بات تو جب ہے ایسی ہوں تبدیلیاں بات بن جائے بگڑی جو بھی ہر طرف
منزلوں کے لئے راستے شرط ہیں اس حقیقت کو میں مانتا ہوں مگر
آگے بڑھنے کا بھی حوصلہ چاہیئے کوہ، صحرا ہو یا کہ ندی ہر طرف
اے نیاز اپنی اِس سالِ نو کی غزل کو قصیدہ کہوں یا کہوں مرثیہ
اِس کے اشعار میں رقص کرتے ہوئے ہیں خوشی اور غم دونوں ہی ہر طرف

نیاز جے راج پوری

کیا آپ کا دودھ والا آپ کو رات میں ۱۰ بجے دودھ لاکر دیتا ہے؟

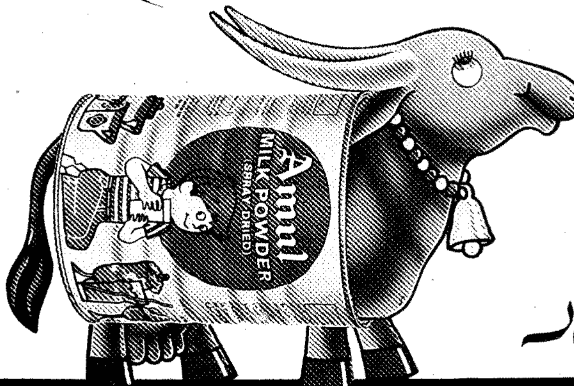


ہمارا دودھ والا دیتا ہے



آپ کے صاحبزادے رات میں دیر تک امتحان کی تیاری کرنا چاہتے ہیں اور اُنہیں چاہیئے کافی۔ دادی ماں کا کھانے کا موڈ نہیں ہے اُنہیں چاہیئے دودھ۔ اب اتنی رات گئے دودھ کہاں ملے گا؟ اُمول مِلک پاؤڈر گھر میں ہو تو اِس پریشانی سے جان چھوٹ جاتی ہے۔ دودھ کے دیر سے نہ ملنے یا پھٹ جانے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا۔

اُمول مِلک پاؤڈر سے منٹوں میں بن جاتا ہے خالص، گاڑھا، مَلائی دار دودھ۔ اسے چاہیں تو پی لیں یا پھر چائے، کافی میں مِلالیں، دہی جمالیں یا لسّی، کھیر، کسٹرڈ، رس گلّے، کیک وغیرہ بنالیں۔



RADEUS/AMP/1-88 URD

اُمول
مِلک پاؤڈر

جیسے گھر میں ہی ڈیری ہو



مارکٹ کرنے والے: گجرات کوآپریٹیو ملک مارکیٹنگ فیڈریشن لمیٹیڈ، آنند ۳۸۸۰۰۱



بعض اوقات سچائی کا اظہار کرنے کے لئے ذہن میں الفاظ ہوتے ہیں، ہمت ہوتی ہے حوصلہ بھی ہوتا ہے اور ہم سچ بولنا بھی چاہتے ہیں لیکن حالات اور مصلحت کی نزاکت ارادے کے سامنے اس طرح دیوار بن کر حائل ہو جاتی ہے کہ کوشش کے باوجود حقیقت ہمارے ہونٹوں تک آنے سے کترا جاتی ہے اور یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب کردار کی تپش سے کندن ہو کر وجود میں آنے والا طاقت ور سچ کسی بزدل سپاہی کی طرح حقائق کی جنگ میں جھوٹ کے آگے سر جھکا کر مات کھا جاتا ہے۔

یوں بھی مصلحت بزدلی کا دوسرا نام ہے۔

کافی دیر سے میں زاہد کے دروازے کے سامنے خاموش کھڑا ہوں اور یہی سب کچھ سوچ رہا ہوں کتنی ہی بار میرے ذہن میں یہ خواہش سر اُبھار چکی ہے کہ خاموشی کے حصار سے باہر نکل کر زاہد کی روتی چیختی، بین کرتی ہوئی بیوی کے سامنے اس سچائی کو بیان کر دوں جس کو جاننے کی وہ شدت سے خواہش مند ہے۔ لیکن حواس کی تمام تر طاقتوں کو یکجا کرنے کے بعد بھی میں اپنے آپ کو اس مرکز پر نہ لا سکا کہ کسی طرح ایک جملہ ہی کر دیتا۔

یہ بات کئی دن پہلے کی ہے۔ اپنے ایک بے حد ضروری کام سے مجھے دہلی جانا تھا۔ صبح ہی صبح میں سفر کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا سامنے زاہد کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ اگرچہ وہ میرا بچپن کا ساتھی تھا اور میرے قریبی دوستوں میں اس کا شمار ہوتا تھا، لیکن ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے اس سے یہ ملاقات تقریباً چار سال بعد ہو رہی تھی۔ وجہ ـــ اس کی بلانوشی تھی، جس سے میں کافی حد تک الرجک ہو گیا تھا اور اس کی اچھی خاصی پرکشش شخصیت میرے لئے ناپسندیدہ بن گئی تھی۔ میرے اس احساس سے کسی نہ کسی طرح جب وہ واقف ہو گیا تھا تو میرے اور اس کے قریبی تعلقات میں ایک دم کافی فاصلہ پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن پھر بھی اس وقت اس کو روتے دیکھ کر میرے دل کو دھچکا سا لگا، کیوں کہ اس طرح اس کو آنسو بہاتے ہوئے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ایک دم میں نے محسوس کیا کہ شدید ہمدردی کی تیز لہر میرے دل میں اس کے لئے دوڑ گئی ہے۔

یہ سب کچھ ذرا سی دیر میں ہو گیا۔ انتہائی محبت اور تسلی بھرے لہجے میں اس کے آنے کا مقصد دریافت کرتے ہوئے میں نے کہا۔

"خیریت تو ہے؟ بہت دن بعد ملے ہو۔ آنکھوں میں یہ آنسو کیوں ہیں؟ کیا بات ہے؟ تم کیوں رو رہے ہو؟"

اتنا سنتے ہی وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا اور پھر ہچکیوں کے درمیان رُک رُک کر اس نے بتانا شروع کیا۔ "میرے بڑے لڑکے کا رات انتقال ہو گیا۔ کفن دفن کے لئے میرے پاس کوئی پائی پیسہ نہیں۔ مدد کا طالب ہوں۔ کچھ روپے قرض دے دو۔" یہ کہتے کہتے وہ بے اختیار ہو گیا اور آنسو اس کے ضبط کی تمام حدود کو توڑ کر باہر نکلنے لگے۔

اس غم ناک خبر کو سنتے ہی میرا دل بھی اس کے اس بے پناہ صدمہ کے گرداب میں ڈوبنے لگا۔ پھر بھی دلاسا دیتے ہوئے اپنائیت اور ہمدردی کے کئی کلمات میں نے دہرائے اور

نوٹ اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا "یہ روپے تم رکھو اور گھر جا کر کفن دفن کا انتظام کرو. میں کل ہر حالت میں واپس آجاؤں گا اور اس کی سوئم فاتحہ میں ضرور شرکت کروں گا۔ مجھے بے حد افسوس ہے اور اپنی اس محرومی کا ملال بھی۔

ممنونیت کا بوجھ ہمیشہ کی طرح آج بھی میرے احساس کی وسعتوں میں کہیں نہ کہیں ٹکا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ گزرا ہوا ماضی میرے تصور میں اُبھرتا رہا اور ڈوبتا رہا

وہ ایک فلور مل کا مالک تھا۔ کاروبار
چھا خاصا تھا اور آمدنی بھی معقول تھی۔ اُس
کے چند مخصوص قسم کے احباب نے اُس کی اس
مدنی سے فیض اُٹھانے کی ٹھان لی۔ ان ہی دوستوں
ی صحبت میں اسے شراب کی لت پڑی۔ دھیرے
ھیرے اِس کا اچھا بھلا کردار کچھ اس طرح بدلا
ر اُس محور پر اس کی واپسی ناممکن ہوگئی جہاں
سے کبھی اس غیر یقینی سفر کا اُس نے آغاز کیا تھا۔
شروع میں کتنی ہی بار میں نے اسے سمجھایا،
س شغل کی برائیوں پر روشنی ڈالی اور نتائج
سے بھی باخبر کیا۔ اس کی دو بیٹیاں تھیں اور
ن لڑکے تھے۔ لڑکیاں شادی کے لائق ہوچکی
تھیں۔ میں نے اُن لڑکیوں کے رشتوں پر مستقبل
یں اثر انداز ہونے والی مشکلات کا بھی واسطہ
یا۔ اس عادت سے لڑکوں کے کردار پر پڑنے
لے بھیانک اثرات سے بھی آگاہ کیا۔ ایسے
ل میں وہ میری ہاں میں ہاں ملا دیتا، وعدہ
تا، توبہ کرتا، کبھی نہ پینے کا عہد بھی کر لیتا لیکن
دن بعد مجھے معلوم ہوتا کہ وہ اب بھی اُسی
کھڑا ہے جہاں سے آگے آنے والی سرحد کو
رنا تو ممکن ہے، واپسی ممکن نہیں۔ اس طرح
کو راہِ راست پر لانے کی میری ہر کوشش
بد و جہد ناکام ہوگئی اور پھر یوں ہوا کہ اُس
کچھ بھی اثاثہ تھا، دھیرے دھیرے اس
شوق کی نذر ہوگیا۔ بچے گھر میں بیڑیاں بنانے
ور نوبت یہاں تک آئی کہ صرف بچوں کے
ں بنانے کی مزدوری ہی گھریلو اخراجات کو
کرنے کا ذریعہ بن کر رہ گئی۔ آمدنی کا کوئی
وسیلہ باقی ہی نہ رہا۔
مجھے بہت دُکھ ہوا کہ ایک سنجیدہ اور
یم یافتہ شخص عرش سے ایک دم فرش
پر آگیا۔ اس کے بعد میرے پاس اس کی
آمد و رفت بہت کم ہوگئی۔ اگر کبھی میری یاد
آجاتی تو گھر کی طرف آنکلتا، لیکن اکثر نشے میں
ہی ہوتا۔ ایسی حالت میں کبھی معافی مانگتا، کبھی
اُلٹے سیدھے اشعار سنانے لگتا، کبھی ماضی کے

• یہ کہانی بغیر عنوان کے شائع کی جا رہی ہے۔ آپ اس کہانی کا کیا عنوان مناسب سمجھتے ہیں؟ اپنی پسند کا ایک عنوان یا زیادہ سے زیادہ پانچ عنوان پوسٹ کارڈ پر لکھ کر "بلاعنوان" ماہنامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ کو بھیج دیجیے۔ ۱۴ جنوری ۱۹۸۹ تک ملنے والے تمام عنوانات میں سے سب سے اچھے عنوان پر سو روپے اور دوسرے اور تیسرے نمبر پر آنے والے عنوانات پر چالیس، چالیس روپے کی کتابیں انعام میں دی جائیں گی۔ مدیرانِ شمع کا ہر فیصلہ قطعی آخری اور قابلِ قبول ہوگا۔ اپنا پورا نام پتہ لکھنا نہ بھولیے۔



● متھن چکرورتی اور ڈمپل کپاڈیہ فلم: "بیس سال بعد"

واقعات یاد آجاتے تو رونے لگتا، کبھی ہنسنا شروع کر دیتا۔ بالکل پاگل کی طرح ہر انداز ہوتا۔ ایک دو بار کے بعد ہی اس کیفیت سے مجھے الرجی ہونے لگی۔ میں پھر بھی برداشت کرتا رہا۔ ایک دن کسی مسئلے میں اُلجھا ہوا میں اکیلا بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ وہ آگیا۔ میں کسی بھی طرح یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس وقت وہ کچھ بات کرے، لیکن اس نے آتے ہی وہی پرانے واقعات چھیڑ دیئے۔ میں سنتا رہا — سنتا رہا اور پھر ایک لمحہ ایسا بھی آیا کہ میرے صبر کا پیمانہ لب ریز ہو گیا۔ مجھے اس گفتگو سے کوفت اور اُلجھن ہونے لگی تو میں نے معذرت چاہی کہ مجھے وہ تنہا چھوڑ دے، لیکن پھر بھی وہ بولتا رہا۔ میرا ذہنی انتشار مزید بڑھ گیا اور پھر ساری مروت اور پاس داری کو بالائے طاق رکھ کر میں نے اس سے کہا "یار، عجیب آدمی ہو! وقت اور ماحول تو دیکھا کرو۔ میں معافی مانگ رہا ہوں اور تم ہو کہ ٹلنے کا نام نہیں لے رہے ہو۔

یہاں سے چلے جاؤ۔ میرا اب تم سے کوئی تعلق نہیں۔ تم جس گریڈ کے آدمی بن چکے ہو، تمہیں ایسے ہی لوگوں کی سوسائٹی میں جانا چاہیئے۔"

یہ سن کر اس کے چہرے کے تاثرات میں ایک دم تغیر پیدا ہوا اور وہ روہانسا سا ہو کر میری طرف دیکھنے لگا۔ شاید میرے لہجے کی تلخی سے اس کا نشہ ہرن ہو گیا تھا۔ ذرا دیر بعد ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا اور پھر کمرے سے باہر چلا گیا

اس جھاڑ کے بعد وہ پھر کبھی نہیں آیا۔ اُس کے اس نہ آنے سے میں نے بھی دل کے کسی گوشے میں سکون سا محسوس کیا۔ پھر بھی دوستوں کی کسی محفل میں کوئی اُس کا اس کی شراب نوشی کا ذکر چھیڑ دیتا تو مجھے دُکھ ضرور ہوتا۔ صبح جس وقت وہ میرے پاس آیا تھا تو ہوش و حواس میں تھا۔ بول چال بھی عام لوگوں کی طرح تھی گفتگو میں بھی پہلے جیسی نشہ کی کیفیت شامل نہ تھی۔ البتہ اُس کی صحت ضرور کسی قدر خراب ہو چکی تھی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اس کے چہرے پر سب سے زیادہ نمایاں تھے اور جسم پہلے کی نسبت کم زور ہو چکا تھا۔ میں نے سوچا شاید اب وہ اس لعنت سے چھٹکارا پا چکا ہے اور شاید اسی لئے نفرت کے باوجود میرے دل میں

اُس کے لئے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ دیرینہ تعلقات کی وجہ سے اس طویل سفر میں بہت سے واقعات مجھے یاد آئے۔ اور میں دعا کرنے لگا کہ اس ناگہانی غم کے بھنور سے نکلنے کے بعد اس کی زندگی پہلے ہی کی طرح خوشیوں کی بہار بن جائے۔

دوسرے دن رات کی ٹرین سے میں گھر واپس آگیا۔ اس دن اتفاق سے ٹرین لیٹ آئی اور یوں رات کافی ہو گئی۔ میں نے اُس وقت زاہد کے پاس جانا مناسب نہیں سمجھا۔ صبح ہوئی تو روزانہ کی مصروفیات سے فارغ ہو کر میں اس کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایک طویل سڑک کا راستہ طے کرنے کے بعد جب میں زاہد کے مکان کی گلی کے نکڑ پر پہنچا تو دُور سے ہی میں نے دیکھا کہ اس کے دروازے کے قریب ایک بڑی سی چٹائی بچھی ہے اور بہت سے لوگ وہاں بیٹھے ہیں۔ ساتھ ہی رونے چیخنے اور چلّانے کی آوازیں فضاؤں میں بلند ہو رہی ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر میں حیرت میں پڑ گیا، کیوں کہ موت کیسی ہی کیوں نہ ہو، ایک دن گزرنے کے بعد اُس کے سوگ میں وہ شدت

باقی نہیں رہتی جو پہلے دن ہوتی ہے۔ لیکن وہاں عالم ہی کچھ اور تھا۔ ایسی الم ناک اور ماتمی فضا پہلے کہیں اور میں نے نہیں دیکھی تھی۔ میں سمجھا کہ شاید زاہد کے یہاں آج پھر کوئی اور موت ہو گئی ہے۔ ہو سکتا ہے شدید صدمہ سے کسی کا ہارٹ فیل ہو گیا ہو۔ میں تیزی سے اس کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔ لیکن یکا یک میرے ہوش و حواس جیسے جواب دے گئے اور وہاں ہر طرف پھیلی ہوئی یاسیت اور افسردگی ایک پل کے لئے خواب جیسی معلوم ہونے لگی، کیوں کہ زاہد کا بڑا لڑکا ماجد، جس کے انتقال کی دردناک خبر لے کر وہ میرے پاس آیا تھا، سامنے کھڑا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ بھاگ کر میرے قریب آیا۔ پہلے اس نے "چچا" کہہ کر چیخ ماری اور پھر مجھ سے لپٹ گیا۔ اس کے بعد وہ دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ — میری سمجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا۔ میں تو کسی اور ہی مقصد کے لئے وہاں گیا تھا۔ لیکن موجودہ حالات نے ذہن کو کسی ناقابلِ بیان کیفیت میں مبتلا کر دیا۔ کچھ دیر تک سسکتے رہنے کے بعد جب ماجد کچھ سنبھلا تو مجھے رو رو کر بتانے لگا: "کل صبح سے ہی پاپا لگاتار پی رہے تھے اور اسی زہر نے رات کو ان کی زندگی کے چراغ کو بجھا دیا۔ کافی دن سے گھر کے سب ہی لوگ ان پر پابندی لگانے کے سلسلے میں بہت سخت ہو گئے تھے اور کوئی رقم ان کی جیب میں نہیں رہنے دیتے تھے — پتہ نہیں کل کہاں سے کچھ روپے ان کے ہاتھ لگ گئے اور پینے پلانے کا وہی نامراد شوق انہوں نے پھر شروع کر دیا۔"

یہ سنتے ہی پوری کہانی میری سمجھ میں آ گئی۔ لیکن میں کسی سے کیا کہہ سکتا تھا؟ پھر بھی میں نے زاہد کے روتے ہوئے بیٹے کو دلاسا دیا، تسلی دے کر اس کی ہمت بندھائی، وہ تمام جملے دہرائے جو ایسے وقت پرسہ دینے والے کے لئے کہنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ اس درمیان مکان کے اندر عورتوں اور بچوں کے رونے کی صدائیں متواتر بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ لیکن ایک آواز جو ان تمام آوازوں پر حاوی تھی، وہ شاید اُس کی بیوی کی تھی — اور ہونی بھی چاہئے تھی، کیوں کہ اس کی زندگی کا شریکِ سفر اس سے جُدا ہوا تھا۔ اب باقی زندگی تھی اور اُس زندگی کا تنہا سفر تھا۔ زاہد اچھا تھا یا بُرا تھا، لیکن اس کی موت نے اس کو بیوہ کر دیا تھا۔ یوں بھی بیوہ عورت کی زندگی سماج کے ہر فرد کے لئے سوالیہ نشان بن کر رہ جاتی ہے۔ اُس کی بیوی کے بین اور دردناک چیخ پکار کے ساتھ دل کو ہلا دینے والی رونے کی آواز سن کر میں بھی خود پر قابو نہ رکھ سکا۔ شاید وہ شوہر کی میت کے قریب ہی بیٹھی رو رہی ہو گی، کیوں کہ اس کے جملوں کے تخاطب سے یہی اندازہ ہو رہا تھا۔

وہ بین کر رہی تھی: "ہائے اللہ — ہائے اللہ — میں کیا کروں! اللہ اس کم بخت کو پٹ کر دے جس نے شراب پینے کے لئے تمہیں روپے دیئے تھے، جس نے میرا سہاگ اُجاڑ دیا — وہ نامراد کون تھا؟ اس کا نام تو مجھے بتا کر جاتے — نہ وہ دوزخی تمہیں روپے دیتا — نہ ماجد کے ابا تم اتنی شراب پیتے — مجھے اکیلا مت چھوڑ کے جاؤ — مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔۔۔۔"

وہ اور بھی نہ جانے کیا کیا کہہ رہی تھی۔ کوئی جملہ سمجھ میں آ رہا تھا اور کوئی سماعت کی گرفت سے پھسل کر روتی ہوئی آوازوں کے بے پناہ شور میں ڈوب جاتا تھا۔

کافی دیر تک میں وہاں خود کو جتن کر کے سنبھالے کھڑا رہا اور سوچتا رہا کہ کیا مجھے وہاں کھڑا رہنا چاہئے یا پھر وہاں سے بھاگ جانا چاہئے۔

●●

کنول

جب شام کی بیلا مہکے
جب ہوا چلے آہستہ
جب دور کہیں اندھیرے میں
رات کے سُندر ماتھے پر
اک دیئے کا جھومر چمکے
جب آسمان کا نیلم
تاروں کے جھرمٹ میلے میں
انمول نگینے کی صورت
جگمگ جگمگ دمکے
جب یاد کا درد گلابی
دل گھیر کے بیٹھ ہی جائے
جب تم آنکھوں میں اترتی
برکھا کا سنولا پانی
پلکوں پہ سنبھل نہ پائے
مونہہ پھیر کے دونوں ہاتھوں کو
چہرے پہ رکھ کے سوچو
آنکھوں کے کنول کچھ اور بھی ہیں
کچھ نیم کھلے اور اوس بھرے
یادوں کے نگر کچھ اور بھی ہیں
اک دیا جہاں دن رات جلے!

رفعت مرتضیٰ
(ونٹر سپرنگز، فلوریڈا، امریکہ)

پیاس

غریب الوطن ہوں، غریب الوطن ہوں
سکوں جس کی قسمت میں ناپید ہے
وہ زر کی ہوس تھی
کہ خوابوں کا تھا اک فریبِ حسیں
یہ کیسا سفر تھا رہِ زیست میں
جو لے آیا مجھ کو
جہانِ زر و سیم میں کھینچ کر
اور اب ایسا محسوس ہوتا ہے مجھ کو
حقیقت کی جلتی ہوئی ریت پر
جہانِ تمنا جھلسنے لگا ہے
اور اندر ہی اندر بکھرنے لگا ہوں
ہر لمحہ جیسے میں کچھ ڈھونڈتا ہوں
مرے دل میں اٹھتی ہے اک ہوک سی
کہ آغوشِ مادر کا پالوں سکوں
بہن بھائیوں کی رفاقت میں ہنس لوں ذرا
کروں ثبت مُہرِ محبت کو میں
جو مل جائیں مجھ کو وہ خوش رنگ لب
لگا لوں دھڑکتے ہوئے دل سے بچوں کو میں
وطن کی محبت کا عنواں بنوں
سلامت رہے یہ جنوں، یہ جنوں، یہ جنوں

(ڈاکٹر) **انجمن آرا انجم**

میرا فیصلہ

مجھے معلوم ہے مشہور ہو تم حُسن میں اپنے
مجھے یہ بھی پتا ہے پورے کنبے کی حسیں کلیاں
تمہارے اک تبسم پر نچھاور جان کرتی ہیں
مجھے احساس ہے یارو تمہارے خوب صورت ہیں
تمہارے بال گھونگھریالے ہیں آنکھیں بھی کالی ہیں
تمہاری ناک ستواں ہے تمہارے دانت موتی ہیں
تمہیں وینس کا بُت کہتے ہیں کالج کے سبھی لڑکے
تمہاری چال پر مرتے ہیں تم سے بھی حسیں لڑکے
تمہارے پاس گھر ہے کار ہے دولت بھی کافی ہے
وہ سب کچھ تم میں ہے جس کی ہر اک لڑکی کو خواہش ہے
تمہیں بھی ناز ہے کتنا خود اپنی اس وجاہت پر

میں خود بھی خوب صورت ہوں زمانے کی نگاہوں میں
ہیں میرے حسن کے چرچے تمہارے خاندانوں میں
تمہاری ماں کی خواہش ہے مجھے اپنی بہو کرلیں
کہ تم نے بھی ہزاروں بار مجھ کو ہنس کے دیکھا ہے

مگر کالا سا وہ لڑکا تمہیں جو کرشن لگتا ہے
ذہانت میں جو یکتا ہے نگاہیں نیچی رکھتا ہے
وہ کالا ہے مگر وہ حُسنِ سیرت کا نمونہ ہے
وہ ادنیٰ ہے مگر کردار اُس کا سب سے اعلیٰ ہے
وہی عرفان جس سے سارے لڑکے نوٹس لیتے ہیں
وہی خاموش لڑکا جس سے تم جیسے بھی جلتے ہیں
کتابی کیڑا بزدل اور نہ جانے کیا کیا کہتے ہیں
وہی جس کی شرافت کے ہیں چرچے سارے کالج میں

بس اے ہیرو مرے کالج کے، میری بات بھی سُن لو
وہ عزت کے لئے جیتا ہے تم شہرت پہ مرتے ہو
حصولِ علم اس کی پیاس، تم دولت کے بھوکے ہو
تمہارا مشغلہ ہے حُسن کے غمزوں پہ جی دینا
ہے اس کی آرزو بس زندگی میں نام کرلینا

تمہیں سُن کر میری یہ بات کچھ ہوگا تعجب بھی
کہ وہ ہے قابلِ تحسین بھی پوجا کے قابل بھی
یہی ہے فیصلہ میرا مرے دل کا تقاضا ہے
کہ میرے دل نے بڑھ کر بارہا خود اُس کو چاہا ہے
وہی بارات لاکر ایک دن لے جائے گا مجھ کو
جو اُس میں حُسن ہے تم میں قیامت تک نہ آئے گا

نورجہاں نور



رشتۂ بے نام

گو تجھ سے کوئی خاص تعلق نہیں مرا
لیکن پتہ نہیں تو مجھے کیوں عزیز ہے
تیرا ہر ایک غم مجھے اپنا ہی غم لگا
تیری ہر اک خوشی مجھے مانوس سی لگی
کیوں تجھ سے ہے تعلقِ خاطر، پتہ نہیں
اتنا مگر ضرور ہے، اک آشنا مہک
جب تجھ کو دیکھتی ہوں مرے پاس آتی ہے
مبہم سے کچھ نقوش اُجاگر سے ہوتے ہیں
دھندلی سی ایک شکل جھلک سی دکھاتی ہے
وہ چہرہ کس کا تھا، مجھے اب یاد بھی نہیں
بس اتنا یاد ہے، کہ مجھے تو عزیز ہے
مجھ سے نہ پوچھ، قربتِ بے وجہ کا سبب
بے نام رشتہ کو یوں ہی بے نام رہنے دے

ناہید اختر

میں بیشمار اسکین کریموں کی ماڈلنگ کرتی ہوں...

لیکن
خود استعمال کرتی ہوں صرف
بوروٹون

Sonu Walia
سونو والیا







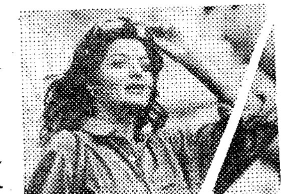
کے ایم پی



اینٹی سیپٹک کریم

بدلتے موسم کا جلد پر ہمیشہ برا خراب اثر پڑتا ہے ـــــ وہ خشک اور روکھی ہو جاتی ہے اور اس کی قدرتی چمک برباد ہو جاتی ہے۔ ہونٹ بھی چٹکنے اور پھٹنے لگتے ہیں۔

اصلی آیورویدک اینٹی سیپٹک کریم بوروٹون آپ کی جلد کو ان ساری پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے کیوں کہ یہ جلد میں گہرائی تک داخل ہو کر وہاں لگاتار اپنا اثر بنائے رکھتی ہے۔ یہ خراش اور کٹاؤ کو ٹھیک کرتی ہے اور معمولی جلن کو پرسکون کرتی ہے۔ بوروٹون لگانا شروع کیجئے۔ اور اپنے نئے روپ میں پورے سال بھر خوبصورت اور تر و تازہ بنی رہیے۔







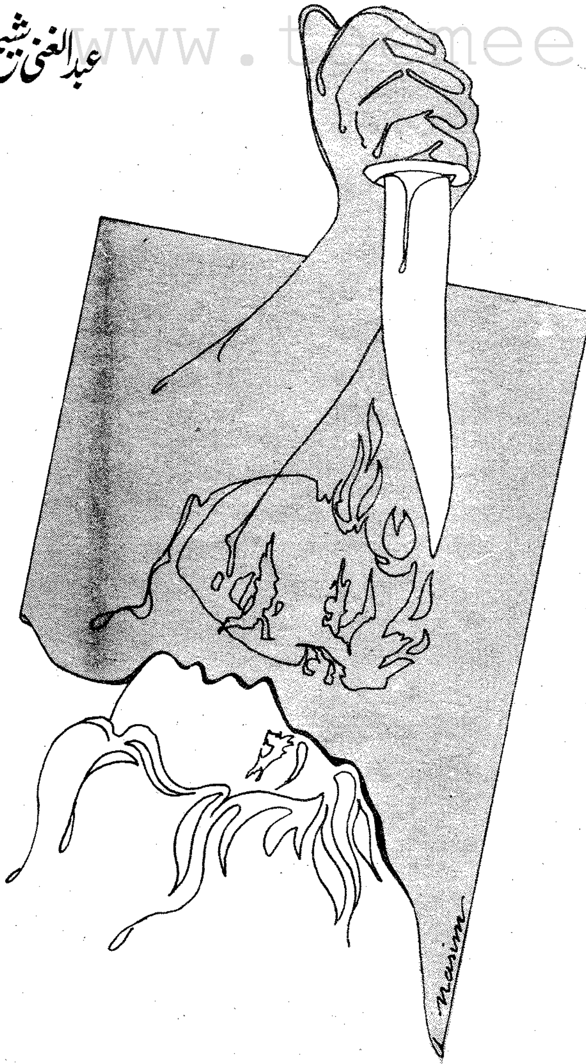
کے ایم پی
بوروٹون
آپکی جلد کی حفاظت کا عہد

یہ ایک آیورویدک دوا ہے

Printa dex/KMP/BT- 1/88 U

قاتل

عبدالغنی شیخ



شطرنج کی بازی ایک نازک موڑ پر آگئی تھی۔ ارشد بادشاہ اور بیگم کا گھیرا توڑنے کے لئے اپنے ذہن پر زور ڈال رہا تھا۔ اچانک دروازے کو دھڑاک سے کھولتے ہوئے فرید کمرے میں آدھمکا۔ فرید کا رات گئے اس طرح آنا ہم دونوں کو ناگوار گزرا۔ اس کی طرف ایک سرسری نظر ڈال کر ہم پھر کھیل میں گم ہونے لگے۔

"سُنو" اس نے ذرا زور سے کہا" میں خون کرکے آرہا ہوں۔ کیا سُنا نہیں۔ ارے کیا بہرے ہوگئے ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ میں نے خون کیا ہے؟"

"کم بخت! دوبارہ خون! خون کہا تو میں تمہارا خون کردوں گا" ارشد نے ایک مُہرے کو اُنگلی سے چھُوتے ہوئے فرید کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"تم میری بات کو مذاق کیوں سمجھ رہے ہو؟" فرید چیخ پڑا۔" میں سچ مچ ایک قتل کرکے آیا ہوں"۔

فرید کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ اور اس کا سانس پھُولا ہوا تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ فرید یا تو اچانک پاگل ہوگیا ہے یا اُس نے بھنگ پی لی ہے۔

"تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو۔ نشہ تو نہیں کیا ہے؟" ارشد نے میرے دل کی بات چھین لی۔

"میں پاگل نہیں ہوں اور نہ کوئی نشہ کیا ہے۔ میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میں نے انتظار کا قتل کیا ہے۔"

"ایں؟ انتظار کا قتل کیا ہے؟" ارشد بوکھلا اُٹھا اور اس کا ہاتھ بے اختیار اُٹھ کر شطرنج کی بساط سے جا ٹکرایا۔ سارے مہرے فرش پر بکھر گئے۔

"ہاں میں نے انتظار کو موت کے گھاٹ اُتارا ہے۔" فرید نے مُکا ہوا میں لہراتے ہوئے کہا۔" ایسے آدمی کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے میں اس کی لاش پر یہ بات لکھ آیا ہوں"۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے بیٹا، اب سُولی پر لٹکنے کے لئے تیار ہوجاؤ" ارشد بولا۔

"میں تم سے یہ باتیں سننے کے لئے نہیں آیا ہوں ارشد" مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے"۔

"میری مدد؟ تم اپنے ہاتھوں سے موت کا پروانہ لکھ آئے ہو"۔

"مدد نہیں" وہ اپنے لفظ کو درست کرتے ہوئے بولا" مجھے انصاف چاہئے، انصاف۔

"انصاف تو عدالت کرے گی۔ میں کون ہوتا ہوں؟" مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کسی بھی لمحہ پولیس کی گاڑی کا سائرن سُنائی دے گا اور پولیس فرید کو گرفتار کرنے کے لئے کمرے میں داخل ہوگی

"تمہیں قتل جیسے سنگین جرم کا مرتکب نہیں ہونا چاہئے تھا فرید" میں نے کہا۔

"میں قتل نہ کرتا؟ میں قتل نہ کرتا؟ اور ایک

زمانے کو دوسروں کی بہو بیٹیوں کی عزت سے کھیلنے کی چھوٹ دیتا؟" فرید ایک زخمی چیتے کی طرح بپھرنے لگا۔ "کیا تم دونوں نے اس کی تازہ ترین کرتوت نہیں سنی؟"

"نہیں تو۔ کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"تم نے میری بھانجی زینب کی حالت دیکھ کر آؤ۔ ایک زندہ لاش ہے وہ۔ معصوم لڑکی زندگی اور موت کے درمیان سسک رہی ہے۔" فرید سسکیاں لینے لگا۔ "زینب اس کی ہوس کا آخری شکار تھی اور میں نے اس کا انتقام لے لیا۔" وہ اپنے آنسو پی کر بولا۔ اور اس کی آنکھوں میں عجیب چمک آئی۔

انتظار پر ریپ کے چار الزامات تھے۔ لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے ان کے علاوہ کئی اور معصوم لڑکیوں کی عزت بھی لوٹی تھی۔ مگر بدنامی کے خوف سے یہ بات ظاہر نہیں ہوئی۔

میری ٹڈی سوزا اس کا پہلا شکار تھی۔ وہ پی۔ یو۔ سی کی طالبہ تھی۔ اور ایک تر و تازہ کلی کی طرح تھی۔ کالج کے بعد وہ ایک ٹیچر کے پاس پڑھنے کے لئے جاتی تھی۔ ٹیچر اور اس کے گھر کے درمیان ایک پگڈنڈی آدھے کلومیٹر لمبی ویران جگہ سے گزرتی تھی۔ جس کے دائیں بائیں اونچی کھابڑ زمین تھی۔ میری ٹڈی سوزا اپنی دو یا ایک سہیلیوں کے ساتھ ٹیوشن پڑھنے جاتی تھی۔ لیکن واقعہ کی شام کو وہ اکیلی واپس آ رہی تھی اور اتفاق سے اس روز دیر بھی ہو گئی تھی۔ انتظار شاید اس کی تاک میں تھا۔ اس نے میری ٹڈی سوزا کو دبوچ لیا۔ اور پگڈنڈی سے گھسیٹ کر ایک چھوٹی سی کھائی میں لے گیا۔ اور اس کی عصمت پر حملہ کیا۔ دو تین راہ گیروں نے لڑکی کی دلدوز چیخیں سنیں۔ ان کے پہنچنے پر انتظار بھاگ کھڑا ہوا۔ شام کے جھٹپٹے میں راہ گیروں نے انتظار کو اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ ریپ کے جرم میں اسے گرفتار کر لیا گیا۔ لڑکی کا طبی ٹیسٹ ہوا اور معاملہ عدالت میں پیش ہوا۔ دو چشم دید گواہوں نے انتظار کے خلاف شہادت دی۔ لیکن وکیلوں کی موشگافیوں اور قانونی باریکیوں کی وجہ سے کیس نے ایسا پینترا بدلا کہ انتظار بری ہو گیا۔ میری ٹڈی سوزا کو عدالتی کارروائی کے دوران میں شدید ذہنی عذاب سے گزرنا پڑا — وہ ایک دفعہ جنسی ہوس کا شکار ہوئی تھی، لیکن عدالت میں بیسیوں مرتبہ سینکڑوں نگاہوں کے سامنے وہ بار بار ننگی ہوتی رہی۔ اس کے ذہن کو اس واقعے سے ایسا گہرا صدمہ پہنچا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی۔

انتظار کی ہوس کا دوسرا شکار بملا تھی۔ یہاں بھی کافی ثبوت موجود تھے۔ لیکن بملا کا باپ چپ چاپ خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اس کو خوف تھا کہ یہ بات عدالت تک پہنچی تو دنیا کو پتہ چلے گا اور اس کی تین بن بیاہی لڑکیوں کی کبھی شادی نہیں ہوگی۔ لیکن یہ راز چھپا نہ رہ سکا۔ بملا نے خودکشی کر لی۔ اس ذلت سے دل گرفتہ ہو کر بملا کا باپ اپنے بچوں کے ساتھ شہر چھوڑ کر دوسری جگہ چلا گیا۔

انتظار اب بھی سینہ تان کر بے خوف و خطر چلتا تھا۔ اس کے پاس دولت تھی، اثر و رسوخ تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بہترین وکیلوں کی خدمات حاصل کر سکتا تھا۔ ویسے دیکھنے میں وہ بالکل جنسی مریض نہیں لگتا تھا۔ وہ کلب کے علاوہ ایک فلاحی تنظیم کا کرتا دھرتا بھی تھا۔

عائشہ انتظار کا تیسرا شکار تھی۔ اس کا بھائی پولیس انسپکٹر تھا۔ انسپکٹر جمال ایک سخت گیر افسر تھا۔ اور اپنی دیانت داری اور اصول پرستی کے لئے مشہور تھا۔ انتظار کے خلاف کم سے کم ایک گواہ تھا۔ سب کو یقین تھا کہ اب انتظار کا آخری وقت آ پہنچا

ہے۔ اور انسپکٹر جمال اس کو سزا دلا کر ہی دم لے گا۔ لیکن جمال کے دوستوں کو جب یہ علم ہوا کہ انسپکٹر معاملے کو عدالت تک لے جانے سے گریز کر رہا ہے تو نہ صرف ان کو حیرت ہوئی بلکہ مایوسی بھی ہوئی۔ ایسا سخت گیر انسپکٹر بالکل بکھر کر رہ گیا تھا۔ اس نے دوستوں سے کہا "میں عائشہ کو بہتر جانتا ہوں۔ وہ ملزم کے وکیل کی بے رحمانہ جرح کے سامنے ایک لمحہ بھی نہیں ٹک سکے گی وہ پہلے ہی ٹوٹ پھوٹ چکی ہے اوّل تو عدالت میں جرم ثابت کرنا مشکل ہے اور اگر ثابت ہوا بھی تو اس سے پہلے عائشہ کو ناقابلِ بیان ذہنی اذیتوں سے گزرنا پڑے گا۔ پھر جرم ثابت ہو بھی جائے تو مجرم کو ذہنی مریض قرار دیا جا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے ساتھ نرمی برتی جائے گی۔ انتظار کے پاس روپیہ ہے اور روپے میں بڑی طاقت ہے۔"

اس طرح انسپکٹر جمال جیسا با اصول افسر بھی اس بڑے مجرم کے سامنے پگھل گیا تھا۔ حالانکہ میری ڈی سوزا کی عدالتی کارروائی کے معاملے میں اس نے خود پہل کر کے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ شاید میری ڈی سوزا کا مقدمہ ہارنے کے بعد وہ سخت بد دل ہو گیا تھا۔



● راجیش کھنہ اور ڈمپل کپاڈیہ : فلم "جے شو شنکر"

ارشد گم صم بیٹھا تھا۔ فرید ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنے لگا "میں مرنے سے نہیں ڈرتا ارشد۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ ایک وکیل اور دوست ہونے کے ناطے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو؟" ارشد نے نڈھال لہجے میں پوچھا۔

"میں عدالت میں اقبالِ جرم کرنا چاہتا ہوں۔ اور تمہیں میری یہ وکالت کرنی ہے کہ ایک حساس انسان نے ایک درندہ صفت انسان کو ہٹا کر دھرتی کے بوجھ کو ہلکا کیا ہے۔"

ارشد کے ہونٹوں پر ایک استہزائیہ مسکراہٹ ابھری "یہ عجیب منطق ہے۔ قتل اپنی جگہ سنگین جرم ہے اور اس کی سزا عمر قید یا پھانسی ہے، جب کہ ریپ دوسرا جرم ہے اور اس کی اپنی سزا الگ ہے۔ ایک جرم کے خلاف دوسرے جرم کے ارتکاب کے لئے کوئی قانونی جواز نہیں نکلتا۔ انتظار اس دنیا میں نہیں رہا۔ اس لئے اب ریپ کا ثبوت یا عدم ثبوت اس کو سزا دینے کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ہاں، اب تمہارے ارتکابِ قتل کے جرم کا سوال ہے۔ تم نے خود اپنی گردن کو پھندے میں ڈالا ہے اور اس کی گرفت گردن پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ عدالت میں تمہاری انسانیت کی دہائی نہیں چلے گی۔ مقتول کا وکیل تمہارے آدرش واد کی دھجیاں بکھیر دے گا۔ تمہارے اونچے نظریات اور اخلاقیات کے پرخچے اڑا دے گا۔ اس کی جرح کے سامنے تمہاری ساری دلیلیں پوچ ہو کر رہ جائیں گی۔"

"سنو تو سہی۔ انتظار کو کون نہیں جانتا؟ لوگ میری بات پر یقیناً بھروسا کریں گے۔"

"لیکن قانون اس طرح نہیں سوچتا۔ قتل کے عوض تمہیں اپنی جان دینا پڑے گی۔"

"میں قانون کی پروا نہیں کرتا ارشد۔ اور میں پھانسی کے تختے پر چڑھنے کے لئے بھی تیار ہوں لیکن میں اتنا ضرور چاہتا ہوں کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ظالم کی موت محض اتفاق نہیں۔ اس کے قتل میں کسی پیشہ ور قاتل، چور اچکے یا اس کے کسی حریف کا ہاتھ نہیں۔ بلکہ ایک جنسی بھیڑیئے کو ایک حساس انسان نے اس کے کئے کی سزا دی ہے۔ اس طرح ان مظلوم لڑکیوں کو بھی حقیقت کا پتہ چلے گا جنہوں نے اس کے ہاتھوں میں بے پناہ جسمانی اور ذہنی اذیتیں سہی ہیں۔"

"عجیب اصول پرست ہو!" ارشد بولا۔ "ارشد، تم نے آج تک کوئی کیس نہیں ہارا ہے....."

"لیکن یہ کیس بالکل مختلف ہے۔ کیوں کہ اس کیس کا ملزم خود اقبالِ جرم کر رہا ہے۔"

"یہی تو چیلنج ہے۔ یہی تو تمہاری صلاحیت کے لئے کسوٹی ہے۔"

"عجیب آدمی سے پالا پڑا ہے۔" ارشد سوچ میں پڑ گیا۔

"فرید!" ارشد جیسے خواب سے جاگتے ہوئے بولا۔ "تم ابھی گھر جا کر آرام سے سو جاؤ۔ میں اس کیس پر سوچوں گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تم ابھی کسی کے سامنے اس کا ذکر نہیں کرو گے۔"

پھر ارشد مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "تم بھی چلے جاؤ، کمار۔ آج مجھے رت جگا کرنا ہے۔"

"میں ایک امن پسند شہری ہوں۔ میرے دل میں قانون کا احترام ہے۔ میں نے پولیٹکل سائنس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے اور ملک کے آئین کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن نہ جانے میں کیوں چاہنے لگا کہ فرید کو کوئی سزا نہ ملے۔

اُردو کی مقبول ترین ادیبہ

واجدہ تبسّم

کے مقبول ترین ناول

ساتواں پھیرا

واجدہ تبسّم کا تازہ شاہکار

قیمت: تیس روپے

نتھ کی عزّت

ایک حیدرآبادی نواب سے ان کی طوائف محبوبہ کا دردناک انتقام

قیمت: تیس روپے

نتھ کا غرور

حیدرآباد کی کہانیاں جس میں غیر مطبوعہ نئے افسانے بھی شامل ہیں۔

قیمت: تیس روپے

نتھ کا زخم

انوکھے انداز کا ناول حیدرآباد، انگلستان اور امریکہ کی داستان

قیمت: تیس روپے

اُترن

حیدرآباد کے رنگین ماحول کی کہانیاں

قیمت: تیس روپے

نتھ اُترائی

گیارہ طوائفوں کی تیرہ کہانیاں

قیمت: تیس روپے

نتھ کا بوجھ

دل چسپ بے باک افسانے

قیمت: تیس روپے

قلم کے جادوگر الیاس سیتاپوری کے شاہ کار

اُن انسانوں کی کہانیاں جو بادشاہ تھے، وزیر تھے، مصاحب تھے، امیر تھے، فن کار تھے، پرستار تھے، عاشق تھے، محبوب تھے، رقیب تھے، دوست تھے، دشمن تھے، جھوٹے تھے، سچے تھے۔ انسانوں کے وہ تمام رُوپ جو ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے گرفت، نشہ، سحر، سوزوگداز... وہ سب جو آپ چاہتے ہیں۔

پارسائی کا خمار — قیمت: بیس روپے

آشنا پرست — قیمت: پندرہ روپے

حرم سرا کا محبوب — قیمت: پندرہ روپے

دیوی کے پرستار — قیمت: بیس روپے

کشمیر کی کلی — قیمت: سولہ روپے

داستانِ حور — قیمت: پندرہ روپے

شہزادی کا نیلام — قیمت: پندرہ روپے

بالا خانے کی دلہن — قیمت: پندرہ روپے

حرم سرا — قیمت: پندرہ روپے

چاند کا خدا — قیمت: پندرہ روپے

عجائب خانۂ عشق — قیمت: پندرہ روپے

اندر کا آدمی — قیمت: دس روپے

راگ کا بدن — قیمت: دس روپے

آج ہی ایک پوسٹ کارڈ بھیج کر گھر بیٹھے وی پی ڈاک سے منگوا لیجئے یا اپنے اخبار فروش سے طلب کیجئے۔

غیر ملکی پروانے اپنے اپنے مُلک کے لئے قیمت اور محصول ڈاک معلوم کرنے کے لئے تحریر فرمائیں پھر ڈرافٹ بھیجیں۔

ایجنٹ حضرات اپنے آرڈر جلد بھیجیں

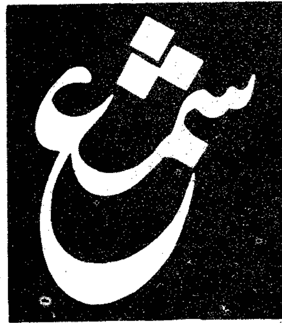


شمع بک ڈپو، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

آپ کو ہندوستان کے کسی گوشے میں یا دنیا کے کسی بھی مُلک میں اُردو، انگریزی، ہندی، پنجابی کتابیں یا رسائل منگوانے ہوں تو شمع کے ادارے کو خدمت کا موقع دیجئے۔ غیر ممالک میں شہر شہر نئے ایجنٹ بنائے جا رہے ہیں

انتباہ:





فیض الحسن راہی، غازی آباد

س : اگر دنیا کی تمام لڑکیاں شادی نہ کرنے کا فیصلہ کرلیں تو کیا ہوگا؟

ج : اگر اس کے ساتھ وہ ایک اور فیصلہ بھی نہ کر ڈالیں تو نوجوانوں کے مزے آجائیں گے۔

محمد عمر انصاری، ٹانڈہ

س : پری جمالوں کی سب سے حسین ادا؟

ج : وہی حسن کا مظاہرہ وہ سب سے کم کرتی ہیں — خود کو سونپنے کی ادا۔

کلام احمد آرزو، ہزاری باغ

س : گناہ پر پچھتاوا کیسے ہوتا ہے؟

ج : عورت کو — مرد تو بڑے فخر سے دوستوں میں اس کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔

ایس لاڈلے لوہسیگھنوی، ہزاری باغ

س : انسان ترقی کرنا چاہے تو اُسے کون سا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟

ج : اپنی ساری صلاحیتوں سے کام لینے کا راستہ۔ کچھ لوگ تو اس سلسلے میں صلاحیتوں سے غلط کام لینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ ایک صاحب مدت بعد اپنے ایک دوست سے ملے تو پوچھنے لگے: "بھئی، تمہارا وہ بیٹا آج کل کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے جو لڑکپن میں پرندوں کی آوازوں کی نقل کمال کے ساتھ بنایا کرتا تھا؟" دوست نے جواب دیا" وہ تو خوب دولت کما رہا ہے۔ اس نے پالتو پرندوں کی دکان کھول رکھی ہے، جہاں ایسے بولتے ہوئے طوطا، مینا بیچتا ہے جو اشعار اور کہانیاں تک سناتے ہیں!"

حسین بن عمر، بیدر (کرناٹک)

س : انسان کو راحت کب ملتی ہے؟

ج : محنت سے — اس وقت بھی جب راحت کسی حسین لڑکی کا نام ہو۔

محمد کاظم، ییلا ریڈی

س : محبت پچھتاوا ہے تو شادی کیا ہے؟

ج : جنت کا احساس — جو کہیں پیچھے رہ گئی ہے!

فائزہ نسرین، کلوا کرتی

س : پیاسا کنوئیں پر جاتا ہے تو محبت کا پیاسا نامراد کہاں جاتا ہے؟

ج : پہلے وہ بھی کنوئیں کا رخ کرتا تھا۔ اب فوری یا سُست رفتار خودکشی کے اور بہت سے طریقے نکل آئے ہیں۔

شکیلہ بانو، چکدرین، (نالندہ)

س : یکسانیت سے اکتاہٹ کب محسوس ہوتی ہے؟

ج : جب عرصے تک جھیلنا پڑے۔ ایک صاحب مثالی قسم کے شوہر ثابت ہوئے تھے۔ ہر سال وہ اپنی بیوی کو اس کی سال گرہ پر تحفہ دیا کرتے تھے، مگر تحفہ دینے میں وہ خوب صورتی پر نہیں، افادیت پر دھیان دیتے تھے۔ مثلاً کبھی واشنگ مشین لا دیتے تو کبھی پریشر کوکر۔ شادی کو ۳۰ برس ہو گئے تو وقت کے ساتھ ان صاحب کے پاس کافی دولت بھی آگئی۔ اب ان کی بیوی چاہتی تھی کہ سال گرہ پر وہ اسے ایک قیمتی جڑاؤ ہار لے دیں۔ مگر عملی آدمی ہونے کی وجہ سے اس بار انہوں نے بیوی کے لئے ایک قیمتی تابوت بنوا دیا۔ اس سے اگلے سال بیوی نے جھجک کو بالائے طاق رکھتے ہوئے خود ہی جڑاؤ ہار کی فرمائش کر دی۔ یہ فرمائش سنتے ہی وہ صاحب بولے "آخر جڑاؤ ہار میں تم اتنی دلچسپی کیوں دکھا رہی ہو؟ تم نے تو ابھی تک پچھلی سال گرہ پر دیا ہوا تحفہ بھی استعمال نہیں کیا ہے۔"

عبدالرحیم بن محمد، عقل (سعودی عرب)

س : شدید گرمی میں اگر پیار کی گرمی بھی چڑھے تو؟

ج : لباس کو بوجھ سمجھنے اور سمجھانے کا ایک اور بہانہ ہاتھ لگتا ہے۔

ایس، گلزار، میل وشارم

س : کیا آج کے دور میں مرد سچا پیار کر سکتا ہے؟

ج : جی ہاں — اگر کہیں اور جھوٹے پیار کا موقع بھی نصیب میں آتا رہے۔

عبدالحکیم وفا بلوچ، بحرین

س : اگر کوئی ظلم برداشت کرتا رہے اور پھر تنگ آکر اینٹ کا جواب پتھر سے دے تو کیا لوگ اسے بھی ظالم نہیں کہیں گے؟

ج : جی ہاں — ہمارا سماج یہ ستم ظریفی بیویوں کے معاملے میں اکثر کیا کرتا ہے۔

ارشد حسین، گوہاٹی

س : کیا ہر انسان شادی کے بعد ہی خوشی پاتا ہے؟

ج : نہیں۔ لیکن حسین لڑکیاں یہی یقین دلانے کی کوشش کرتی ہیں۔

حمید جاوید، عجمان (یو اے ای)

س : انسان جھونپڑیوں میں رہتے ہوئے بھی محلوں کے خواب کیوں دیکھتا ہے؟

ج : عموماً اس کی ایک ہی وجہ ہوتی ہے: بیوی۔

ایم اے وحید رومانی، منظام آباد

س : حقیقت ظاہر ہونے پر خاموشی کیسے اختیار کرنی پڑتی ہے؟

ج : ہر رنگین مزاج، لیکن عافیت پسند شوہر کو۔

محمد سورت الحق، تاتار پور

س: محبت کے معاملے میں عورت کی نگاہ اور مرد کی نگاہ میں کیا فرق ہے؟

ج: مرد کی نگاہ بے حد سطحی ہوتی ہے۔ کیا آپ نے کسی ایسی عورت کو دیکھا ہے جو کسی کند ذہن، زبان دراز، نکھٹو مرد سے صرف اس لئے محبت کرتی ہو کہ وہ صورت شکل کا اچھا ہے؟

نذیر احمد، کشتواڑی (کشمیر)

س: استاد کے ہوش کب اُڑ جاتے ہیں؟

ج: بہت زیادہ ذہین شاگرد سے پالا پڑنے پر۔ ایک عورت اپنی پانچ سالہ بچی کو اسکول میں داخلہ دلانے کے لئے گئی تو پرنسپل نے اسے بتایا کہ پہلی کلاس میں داخلے کے لئے بچی کی عمر چھ سال ہونا چاہئے۔ عورت بولی "مگر پرنسپل صاحبہ، میری بیٹی چھ سال کے بچوں کا آسانی سے مقابلہ کرسکتی ہے۔ آپ ٹیسٹ لے کر دیکھ لیجئے۔" پرنسپل نے کہا "ٹھیک ہے۔" پھر اس نے بچی سے کہا کہ جو لفظ بھی اس کے ذہن میں آئیں، بول کر دکھائے۔ بچی نے الجھن کے عالم میں اپنی ماں سے پوچھا "پرنسپل صاحبہ مجھ سے منطقی طور پر مربوط جملے بولنے کو کہہ رہی ہیں یا ایک دوسرے سے غیر متعلق الفاظ؟"

محمد امتیاز علی نصرت، پدایلی (کریم نگر)

س: انسان مصیبت میں بھی کب خوش رہ سکتا ہے؟

ج: جب مصیبت کو نعمت میں بدلنے کا ہنر اُسے آتا ہو۔ ایک عورت کلر ٹی وی خریدنے کے لئے بارہ ہزار روپے قرض لینے کی غرض سے بینک میں گئی۔ متعلقہ افسر نے اس کا کھاتا دیکھ کر کہا "آپ کے پندرہ ہزار روپے جمع تو ہیں۔ پھر آپ قرض کیوں لیتی ہیں۔ قرض لے کر تو آپ کو سود بھی دینا ہوگا۔" عورت بولی "نہیں، مجھے قرض ہی چاہئے۔ بات یہ ہے کہ میرے شوہر کو سٹّا کھیلنے کی عادت ہے۔ ہر ہفتے وہ دو سو روپے مجھے دے کر تاکید کرتے ہیں کہ ان کے بتائے ہوئے نمبر پر بازی لگا آؤں۔ میں بازی نہیں لگاتی اور وہ روپے اپنے پاس ہی رکھ لیتی ہوں۔ کبھی ان کا بتایا ہوا نمبر آجاتا ہے تو میں حساب سے جیتی ہوئی رقم ان کے حوالے کر دیتی ہوں۔ لیکن کُل ملا کر ابھی تک اس طرح میرے پاس پندرہ ہزار روپے جمع ہو چکے ہیں۔"

محمد عارف راعین، شاہ جہاں پور

س: عورت اور وکیل میں کیا فرق ہے؟

ج: وکیل قانونی باریکیوں پر گھنٹوں بول سکتا ہے۔ عورت کسی موضوع کے بغیر گھنٹوں بول سکتی ہے۔

امینہ احمد بن عبری، حیدر آباد

س: کیا ایسے ماحول میں ساری زندگی گزاری جاسکتی ہے جو کسی طرح بھی موافق مرضی نہ ہو۔

ج: جی ہاں — بہت سے شوہر اور بیویاں ایسا ہی کرتے ہیں۔

عبدالرحمن اعظم، راویر (جل گاؤں)

س: بیوی کو شوہر پر کب غصہ آتا ہے؟

ج: جب شوہر اس کی ضرورتوں پر دھیان نہ دے۔ لیکن کچھ شوہر بیوی کے غصے پر بھی دھیان نہیں دیتے۔ ایک عورت یہ دکھانے کے لئے کہ اس کے پاس ایک بھی نئی پوشاک نہیں ہے، شوہر کے لائے ہوئے نئے سینڈل پہن کر شوہر کے سامنے بے لباس جا کھڑی ہوئی۔ اخبار پڑھتے ہوئے شوہر نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا، "اگر تم کہیں باہر جا رہی ہو تو یہ لفافہ پوسٹ کرتی آنا۔"

ایس کے، برہان الدین، ورنگل

س: لڑکیاں اندھیرے سے کب ڈرتی ہیں؟

ج: جب انہیں اندیشہ ہو کہ کوئی بھوت لپٹ جائے گا، جو مرد کے روپ میں بھی ہوسکتا ہے۔

افتخار احمد، ٹانڈہ (فیض آباد)

س: کیا محبوبہ ایک اچھی بیوی بن سکتی ہے؟

ج: جی ہاں — اگر شادی کے بعد بھی اسے محبوبہ کا درجہ حاصل رہے۔

ایس فردوس، کشتواڑ (کشمیر)

س: سنہرے خوابوں کی تعبیر کب ملتی ہے؟

ج: جب آدمی سوتا ہی نہ ہے۔

محمد ظہیر الدین ساحر، نرمل

س: عورت اور لومڑی میں کیا فرق ہے؟

ج: بہت زیادہ۔ لومڑی کو دل دیتے ہوئے ہم نے کسی مرد کو نہیں دیکھا۔

فیروز خان، تانڈور (اے پی)

س: نیند میں عورت زیادہ حسین کیوں معلوم ہوتی ہے؟

ج: شاید اس لئے کہ اس وقت اس کی زبان بند ہوتی ہے۔

کوثر جہاں، کرنول

س: آدمی خود کو دُھن کا پکا ثابت کرنے پر کب تُل جاتا ہے؟

ج: جب اسے علم نہ ہو کہ کیسے حالات میں اسے دُھن پوری کرنا ہوگی۔ امریکہ کا ایک قصبہ طوفانی باڑھ کی لپیٹ میں آگیا۔ ایک ننھی سی بچی پڑوس کے ایک چھوٹے سے لڑکے کے ساتھ گھر کی چھت پر کھڑی تھی۔ اس نے دیکھا کہ پانی کے ریلے میں ایک ہیٹ تیرتا ہوا بار بار گھر کے قریب تک آتا ہے اور پھر واپس دور تک چلا جاتا ہے۔ کئی مرتبہ جب ایسا ہی ہوا تو ننھی لڑکی نے لڑکے سے کہا "یہ ہیٹ بار بار اُدھر سے اِدھر اور اِدھر سے اُدھر کیوں جارہا ہے؟" لڑکے نے جواب دیا "یہ میرے ڈیڈی ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ آندھی آئے یا طوفان، بارش ہو یا باڑھ آئے، وہ ہر حال میں آج لان کی گھاس ضرور کاٹیں گے۔"

سید معین الدین جلیب، حیدر آباد ۸

س: کچھ لڑکیاں پالتو جانوروں میں کتے کو کیوں پسند کرتی ہیں؟

ج: کیوں کہ وہ وفادار ساتھی چاہتی ہیں، چاہے وہ جانور ہو یا انسان۔

احمد عبدالکلیم، صنعت نگر

س: معصوم پیار پر تہمتیں کیوں آتی ہیں؟

ج: کیوں کہ خیر سے اس میں ایک فریق مرد ہوتا ہے، جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

محمد علیم الدین، بودھن

س: محبت انسان کو کیا بنا دیتی ہے؟

ج: کبھی قیس اور فرہاد، کبھی صرف شوہر۔

سید ظہیر الدین تمنا، جگتیال

س : کسی آئیڈیل قسم کی لڑکی کو پانے کے لئے کیا کرنا چاہئے ؟

ج : خود اس کے لئے آئیڈیل بننے کی کوشش۔ لیکن یہ خیال رہے کہ آئیڈیل حاصل ہو جانے کے بعد عموماً آئیڈیل نہیں رہتا ہم ایک ایسے نوجوان کو جانتے ہیں جو سرور سے سرشار ہونے کے لئے اپنی محبوبہ کا ہاتھ تھاما کرتا ہے۔ اب اس سے شادی ہو جانے کے بعد بھی وہ اس کا ہاتھ تھامتا ہے مگر سرور کے لئے نہیں، اپنے بچاؤ کے لئے۔

امروز خان، تانڈور (رنگا ریڈی)

س : محبوبہ کی سب سے بڑی تمنا کیا ہے ؟

ج : چاہے جانے کی تمنا، لیکن اس انداز سے نہیں جیسے اس کے شیدائی کو پسند ہوتا ہے۔ ایک جوڑا ہنی مون منانے کے لئے ایک شاندار ہوٹل کے کمرے میں ٹھیرا ہوا تھا۔ صبح کو دلہن نے اپنے شوہر سے پوچھا " ناشتے کے لئے روم سروس کو فون کر کے کیا منگواؤں ؟" شوہر نے جواب دیا " تم تو جانتی ہی ہو کہ میری پسند کیا ہے۔" دلہن شرماتے ہوئے بولی " جانتی تو ہوں، مگر ہمیں ناشتہ بھی تو کرنا چاہئے "۔

محمد جلال الدین، مڈھا (بلیا)

س : انسان اپنوں کے ہوتے ہوئے بھی خود کو اکیلا کب محسوس کرتا ہے ؟

ج : جب اس کے ساتھ رہنے کے لئے تڑپ رہا ہو جسے وہ سب سے زیادہ اپنا سمجھتا ہے۔

محمد افروز، دمکا

س : صبر کا پھل کھٹا کب ہوتا ہے ؟

ج : جب صبر کا ہی دوسرا نام بن جائے یا جب صبر کو محبت میں آزمایا جائے۔

سید احمد اللہ حسینی، محبوب نگر

س : کیا حسین صورت کو چاہنا آگ سے کھیلنے کے برابر ہے ؟

ج : جی ہاں۔ لیکن کبھی کبھی اس آگ کو گل زار میں بدلتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے۔

کے ار اما راؤ، حیدرآباد

س : صرف ناکام محبت لوگ ہی کیوں مشہور ہوتے ہیں ؟

ج : کیوں کہ بے چارے شوہروں کا تاریخ میں کوئی مقام نہیں ہوتا۔

متین، تانڈور

س : کیا کسی کو دکھ دے کر مسرت حاصل ہو سکتی ہے ؟

ج : جی ہاں۔ لیکن صرف خوب صورت لڑکیوں کو یہ موقع حاصل ہے۔

احمد رضا ہسوری، مونگیر

س : گھر کب کاٹنے کو دوڑتا ہے ؟

ج : جب سُونا ہو، یا کسی ایسی مخلوق سے آباد ہو جو کاٹنے کو دوڑے۔

سال گرہ

اسرانی، ٹن ٹن (یکم جنوری)، سپنا (۲)، سنجے خاں، چیتن آنند، پریما نارائن (۳)، نروپا رائے، پردیپ کمار (۴)، مُقری (۵)، رامیشوری، کملیشور (۶)، نیتا مہتہ، سعید جعفری (۸)، نندہ، مہندر کپور، علی رضا (۹)، باسو چٹرجی (۱۰)، ریتا بہادری (۱۱)، کیفی اعظمی، شکتی سامنت (۱۴)، سجن (۱۵)، او پی نیر، روپیش کمار (۱۶)، کمال امروہی، جاوید اختر (۱۷)، عادل (۲۵)، انیل گنگولی (۲۶) اور شمی کپور (۲۷ جنوری) کو پیدا ہوئے تھے، لیکن یہاں صرف ان ہی کے نام اور پتے دئے جارہے ہیں، جن سے یہ امید ہے کہ وہ خط کا جواب یا تصویر ضرور بھجوائیں گے جن زبانوں میں خط وکتابت کی جاسکتی ہے وہ بھی ساتھ لکھی جارہی ہیں مبارک باد کے خط میں یہ ضرور لکھیں کہ آپ نے ان کی سال گرہ کی تاریخ اور پتہ شمع سے لیا ہے جن خطوں میں شمع کا حوالہ ہوتا ہے، ستارے اُن کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اروِن گوول

(۱۲ جنوری، میرٹھ) ہندی

604, Mount,
J. P. Road,
Versova,
Bombay - 400061

سبھاش گھئی (فلم ساز، ہدایت کار)

(۲۴ جنوری: ناگپور) ہندی

6, BASHIRON,
28TH ROAD, T.P.S. III
BANDRA, BOMBAY-400 050

رمیش سپی (ہدایت کار)

(۲۳ جنوری: کراچی) ہندی

601, OLYMPUS, ALTA MOUNT ROAD,
BOMBAY-400 026

جے اوم پرکاش

(۲۴ جنوری: لاہور) ہندی

"MAYUR
TILAK ROAD
SANTA CRUZ (WEST)
BOMBAY-400 054

خبریں ہی خبریں

فلم ساز و ہدایت کار لوکاڈیہ کی نئی فلم میں امیتابھ اور جیہ

امیتابھ بچن، جیہ پردا، جیکی شیروف، رادھیکا آدتیہ پنچولی، امریش پوری اور چرن راج پروڈیوسر اور ڈائرکٹر کے ہیں۔ لوکاڈیہ کی نئی فلم میں اہم رول ادا کریں گے۔ ۱۳۔ جنوری سے سیٹ پر جانے والی اس فلم کی پندرہ روزہ شوٹنگ بھی مہورت کے بعد مکمل کی جائے گی۔

• فلم "بندھوا" کی مہورت پر لی گئی تصویر میں : گل بھوشن کھربندا، کہانی کار و ہدایت کار جے۔ پی۔ دتہ، امیتابھ بچن، فلم ساز حبیب نڈیاڈ والا، مکالمہ نویس او۔ پی۔ دتہ اور اداکار گل۔

• فلم "تم میرے ہو" کے مہورت پر مہمان ناصر حسین، فلم ساز و ہدایت کار طاہر خان اور فلم کا ہیرو عامر خان

• فلم "آتنک ہی آتنک" کے مہورت پر رضا مراد، فلم ساز و ہدایت کار دلیپ شنکر، موسیقار بھان، گووندا اور فلم کا ہیرو عامر خان

طاہر حسین کی نئی فلم "تم میرے ہو"

فلم ساز و ہدایت کار طاہر حسین کی نئی فلم "تم میرے ہو" میں عامر خان، جوہی چاولہ، رینو آریہ سدھیر پانڈے، اجیت وچھانی، ترشی اور عشرت علی اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ فلم کے گیت کار مجروح اور موسیقار آنند ملند ہیں۔

رجنی کانت اور عامر خان "آتنک ہی آتنک" میں

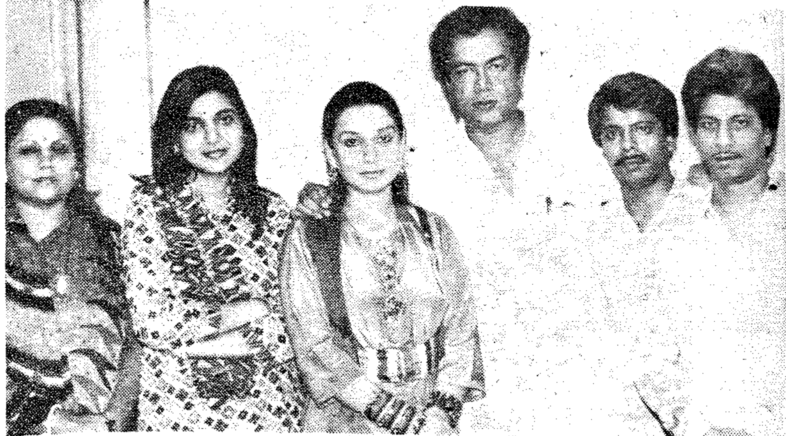
پروڈیوسر منگل اور کہانی کار و ہدایت کار دلیپ شنکر کی نئی فلم "آتنک ہی آتنک" میں رجنی کانت، عامر خان، سوتم، ارچنا، سریش اوبرائے، سداشیو امراپورکر، رضا مراد، دلیپ تاہل، بھرت کپور، جوگندر، عشرت علی اور رام آنند اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ فلم کے موسیقار اقبال درانی اور موسیقار وجے پٹالوی ہیں۔

"گرفتاری" میں سینہا بھی

تاج دار امروہی کی دریافت سینہا کرشنا مورتی فلم "گرفتاری" میں سومیت سیگل کے مقابل ہیروئن کا رول ادا کرے گی۔ راج ببر، کمی کاٹکر، چرن راج، رضا مراد شوا، سمیت کمار اور کرن کمار فلم کے دیگر اہم ستارے ہیں۔ فلم کے کیمرہ مین اور ہدایت کار لارنس ڈی سوزا ہیں۔



● فلم ساز گوتم لوکاڈیہ کی نئی فلم کے مہورت پر فلم کے مرکزی ستارے : مادھوری ڈکشت، گووندا اور رحمان راجیش کھنہ



● فلم : "ایک نمبر کا چور" کے گانے کی ریکارڈنگ پر (دائیں سے بائیں) میوزک ڈائریکٹر اقبال اور مسعود، رائٹر، ڈائریکٹر پروڈیوسر تاج دار امروہی، فلم کی معاون پروڈیوسر مسز نیلو فر امروہی، گلوکارہ الکا یاگنک اور گیت کار مایا گووند۔

"لیکن" راجستھان میں

مصنف، گیت کار و ہدایت کار گلزار کی زیر تکمیل فلم "لیکن" کی آؤٹ ڈور شوٹنگ بیکانیر، جیسلمیر اور گجنیر کے علاوہ راجستھان کے دوسرے مقامات پر کی گئی۔ ونود کھنہ، ڈمپل کپاڈیہ، آلوک ناتھ، وجیندر، امجد خاں، بینا، سنیل ایڈوانی، رام موہن، جی۔ پی۔ سنگھ اور منوہر ایڈوانی فلم کے اہم ستارے ہیں — لتا منگیشکر کی اس پیش کش میں ہیما مالنی، مِتھن سین اور راحت دچھاتی خصوصی رول ادا کر رہے ہیں۔ فلم کے موسیقار ہردے ناتھ منگیشکر ہیں۔

راکیش روشن کی نئی فلم میں انیل کپور اور مادھوری ڈکشت

پروڈیوسر ڈائریکٹر راکیش روشن (حالیہ فلم: "خون بھری مانگ") کی نئی فلم میں انیل کپور، مادھوری ڈکشت اور قادر خاں اہم رول ادا کریں گے۔ فلم کی کاسٹ میں ایک ہیروئن اور معاون ستاروں کو مزید شامل کیا جائے گا۔ فلم کے گیت کار اندیور اور موسیقار راجیش روشن ہیں۔ اس فلم کے علاوہ راکیش روشن امیتابھ بچن کے ساتھ ایک فلم بھی جلد شروع کرے گا۔

چنکی پانڈے اور عامر خاں "صاحبزادے" میں

پروڈیوسر کے۔ کے تلوار کی زیر تکمیل فلم "صاحبزادے" میں چنکی پانڈے، عامر خاں، نیلم، تنوجا، کپور اور گلشن گروور اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ فلم کے موسیقار لکشمی کانت پیارے لال اور ہدایت کار اجے کیشپ ہیں۔ فلم کی کاسٹ میں ایک ہیروئن کو اور شامل کیا جائے گا۔

"میرا نام تمہاری موت"

راج ببر، فرح، سومیت سیگل، سپنا، رضا مراد، سدھیر دلوی، سلبھا دیش پانڈے، سمیر کھکر، شردھا ورما، موہن پالیوال، راجہ بندیلا اور سدا شیو امر اپورکر جے آر فلمز کی زیر تکمیل فلم: "میرا نام تمہاری موت" میں اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ جس کے موسیقار آر۔ ڈی برمن اور ہدایت کار بی۔ آر۔ اشارہ ہیں۔

متھن اور املہ "دوست" میں

پروڈیوسر اے۔ مورہیہ نرائن کی زیر تکمیل فلم کا نام "دوست" رکھا گیا ہے۔ جس میں متھن چکرورتی، املہ، امجد خاں، قادر خاں، کرن کمار اور اسرانی کے علاوہ ایک ہاتھی، ایک بندر، ایک طوطے کے علاوہ دوسرے بہت سے جانور اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ فلم کے موسیقار آر۔ ڈی۔ برمن اور ہدایت کار کے مُرلی موہن راؤ ہیں۔

کِمی اور آصف "مردانی" میں

پروڈیوسر ڈائریکٹر دیپک باہری کی زیر تکمیل فلم "مردانی" میں کِمی کاٹکر، آصف، سونیکا گل، عشرت سکسینہ اور کرن کمار اہم رول ادا کر رہے ہیں۔ جس کے مصنف خالد اور موسیقار رام لکشمن ہیں۔

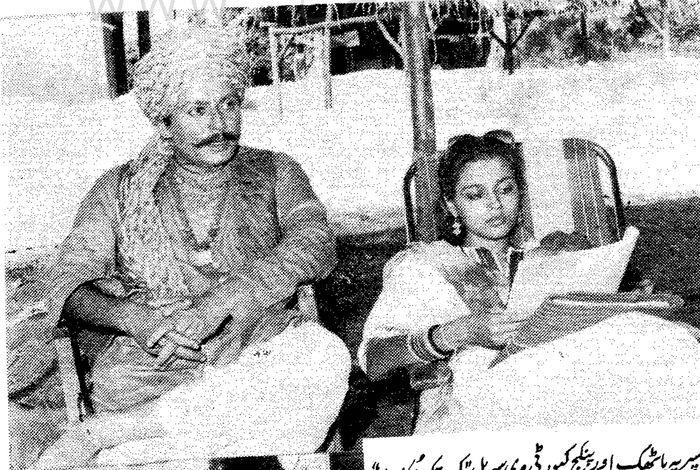
لوکاڈیہ کی نئی فلم شروع

کے۔ سی۔ لوکاڈیہ کی پیش کش اور پروڈیوسر گوتم لوکاڈیہ کی فلم میں گووندا اور مادھوری ڈکشت مرکزی رول ادا کر رہے ہیں۔ جس کے موسیقار بپّی لہری اور ہدایت کار وجے ریڈی ہیں۔

کھوشن بن مالی ہدایت کار بنا

مصنف کھوشن بن مالی فلم ساز پشپا ایس چودھری کی نئی فلم کی ہدایت بھی دے گا جس میں چنکی پانڈے، فرح اور سامرِیش پوری اہم رول ادا کریں گے۔

ٹی وی کی دُنیا



• پیریہ پاٹھک اور پنکج کپور ٹی وی سیریل "کب تک پکاروں" کے سیٹ پر۔

• ٹی وی سیریل "آخری داؤ" میں فاروق شیخ

"ٹیپو سلطان" کے موسیقار نوشاد

سنجے خاں کے زیرِ تکمیل اوّلین ٹی وی سیریل "ٹیپو سلطان" کی پس منظر موسیقی نوشاد ترتیب دے رہے ہیں۔ "شمع" کے پوچھے جانے پر کہ کیا اس سیریل میں گیت بھی ہوں گے۔ نوشاد صاحب نے جواب دیا "شاید "ٹیپو سلطان" کی شادی کے موقع پر کوئی گیت ہو، ورنہ مجھے فلم کی پس منظر موسیقی کے لئے لیا گیا ہے۔"

"مرزا غالب" کے بعد "افسانچے"

مصنف و ہدایت کار گلزار جن کا سیریل "مرزا غالب" آج کل دکھایا جا رہا ہے جلد ہی ایک نیا سیریل "افسانچے" کے نام سے بنائیں گے۔ اس سیریل میں ہندوستان کی مختلف زبانوں کی معروف کہانیاں پیش کی جائیں گی۔

ایم۔ حنیف کا "محاورے"

مصنف و ہدایت کار ایم۔ حنیف (آنے والی فلم "آکاش گنگا") "محاورے" کے نام سے ایک سیریل بنا رہے ہیں۔

"زندگی ایک سفر" میں مُلک کی نامور ہستیاں

مُلک کے ممتاز فن کار اور ہستیاں اپنا ایک دن کیسے گزارتی ہیں۔ اس خیال پر پروڈیوسر امتیاز کپاڈیہ مرحوم تقریباً تین سال پہلے ایک سیریل بنا رہے تھے۔ اچانک ایک سڑک حادثے میں اُن کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے یہ سیریل درمیان میں رُک گیا۔ اب اس سیریل کو امتیاز کپاڈیہ کا بھائی اور بیوہ مکمل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اب سیریل میں یہ تبدیلی ہو گی کہ ایک عام سا انسان بڑا کیسے بنا یا ایک عام سا انسان بڑا صنعت کار کیسے بنا۔ اس سیریل میں جن ممتاز فن کاروں کی زندگی کی عکاسی کی جائے گی اُن میں فلمی دنیا سے لتا منگیشکر اور دلیپ آنند ہوں گے۔ اردو ادب سے قرۃ العین حیدر ہوں گی۔ ایم۔ ایف حسین، سنیل گواسکر وغیرہ۔ ڈی۔ ٹاٹا کی زندگیوں کے سفر بھی فلمائے جائیں گے۔ اس سیریل کے ہدایت کار معراج ہیں۔

"ہماری سینا کے سرگم"

بریک فاسٹ ٹی وی میں ہندوستانی جوانوں کے لُطف اور جوش کی دنیا سے متعلق ایک مختصر سا سیریل "ہماری سینا کے سرگم" کی شکل میں پیش کیا جائے گا۔ اس سیریل کی مصنفہ اور فلم سازہ شبھ درشنی سنگھ ہیں۔ اُمید ہے یہ ۲۸۔ دسمبر سے شروع کر دیا جائے گا۔

سیریل "ہماری سینا کے سرگم" کی ابھی تو پانچ کڑیاں ہی دکھائی جائیں گی۔ مگر آگے بھی اس کے دکھلائے جانے کی توقع ہے۔

TOP TEN

ویڈیو کیسیٹ لائبریریوں کے مطابق اس ماہ میں مندرجہ ذیل کیسیٹ کی سب سے زیادہ مانگ رہی

- گنگا جمنا سرسوتی
- قاتل
- تیزاب
- نیو دہلی
- اگنی
- انتقام
- آکرش
- گنگا تیرے دیش میں
- زخمی عورت
- مار دھاڑ

سیریل "پولو"

کرکٹ، ہاکی اور فٹ بال کے بعد دُوردرشن سے "پولو" سے متعلق ایک مختصر سا سیریل دکھایا جائے گا، جس کی صرف دو ہی کڑیاں ہوں گی۔ اس کی ایک طرح ڈاکومینٹری کی سی حیثیت ہو گی، جس میں پولو کھیل کی خصوصیات بھی دکھائی جائیں گی۔ فی الحال "پولو" کو ۵۔ فروری اور ۱۲۔ فروری ۱۹۸۹ کی رات کا وقت ملا ہے۔

"فکرے نے کہا"

اُردو کے مشہور طنز نگار اس جہانی فکر تونسوی کی کہانیوں پر مشتمل سیریل "فکرے نے کہا" کو اسی ہفتے سے شروع کر دیا گیا ہے۔ اس سیریل کی دس کڑیاں پیش کی جائیں گی۔

۲۶ جنوری سے دوپہر کا پروگرام

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بریک فاسٹ ٹی وی کی مقبولیت دیکھتے ہوئے اس کے وقت میں پندرہ منٹ کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آئندہ سالوں میں ناشتہ کے وقت شروع ہونے والا یہ "بریک فاسٹ" ٹی وی لنچ ٹائم تک بھی پہنچ جائے۔ مگر فی الحال تو ۲۶۔جنوری سے ہر دوپہر پونے دو بجے سے پونے تین بجے تک ایک نیا پروگرام شروع ہو رہا ہے، جسے آپ لنچ ٹی وی یا لنچ کے بعد کا ٹی وی کہہ سکتے ہیں۔ اس پروگرام میں کچھ بچوں کی، کچھ بوڑھوں کی اور گھریلو خواتین کی دلچسپی کے پروگرام دکھائے جائیں گے۔

اب اتوار کو "بھارت ایک کھوج"

ہر سنیچر کی رات ۹ بج کر ۵۰ منٹ پر شیام بینگل کا تیار کردہ سیریل "بھارت ایک کھوج"، (ڈسکوری آف انڈیا) دکھایا جا رہا تھا۔ اب ۱۱۔دسمبر سے ہر اتوار کے دن صبح ساڑھے گیارہ بجے سے دکھایا جا رہا ہے۔ "بھارت ایک کھوج" کا وقت اس لئے بدلا گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اُسے دیکھ سکیں۔ سنیچر رات میں زیادہ لوگ اُسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

انگریزی خبروں کے وقت میں تبدیلی

ٹی وی سے نیشنل پروگرام کے تحت روزانہ ۸ بج کر ۴۰ منٹ سے ہندی میں خبریں سُنائی جاتی ہیں۔ اور رات ساڑھے نو بجے سے انگریزی خبریں، مگر اب انگریزی میں سنائی جانے والی خبروں کا وقت بدل دیا جائے گا۔ اور ۹ بجے سے ۱۰ بجے رات تک پورے ایک گھنٹے کا وقت سیریلز دکھانے کے لئے متعین کئے جانے کی تجویز وزیرِ اطلاعات و نشریات کو بھیجی گئی ہے۔

دُوردرشن کے حکام کے مطابق جب رات میں ۹ سے ۱۰ بجے تک کا وقت خالی مل جائے گا تو اس عرصہ میں دو سیریلز روزانہ دکھائے جاسکیں گے

"کتھا ساگر" کی ۱۳ کڑیاں اور

پروڈیوسر پریم کشن اور سنیل مہتہ کے مشہور ٹی وی سیریز "کتھا ساگر" کو دوردرشن نے مزید ۱۳ حصے بنانے کی اجازت دے دی ہے۔ عالمی ادب کی مشہور کہانیوں پر بنائے جانے والی اس سیریز میں موپاساں کی کہانی کو "زمانہ" کے نام سے فلمایا گیا ہے۔ جس میں آتیل دت، بندو، رویندر کپور، بینا، شستی لپوری، سُلیھا آریہ اور میجر آنند نے حصہ لیا۔ "زمانہ" کے ہدایت کار رائے سلام اور موسیقار ویدپال ہیں۔

پچھلے دنوں وید راہی کی ڈائریکشن میں سیریل "کتھا ساگر" کی مزید کڑیاں پوری کر لی گئیں۔ ان دنوں "سب سے بڑا ڈر" کی شوٹنگ چل رہی ہے۔

"کتھا ساگر" کی اس کڑی میں اوم پوری، روی جھانکل، رماوج وغیرہ آرٹسٹوں کے علاوہ "ہم لوگ" کے للّو یعنی راجیش پوری نے بھی کام کیا ہے۔

سیریل "کتھا ساگر" کی چوتھی کڑی "پیتا" عنوان سے ہوگی۔ اس میں امرتا پریتم کے سیریل "زندگی" کی جوڑی سُورج (کمل) یعنی بنجامن گیلانی اور سپریہ پاٹھک خصوصی رول میں ہوں گے۔ "پیتا" کی فوٹوگرافی جال مستری کر رہے ہیں۔ اور سنگیت کار ہیں سارنگ دیو۔

ہیروشیما

جاپان شانتی فاؤنڈیشن کے لئے بی۔ ڈی۔ کھیر کے ذریعے تحریر کردہ سیریل "ہیروشیما" بن کر تیار ہو گیا ہے۔ اس کے پروڈیوسر ڈائریکٹر پرکاش مہرہ ہیں۔

ودّیا سنہا کی "درار"

پنجاب پرابلم سے وابستہ واقعات پر دُوردرشن سیریل اور ٹیلی فلمیں بنوا رہا ہے۔ ان دنوں اداکارہ ودّیا سنہا بھی ایک سیریل "درار" بنا رہی ہے۔ یہ سیریل ہندو سکھ ایکتا کو مضبوط کرنے کی کڑی بن سکتا ہے۔ ۱۳ کڑیوں کے اس سیریل کی ڈائریکشن شتری دھر پرشاد کر رہے ہیں۔ ہندو سکھ ایکتا پر دوردرشن سے "چولی دامن" شروع ہو چکا ہے۔ کوشش ہے کہ یہ سیریل گووند ولبھ پنت کی جگہ پر رات ۹ بج کر ۵۰ منٹ پر دکھایا جائے گا۔

"چولی دامن" کے ڈائریکٹر ہیں مشہور فلم کار ایم۔ ایس۔ ستھیو، جو "گرم ہوا" اور "کہاں کہاں سے گزر گیا" جیسی فلموں کی ڈائریکشن دے چکے ہیں۔

موہن بھرسنگھ، نشا سنگھ، رانی بلبیر کور، من جیت سنگھ، شیام اروڑہ اور موہنی ماتھر خصوصی رولز میں ہیں۔

ہر بیسویں دن ایک "دھرم یدھ"

ویڈیو رکھنے والوں کے لئے ایک اچھی خبر یہ ہے کہ اب ہر بیس دن کے وقفہ سے انہیں ایک ویڈیو سیریل دیکھنے کو ملا کرے گا۔ ویڈیو کیسیٹ تیار کرنے والی ہندوستان کی واحد کمپنی گروارے نے "دھرم یدھ" نامی کڑی بنا کر یہ شروعات کی ہے۔

۲۶ کڑیوں والے "دھرم یدھ" کا پہلا کیسیٹ ۵۔دسمبر سے بازار میں ملنے لگا ہے۔ ۷۰ منٹوں کی مدت والے اس ویڈیو سیریل میں فلمی دنیا اور ٹیلی ویژن کی دنیا کے نامی گرامی ستارے ہیں۔ ان میں خاص خاص یہ ہیں: راکھی، اوم پوری، آلوک ناتھ، نوین نشچل، رامیشوری، پنکج کپور، شفیع انعام دار، اجیت وچھانی، سُدھیر پانڈے، سوہنی اور امجد خاں۔ ہر کڑی کی شروعات اداکار رشی کپور، اناؤنسر کے رُوپ میں کرے گا۔

"دھرم یدھ" کی ایکٹنگ پروڈیوسرز ہیں: نیتو کپور، روہنی آنند، ایچ۔ نندہ، رینا اور نریش ملہوترہ۔ اس کے مصنف ہیں ڈاکٹر راہی معصوم رضا اور موسیقار الو ملک ہیں۔

کہانی کا پہلا سین نہایت تناؤ بھرے ماحول میں شروع ہوتا ہے، جس میں بھٹناگر گھرانے کے دو گروپوں کے بیچ جھڑپیں ہوتی ہیں۔ بعد میں کہانی فلیش بیک میں چلی جاتی ہے۔ اور پھر شانتی کمار بھٹناگر (نوین نشچل) کے یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ جنہوں نے بھٹناگر انڈسٹریز کی نیو رکھی تھی۔ بیوی نندنی (رامیشوری) کا دوبارہ اسقاطِ حمل ہو جاتا ہے۔ وہ ماں نہیں بن پاتی۔ جب کہ بیٹے کی زبردست خواہش میں شانتی بھٹناگر بیٹا ہونے سے پہلے ہی اُس کا نام رکھ لیتے ہیں اور اس کے تصوّرات میں کھو جاتے ہیں۔ آخر میں تیسرے بیٹے کو جنم دیتے وقت ماں مر جاتی ہے۔ اور بیٹا زندہ رہ جاتا ہے، جس کا نام دیو آشیش رکھا جاتا ہے۔

اداکاری کے نقطۂ نظر سے پہلی کڑی میں ماں کی شکل میں رامیشوری کی اداکاری بہتر ہے۔ نوین نشچل ہی نہیں، کئی دیگر اداکار بھی کئی جگہ اوور ایکٹنگ کے شکار ہوتے ہیں۔

مکالموں کی ادائیگی خاص طور پر پنکج کپور اور اوم پوری کی بہتر ہے۔ ڈائریکٹر راہل رویل نے ہر ایک اداکار سے اداکاری کرا لینے کی کوشش کی ہے۔ سیریل کے مصنف ڈاکٹر راہی معصوم رضا ہیں۔

گرودت کی بیٹی کی اوّلین ویڈیو فلم "موت کی قیمت"

فلم سازہ نینا دت جو گرودت کی بیٹی ہیں، اپنی پہلی ویڈیو فلم "موت کی قیمت" بنا رہی ہیں۔ دیپتی نول، موہن بھنڈاری، گرجا شنکر، او مابنرجی، بے بی پرلسی اور وجے ارورہ فلم کے اہم ستارے ہیں۔ فلم کے ہدایت کار جیوتی سروپ ہیں۔ نینا دت ہر سال چھ ویڈیو فلمیں بنانے کا ارادہ رکھتی ہیں۔

بنگالی کا ہندی روپ "گورو"

۱۹۸۶ میں بنگالی زبان میں ایک سیریل بنایا گیا تھا "تیرو پربن"۔ اس سیریل کو اب "گورو" کے نام سے ہندی زبان میں بنایا جا رہا ہے۔ اس سیریل کی ایک ماں اور اس کے بیٹے کے گرد گھومتی ہے۔

اس سیریل میں گورو لوس ایک ایسا ہندوستانی کردار ہے جو بارہ برس تک امریکہ میں رہنے کے بعد اپنے وطن واپس لوٹتا ہے۔ مگر اُسے ہوائی اڈے پر لینے کوئی نہیں پہنچتا۔ جس کا اُسے بے حد رنج ہوتا ہے اور وہ ناراض ہوکر اپنے گھر کی بجائے سیدھا ایک ہوٹل میں چلا جاتا ہے۔ بعد میں اس سیریل میں نہ صرف گھریلو جھگڑے بلکہ دوسرے سماجی مسائل بھی سامنے آنے لگتے ہیں۔

اس سیریل میں سوریہ ساچی چکرورتی، چندرا، اسلندر جیت دلیو وغیرہ آرٹسٹ کام کر رہے ہیں۔ سیریل کے ہدایت کار شیامل سین مجمدار اور موسیقار دیپک چودھری ہیں۔

★ ۹۔ دسمبر ۱۹۸۸ سے ٹی وی پر "رامائن" کی باقی ۲۶ کڑیوں کی نمائش شروع ہوگئی ہے، لیکن اس بار وقت اتوار کو ۳۰-۹ (صبح) نہیں، جمعہ کو ۹ بجے رات رکھا گیا ہے۔ "رامائن" نے جس شخص کو سب سے زیادہ خوشی بخشی ہے، وہ خود رامانند ساگر ہیں، جن کو اس سیریل سے اتنی آمدنی ہوئی کہ ریکارڈ بن گئی ہے۔ مگر دوردرشن والے اسے بار بار توسیع دینے کے معاملے میں اپنی بے دلی ظاہر کر چکے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ پہلے جو ۵۲ کڑیاں ٹیلی کاسٹ ہو چکی ہیں۔ ان کا معیار ہر کڑی کے ساتھ گرتا ہی گیا تھا۔ یہ خرابی لڑائی کے مناظر میں اور بھی زیادہ نمایاں رہی، جہاں مختلف کڑیوں میں ایک ہی قسم کے تیروں، کمانوں سے، ایک ہی ڈھنگ سے لڑائی بار بار دہرائی جاتی رہی۔ اس کے علاوہ سیریل کی رفتار بھی اکتا دینے کی حد تک سست تھی۔ دوردرشن کے کرتا دھرتا آج بھی گومگو کے عالم میں ہیں کہ کہیں ساگر اس مرتبہ بھی اپنے وہی پرانے حربے نہ اپنا بیٹھیں اور ایسا نہ ہو کہ مزید ۲۶ کڑیوں کے بعد بھی "رامائن" ادھوری رہ جائے۔

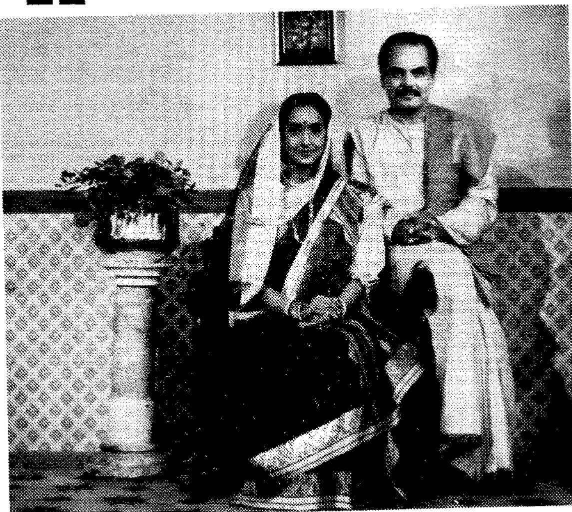
"بنیاد" اور "ہم لوگ" کا رائٹر منوہر شیام جوشی ایک طنزیہ سیریل لے کر پھر چھوٹے پردے پر آ رہا ہے جو ۲۔ جنوری سے شروع ہوگا۔ نام ہے "کاکا جی کہیں" جو "قصے میاں بیوی کے" کی جگہ شروع ہوگا۔ جوشی نے پہلے اس سیریل کو ایک تند و تیز سیاسی طنز پارہ بنانے کا ارادہ باندھا تھا۔ اس کا نام بھی اس نے "نیتا جی کہیں" رکھا تھا اور بی بی سی سیریل "یس پرائم منسٹر" کا انداز برتنا چاہا تھا، لیکن پھر اُسے طنز کی دھار کو کچھ ہلکا کرنا پڑا، کیوں کہ زیادہ بے باکی دوردرشن کی منظوری حاصل نہیں کر سکتی تھی تاہم اپنی موجودہ صورت میں بھی یہ سیریل ان لوگوں پہ طنز کے وار کرے گا جو جوڑ توڑ اور شاطرانہ چالوں سے اپنی منزل پہ پہنچنے کی تاک میں رہتے ہیں۔ اوم پوری اس سیریل میں لیڈنگ رول کر رہا ہے۔

★ ایک نیا سیریل "قلعہ کا رہسیہ" (قلعہ کا راز) شروع ہو رہا ہے۔ اس جاسوسی سیریل میں پکنک منانے والے کچھ لڑکے لڑکیاں ایک قلعہ میں جا نکلتے ہیں۔ جہاں پُراسرار خونی ہاتھ انہیں پہلے ڈرا دیتے ہیں پھر اس گتھی کو سلجھانے پر مجبور کرتے ہیں۔

★ ۲۷۔ نومبر سے سیریل "مہابھارت" کو ۳۰-۱۱ کی بجائے ۳۰-۹ پر دکھایا جا رہا ہے۔ پہلے "رامائن" کے دوسرے دور کو اتوار کے دن ہی ۳۰-۹ بجے پیش کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن ایک دن میں دو، دو دھارمک کتھاؤں کی نمائش موزوں نہیں سمجھی گئی۔ ویسے بھی سینما مالکوں کی مانگ تھی کہ "مہابھارت" کے لئے کوئی اور وقت رکھا جائے۔ کیوں کہ اس کی وجہ سے سینماؤں کے دوپہر کے شو خالی جاتے ہیں — ویڈیو کی مار سہنے والے سینما مالکوں کی اس مانگ پر دوردرشن نے ہمدردی سے غور کیا اور اسی لئے "مہابھارت" کا وقت بدل دیا گیا۔

★ "ایک دو تین چار" کے ختم ہونے کے بعد سنیچر کی سہ پہر کو ۳۱۔ دسمبر سے "درپن" کی نمائش شروع ہو رہی ہے۔ یہ وقت پہلے دکھائے گئے سیریلز کو دوبارہ دکھلانے کے لئے وقف رکھا گیا ہے اور "ایک دو تین چار" سے پہلے اس وقت "شو تھیم" پیش کیا گیا تھا۔ "درپن" مختصر کہانیوں پر مبنی پروگرام ہے اور اس کی ہر کڑی اپنے آپ میں مکمل ہے۔

■■



● نئے ٹی وی سیریل "مجرم حاضر" میں منوہر سنگھ اور نوتن اس سیریل کے پروڈیوسر ڈائریکٹر راکیش چودھری ہیں

چھپتے چھپتے...

● ۸۔ جنوری کو سنیل دت کے پھیپھڑے کا آپریشن ہوگا۔ پہلے یہ آپریشن امریکہ میں ہونا تھا مگر اب بمبئی کے بریچ کینڈی اسپتال میں ہوگا۔

●● ہدایت کار بھپتی سونی کے دل کا آپریشن ۲۰۔ دسمبر کو ہوا۔

●●● ۲۸۔ دسمبر کو دھرمیندر کی ذاتی فلم "گورو چیلا" شروع ہو رہی ہے جس میں دھرمیندر اور سنی دیول کام کریں گے۔ ہدایت ٹی۔ راما راؤ کی ہوگی۔

جنوری میں پورے ملک میں ریلیز ہو رہی ہے

گلشن کمار کی طرف سے پروڈیوسر کے، سی بوکاڈیہ اور موسیقار لکشمی کانت پیارے لال کو دلی مبارک باد
جن کی موسیقی تہلکہ مچا رہی ہے

BMB
PRODUCTIONS MADRAS

کے، سی بوکاڈیہ کا

میں تیرا دشمن

ہدایت : وجے ریڈی موسیقی : لکشمی کانت پیارے لال

Tune to Vividh Bharati and enjoy our T-Series Sangeet Sarita.
Bombay: Monday - 8.45 p.m., Thursday - 9.30 p.m., Saturday - 1.30 p.m. Marathi - 9.45 p.m., Sunday - 9.30 p.m.
Calcutta: Friday - 8.15 p.m. Delhi: Wednesday - 9.45 p.m., Saturday - 1.45 p.m., Sunday - 9.30 p.m.
Allahabad: Tuesday - 9.45 p.m. Patna: Friday - 9.45 p.m. Kanpur: Friday - 9.45 p.m. Lucknow: Wednesday - 9.30 p.m.
Ahmedabad: Tuesday - 9.30 p.m. Bhopal: Friday - 9.45 p.m. Jaipur: Thursday - 9.30 p.m.
Madras: Friday - 8.45 p.m. Trichy: Friday - 8.45 p.m. (Marathi Radio Programme - Bombay: Saturday 8.45 p.m.)



Hits round the year

Super Cassettes Industries Pvt. Ltd.

Only Genuine T-Series Cassettes carry the T-Series name on the leader tape. Duplicate cassettes will damage your equipment.



جی۔ایم۔دُرّانی کی
کچھ یادیں — کچھ باتیں

جب سے فلموں کا دور شروع ہوا ہے، تبھی سے فلمی ہستیاں عوام کے لئے باعثِ رشک بنی رہی ہیں۔ لیکن گلیمر کے آسمان پر جگ مگ کرتے یہ حسین ستارے کیا واقعی اتنے خوش بخت ہوتے ہیں؟

اِس سوال کا ایک جواب ہے ———

جی۔ایم۔دُرّانی۔

آج کے زمانے کے بہت سے لوگوں نے شاید یہ نام سُنا بھی نہ ہو۔ لیکن کبھی یہ نام بھی اتنا ہی مشہور اور مقبول تھا۔ جیسا (ابھی تک) کشور کمار کا نام ہے۔

جس طرح محمد رفیع کے زمانے میں مکیش، طلعت محمود اور منا ڈے بھی مقبول تھے۔ اُسی طرح سہگل کے دور میں سُریندر، خان مستانہ اور جی۔ایم دُرّانی کا بھی دور دورہ تھا۔

اپنے دنوں میں دُرّانی نے دلیپ آنند سمیت تمام بڑے اسٹارز کو اپنی نغمگیں آواز مستعار دی تھی۔ کبھی دولت، شہرت، عزت اس پلے بیک سنگر کے قدم بھی چومتی تھی۔

کامرانی کے تخت سے اُترنے کے بعد دُرّانی پر فاقہ کشی کا دور تو کبھی نہیں آیا (ان کے ایک ہم عصر گلوکار خان مستانہ کو میں نے ماہم میں بھیک مانگتے دیکھا تھا۔) لیکن شہرت اور مقبولیت رفتہ رفتہ اس طرح معدوم ہوئی، گویا کبھی تھی ہی نہیں۔ ناموری کی بلندیوں سے اچانک یا رفتہ رفتہ باقی تمام عمر گمنامی کے پاتال میں پڑے رہنا ایک ایسی صورت حال ہے جو کم از کم ایک حساس فلم آرٹسٹ کے لئے ایک مسلسل اور جان لیوا عذاب سے کم نہیں۔

دو سال پہلے کی بات ہے، میں اردو بازار دِلّی کے ایک بُک اسٹال کے پاس کھڑا ایک دوست کے ساتھ گپ شپ کر رہا تھا کہ میانہ قد، خشخشی داڑھی اور گھٹے سر والے ایک مولوی نُما بزرگ نے ہمارے قریب آ کر السلام علیکم کہا۔ میں بھی یہ سوچ کر وعلیکم السلام کہہ کر ذرا پیچھے ہٹ گیا کہ وہ میرے دوست کے شناسا ہوں گے۔ میری اس حرکت پر دوست نے مجھ سے کہا "ارے، آپ انہیں نہیں جانتے؟"

"کچھ جانے پہچانے لگتے ہیں" میں نے جھوٹ بولا۔

"بھئی، آپ جی۔ایم۔دُرّانی، مشہور....."

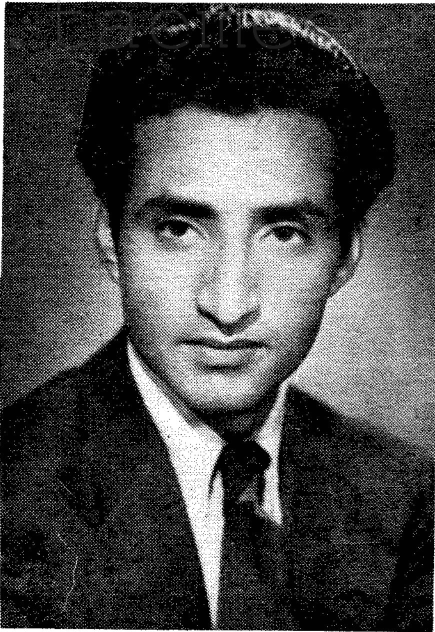
"مشہور گلوکار دُرّانی صاحب!" میں دوست کی بات کاٹ کر تقریباً چیخ پڑا۔ مجھے مسرت تو ہوئی تھی جس کا میں نے اظہار کرتے ہوئے کہا تھا: "نیند ہماری خواب تمہارے، کتنے میٹھے کتنے پیارے ——— حضرت! آپ کا یہ بہت میٹھا اور بہت پیارا گیت بچپن سے آج تک میرا ہم سفر ہے!" وغیرہ۔

لیکن سچ یہ ہے کہ دُرّانی صاحب کو اس رُوپ میں دیکھ کر میرے دل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔ چند برس پہلے فلموں کے پلے بیک سنگنگ کے ۵۰ سال پورے ہونے پر ٹی وی پر ایک یادگار پروگرام پیش کیا گیا تھا۔ جسے شبانہ اعظمی کنڈکٹ کر رہی تھیں۔ اس پروگرام میں اگلے وقتوں کے گلوکار یا تو خود مائک پر آ کر اپنا ایک گیت (جو کبھی کریز تھا) پیش کر رہے تھے ——— یا نوجوان سنگر لڑکے لڑکیاں مرحوم گلوکاروں کے مشہور نغمات اپنی نئی آواز میں سُنا رہے تھے۔ اسی پروگرام میں مدت بعد سہگل کے ہم عصر اور اپنے وقت کے چوٹی کے گلوکار اداکار سریندر کو ضعیفی کی حالت میں دیکھا۔ اُنہوں نے اپنی ٹوٹتی اُکھڑتی آواز میں یہ مشہور زمانہ اور راگ لمحوں کے حساب سے نہایت موزوں گیت سُنایا تھا۔

یاد آ رہے ہیں ——— گزرے ہوئے زمانے

پھر جب شبانہ نے جی۔ایم۔دُرّانی کے نام کا اعلان کیا تو میرے سارے وجود میں ایک سنسنی سی پھیل گئی۔ بچپن میں ریڈیو سیلون سے اکثر ان کی آواز میں گیت بڑے شوق سے سُنا کرتا تھا۔ جب دُرّانی نے چھوٹے اسکرین پر اپنا مخصوص گیت "نیند ہماری خواب تمہارے" پیش کیا تو جیسے ایک کھوئی ہوئی خوشبو کا جھونکا مجھے سرشار کر گیا۔ ادھیڑ عمر کا گلوکار مجھے دل کش لگا اور اس کی آواز بھی۔ جس میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

اور اب میرے پُرخلوص تعریفی الفاظ سُن کر مولوی نُما



گلوکار جی۔ایم۔دُرّانی کی ۱۹۴۵ اور ۱۹۸۸ کی تصاویر

چہرے پر بیزاری اور افسردگی بھری سنجیدگی جب دھیرے دھیرے ایک سرور تبسّم میں تبدیل ہوئی تو وہ شخص پھر گلوکار نظر آنے لگا اور اُس نے اپنی طمانیت آمیز مسرت کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا:

"آیئے، کہیں بیٹھ کر گفتگو کی جائے۔"

جب ہم دُرّانی صاحب کے پیچھے پیچھے مٹیا محل کی طرف چلے تو میرے دوست نے چپکے سے کہا: "دُرّانی تو اوّل درجے کے مردم بیزار ہیں اور اس وقت اپنی ضروری شاپنگ چھوڑ کر تمہیں اپنے ہوٹل میں لے جا رہے ہیں۔"

ہوٹل کے اس کمرے میں جہاں دُرّانی مقیم تھے ہمارے درمیان ایک لمبی گفتگو شروع ہوئی۔ اپنے ہر سوال کے جواب میں مجھے ایک ایسی طویل کہانی ملی جو اپنے جلو میں اور بھی کئی کہانیاں لئے ہوئے تھی۔ ڈھائی گھنٹے تک غلام مصطفےٰ دُرّانی ماضی کے اوراق اُلٹتے رہے۔ ان اوراق میں بہت کچھ تھا: داستان گو کی سوانح حیات بھی اور بٹوارے سے پہلے کی برِصغیر کی تاریخ بھی۔ اس طویل افسانے میں پشاور، لاہور، دلّی اور بمبئی جیسے شہروں کے خدوخال اُبھرے۔ اس دَور کی سیاسی، سماجی اور تمدّنی زندگی کا چہرہ نظر آیا —— ۱۹۳۵ سے ۱۹۵۰ تک کی مشہور اور تاریخ ساز فلمی ہستیوں کے متعلق حیرت انگیز انکشافات ہوئے۔

اگلے دو دن بھی اسی طرح چھ چھ گھنٹے کی نشستیں رہیں۔ تیسرے دن جب میں گلوکار سے ملاقات کے لئے گھر سے چلا تو اُس کے ماضی کی عظمت مجھ پر پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔ لہٰذا اردو بازار پہنچ کر ذرا دُور سے جب میں نے ان کو ایک عام، گمنام، بے چہرہ سے شخص کی طرح ایک جگہ کھڑے دیکھا تو دل میں ایک عجیب درد اُٹھا۔ یہ وہی جگہ تھی، جہاں کبھی دُرّانی کی آمد پر ہجوم اور ہنگامے کا منظر بپا ہو جاتا تھا۔ کہاں وہ مدّاحوں کی یلغار اور کہاں اب انہیں کوئی جانتا پہچانتا تک نہیں۔

تیسری ملاقات میں معلوم ہوا کہ اگلے روز دُرّانی صاحب کو پشاور جانا تھا۔ اس لئے ہم جُدا ہوئے تو طے پایا کہ پشاور سے واپسی پر وہ پھر تین چار دن کے لئے دلّی رُکیں گے۔ اور بیتے دنوں کی باقی یادیں تازہ کریں گے۔ مگر میرے اچانک کشمیر چلے جانے سے اس کے بعد کوئی اور روبرو ملاقات نہیں ہوئی۔ پھر بھی خط وکتابت کے ذریعے رابطہ قائم رہا۔ اس طرح زبانی اور تحریری طور پر مرحوم نے مجھے بہت کچھ بتا دیا۔ یہ پوری کہانی شاید بے ترتیب ہے۔ پھر بھی یہاں پیش ہے:

جی۔ ایم۔ دُرّانی کی کہانی خود اُن کی زبانی

میں نے اپنی چھوٹی سی زندگی میں انسانی زندگی کا اس قدر گہرا اور فکر انگیز مطالعہ کیا ہے کہ کسی بھی انسان کے حالات اور واقعات سُن کر کوئی خاص تاثر قبول نہیں کرتا۔ ایسا لگتا ہے، یہی تو میری زندگی ہے پھر غم کیا؟ فکر کیوں؟ ہونی ہے تو ہو کے رہے گی۔ اسی لئے موت کی طرف سے بھی بے فکر ہوں —— شاید یہی وجہ ہے کہ ابھی تک زندہ ہوں۔

جوانی میں یہ راز سمجھ میں نہیں آیا تھا، جذبات کے سمندر میں غوطے لگاتا رہتا تھا، جس کی وجہ سے بہت تکلیف دہ اور آزار پرور زندگی گزری۔ گو فطری طور پر اب بھی وہی حال ہے۔ لیکن فرق ہے تو یہ کہ اب دل کو مضمحل نہیں ہونے دیتا۔ میرے خیال میں کسی کو بھی دیر تک دل برداشتہ نہیں رہنا چاہیئے۔ آدمی وہ ہے جو ہر دُکھ کو ایک گزراں تجربے کی طرح محسوس کرے۔ زندگی کا مطالعہ اور مشاہدہ کرے دل کھول کر ہنسے، جو پسند آئے اخذ کرلے، باقی بے فکری کے کچرے میں ڈال دے۔

میرا بچپن بے حد تلخ رہا۔ والدہ میرے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی انتقال کر گئی تھیں۔ بھرے پُرے گھرانے میں اگر کسی نے دستِ شفقت میرے سر پر رکھا تو وہ دادی ماں تھیں، لیکن والد کے بے سبب غصّے اور بے رحمانہ مار سے وہ بھی مجھے نہیں بچا سکتی تھیں۔ والد پڑھے لکھے اور فن کارانہ مزاج کے تھے، مگر پھر بھی جانے کیوں مجھ پر تشدد روا رکھتے تھے۔ افلاس کے باعث میں چھ جماعت سے آگے نہیں پڑھ سکا۔ اس صورتِ حال نے مجھ میں شروع سے ایک افسردگی اور غصّہ بھر دیا۔ مجھے اپنی بدبختی، بے بسی اور بے بضاعتی کے احساسات مارے ڈالتے تھے۔ ان کی انتہا یہ ہوئی کہ آخر میں نے کوئی بڑا کام کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اسکول چھوڑنے کے بعد میں چھوٹے موٹے کام کرتا رہا۔ پشاور میں آخری کام ایک پینٹر کی دُکان پر کیا، جہاں ایک آرٹسٹ کام کرتے وقت ہمیشہ مشہور موسیقار رفیق غزنوی کی تیار کردہ دُھنیں گنگنایا کرتا تھا۔ میرا بھی یہی معمول ہو گیا۔ ایک دن آرٹسٹ نے مجھے گنگناتے سنا تو بولا:

"تیری آواز وچ تے بڑا لوچ اے۔" اُس نے میری حوصلہ افزائی کی تو میں ریڈیو پر رفیق غزنوی کے ریکارڈ خصوصی توجّہ سے سُن کر ان ہی کے انداز میں گانے کی کوشش کرنے لگا۔ مرحوم غزنوی کو میں نے اپنا اُستاد مان لیا تھا۔

پینٹر کے ہاں ذرا دل لگنے لگا تو والد صاحب نے زبردستی مجھے اپنے بھائی کی موٹر پارٹس کی دُکان پر ملازم رکھوا دیا۔ ایک بار پھر گھٹن کا احساس یہاں تک بڑھا کہ سوچا، جب اپنے وطن اور اپنے لوگوں میں زندگی عذاب بن گئی ہے تو یہاں رہنے میں تُک کیا ہے۔ کوئی بائیس روپے انٹی میں چھپا کر میں بھاگ کھڑا ہوا۔

پشاور سے لاہور تک میں نے ٹرین میں بلا ٹکٹ سفر کیا۔ لاہور میں کچھ عرصے تک چھوٹے موٹے کام کرنے کے علاوہ وہاں ریڈیو پر چند گانے بھی گائے۔ ٹکا رہتا تو شاید اسی لائن میں ترقی کرتا، مگر پاؤں کا چکر دلّی لے گیا۔ اب چونکہ ریڈیو آرٹسٹ کہا جانے لگا تھا۔ اس لئے دلّی میں سب سے پہلے آل انڈیا ریڈیو ہی پہنچا۔ مگر دلّی میں بھی چار ماہ رہا۔ بمبئی کے لئے چلا تو اس بار ٹرین کا ٹکٹ خرید لیا تھا۔ بمبئی پہنچنے کی تاریخ مجھے آج بھی یاد ہے: ۱۴-اپریل ۱۹۳۵-

بمبئی میں اپنے وطن کے لوگ بہت سے تھے۔ کچھ بہت بڑے اور مشہور فلم آرٹسٹ بھی تھے، لیکن کسی سے امداد طلب کرنے کی اجازت خودداری نے نہیں دی۔ اس لئے بمبئی ریڈیو کے چکر لگانے شروع کئے۔ ایک روز جب وہاں پہنچا تو اتفاق سے ایک ریڈیو ڈرامے کا ایک آرٹسٹ نہیں آیا تھا، اس کا پارٹ مجھے دے دیا گیا۔ اس کے بعد بمبئی ریڈیو سے تین سال منسلک رہ کر موسیقی کے مختلف پروگراموں کے علاوہ ریڈیو ڈراموں میں بھی کام کیا۔ یہیں سے مجھے شہرت ملنے لگی اور فلم والوں نے بلانا شروع کر دیا، جن میں سب سے نمایاں نوشاد ہیں۔ اُنہوں نے اپنی فلم "درشن" میں مجھ سے پہلی بار گیت گوایا۔ ویسے میرا پہلا ہٹ گیت کاردار کی 'شاردا' کے لئے تھا جسے میں نے اکیلے ہی (سولو) گایا تھا:

"دنیا میں سب جوڑے جوڑے"

میرے کچھ دوسرے مقبول گیت یہ ہیں:

"نیند ہماری خواب تمہارے" (فلم: "نئی کہانی")

"اے دل مجھے رونے دے" (فلم: "چاند")

"یہ تو بتا میرے خدا، لُٹ گیا میرا پیار کیوں" (فلم: "نرگس")

"اِک یاد کسی کی یاد رہی" (شمشاد بیگم کے ساتھ فلم "شمع")

"ہم تو تیرے دل کے بنگلے میں آنا مانگتا" (شمشاد بیگم کے ساتھ فلم "مغرور")

"دل کے پٹ کھول کے دیکھو" اور

"امیوا تیجھی باورا" (فلم: "نمستے")
"دو بچھڑے ہوئے دل" اور "گائے چلا جا"
(فلم: "شیام" اور "ہم لوگ" میں یہ گیت
لتا منگیشکر کے ساتھ گائے تھے)
"دل اینج اینج کردا" (پنجابی فلم: "کڑماتی")
"گڈے دا میں پانیاں" ("کڑماتی" میں
اقبال بیگم کے ہمراہ)
"کہ دی میں جھوٹھ بولیا" (فلم: "مداری")
"ہاتھ سینے پہ جو رکھ دو تو قرار آجائے"
فلم: "گاؤں کی گوری" (نورجہاں کے ساتھ)
میں نے کوئی ایک ڈیڑھ ہزار گیت گائے تھے
جن میں بیشتر مجھے یاد نہیں رہے۔ میرے بڑے لڑکے
نے ایک ڈائری میں یہ گیت نوٹ کئے تھے۔ وہ
ڈائری شاید گھر میں کہیں ہو۔

شمشاد بیگم، راج کماری، زہرہ بائی انبالہ والی
نورجہاں، پارول گھوش، لتا منگیشکر، آشا بھونسلے
پشپا ہنس، امیر بائی کرناٹکی، حمیدہ بانو، سلوچنا
کدم، اوما دیوی (ٹن ٹن) گیتادت، مینا کپور، ا
زینت، اقبال بیگم کے علاوہ اور بھی کئی گلوکارائیں
تھیں، جن کے ساتھ میں نے دوگانے گائے۔

اس دور کے مشہور گلوکار سہگل، سریندر، خان
مستانہ، کے سی ڈے، ماسٹر نثار، بینکج ملک،
فیروز دستور، ماسٹر کرشنا راؤ اور وسنت ڈیسائی
تھے اور مشہور اداکارائیں خورشید، وحیدن، امیر بائی
کرناٹکی، گوہر بائی کرناٹکی، سرسوتی دیوی، شمیم،
کانن بالا، سردار اختر، اختری بائی فیض آبادی (جو
بعد میں بیگم اختر کہلائیں)

جن اداکاروں کو میں نے اپنی آواز دی یہ ہیں:
نذیر، ایشور لال، واسطی، رحمان، پریم ادیب، موتی لال،
اشوک، نندیکر، الہاس، شیام، جے راج، الناصر،
محمود، گوپ، بھگوان، اوم پرکاش، ستیش، مزا مشرف،
دیو آنند اور بھی کئی اداکار ہیں، جن کے نام اس وقت
یاد نہیں آرہے ہیں۔

روبرو ملاقاتوں اور "نصف ملاقاتوں" میں
میرے سوالوں کے جواب میں جی۔ ایم۔ دُرّانی کے لفظوں
کے پھول بکھرنے کے رنگ دیکھئے:

س: آپ قبل از وقت فیڈ آؤٹ ہو گئے اس
کی وجہ؟

دُرّانی: میرا ایک اصول ہے کہ کسی بھی کام کو کرو تو
اسے بھرپور صلاحیت اور ایمان داری کے
ساتھ کرو ورنہ خود الگ ہو جاؤ۔ اس لئے
میں خود اس کام سے الگ ہو گیا، یہ سوچتے
ہوئے کہ جوانی ڈھلنی شروع ہو رہی ہے۔
اور گانا بجانا صرف جوانی کے زور کا ہی کام ہے۔
جب میری عمر ۳۵ کے قریب ہوئی تو میں نے
ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد
بھی کچھ عرصے تک گلوکاری کرتا رہا، لیکن
صرف لوگوں کے اصرار پر، دلی طور پر نہیں۔
دولت کمانے کا لالچ مجھ پر کبھی سوار نہیں ہوا۔
اسی لئے فقیر ہوں۔ میری رائے میں نورجہاں
اور لتا منگیشکر دونوں کو ریٹائر ہو جانا چاہئے۔
لیکن دولت پسندی انہیں آج بھی مجبور
کر رہی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہیں کہ: ہم
چو ما دیگرے نیست۔

س: ریٹائرمنٹ کے بعد سے آج تک آپ کیا
کرتے رہے؟

دُرّانی: ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ بزنس کرنے کی ٹھانی کہ
بچوں کو روٹی تو کھلانی تھی۔ لیکن اچھے
جوتے پڑے یعنی نقصان۔ لہٰذا ٹھنڈے
ہو گئے۔ پھر وہی فلمی دنیا اور ہم۔ لیکن پلے بیک
کی دنیا سے الگ ہی رہا۔ بہت سے رولز
کئے، کافی پکچرز کیں، لیکن صرف ایک کے
سوا کوئی بھی ہٹ نہیں ہوئی اور جو ہٹ
ہوئی اس میں میرا رول بہت مختصر تھا۔
لہٰذا پلے بیک کے زمانے کی چاشنی نصیب نہیں
ہوئی۔ لیکن مزدور، مزدوری کیسے چھوڑے
جو ملی، جیسی ملی کر لی۔ بچے پھر اس قابل
ہو گئے کہ گھر بار سنبھال سکیں اور اس کے بعد
میں موت کے منہ سے نکلا۔ نکلا تو سب کچھ
ترک کر دیا بلکہ بچوں نے ہی روک لگا دی
اور اب میں مفت کی روٹیاں توڑ رہا ہوں



● وفات سے قبل لی گئی
جی۔ ایم۔ دُرّانی کی تصاویر

کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ آرام اور صرف آرام۔ لیکن دلی اور دماغی سکون مفقود! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں شدید بیمار ہو گیا تھا۔ آپریشن ہوا۔ آواز خراب ہو گئی۔ مزید ستم کمزوری اور بڑھاپا اور مزاج میں خودداری بھی! چودہ برس کی عمر سے اپنے پیروں پر کھڑا رہا۔ کسی کے سامنے جھکنے کی کبھی سعی نہیں کی۔ جو بھی دکھ سکھ آئے، اپنے ہی دل پر لئے۔ پھر ایسے مزاج کا آدمی کیسے دوسروں کا مرہونِ منت ہو سکتا ہے۔ حالانکہ بچے اپنے بچے ہیں، لیکن مزاج کی افتاد کو کیا کیجئے۔ بزنس کئے، مار کھائی، رولز کئے۔ روشنی نہ ملی۔ آخر میں ایڈورٹائزنگ کی چھوٹی سی ایجنسی بنائی ———

بس روٹی ملتی رہی، زندگی نبھتی رہی، لیکن اچانک ۱۹۸۲ کے آخر میں ڈاکٹروں نے گلے میں تکلیف کو کینسر بتا دیا۔ (حالانکہ کینسر نہیں تھا) لائٹ لی دوائیاں لیں، لیکن کینسر کینسر رہا۔ پھر سائڈ ولائسس ہو گیا۔ آپریشن ہوا۔ آواز گئی۔ صحت گئی۔ دو سال تک گھر میں بیٹھا رہا۔ کچھ ٹھیک ہوا تو سب کچھ بدل گیا تھا۔ اب مفت خوری کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں۔ پھر بھی سوچتا رہتا ہوں کہ کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی چاہیئے۔ اب تک کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے اپنی زندگی کی کتاب لکھ رہا ہوں۔ شروع کا باب ختم کر چکا ہوں۔ دوسرا باب جو فلمی زندگی سے متعلق ہے شروع کر رہا ہوں۔

س: آپ کی اولاد میں کیا کسی کو سنگیت سے دلچسپی نہیں ہے؟

دُرّانی: جی نہیں، میں نے اپنی اولاد کو فلم یا سنگیت کی وادیوں سے دور رکھا۔ انہیں گھریلو شریفانہ زندگی کے دھارے سکھائے ہیں۔ کسی بھی طرح کے لہو و لعب میں گھسنے کی اجازت نہیں دی۔ میرا ایک لڑکا انجینئر ہے۔ لاکھوں میں کھیل رہا ہے۔ دوسرا چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ ہے۔ عرب میں ایک کمپنی کا چیف اکاؤنٹینٹ کم مینیجر ہے۔ لڑکیاں سب شادی شدہ ہیں۔ بچوں کی مائیں ہیں، خوشحال ہیں۔ اللہ کا انتہائی فضل و کرم ہے۔ بچوں کی طرف سے بے فکر ہوں صرف جذباتی انسان ہونے کے باعث ضرور پریشان رہتا ہوں۔ ویسے کوئی پریشانی نہیں ہے۔

س: اپنی مقبولیت کے دور کا کوئی زرّیں واقعہ سنائیں۔ (دُرّانی صاحب میرے سوال کا مدعا نہیں سمجھ سکے تھے۔)

دُرّانی: واقعات تو بہت ہیں، لیکن اپنے منہ میاں مٹھو بننا پسند نہیں کرتا۔ ہاں ایک واقعہ تفننِ طبع کے لئے سنائے دیتا ہوں۔ ہفتہ کا دن تھا۔ جیب میں تھوڑے سے روپے تھے۔ کسی کو دے دئے۔ جب گھر دو بجے کے قریب پہنچا تو بیوی نے کہا کہ کچھ دیجئے۔ کل کے لئے کچھ سودا منگا سکوں۔ میں نے جواب دیا بھئی، میرے پاس تو پیسے بالکل ختم ہو چکے، بینک کا ٹائم بھی ختم ہو چکا ہے اور کل اتوار ہے — بیگم نے کہا کہ نیچے ہوٹل والے سے قرض لے لیجئے۔ وہ بھی تو آپ سے کئی دفعہ لیتا ہے۔ لیکن دل نے گوارا نہیں کیا۔ اتوار کا سارا دن گھر میں فاقے سے گزارا۔ ان دنوں کوئی بچہ نہیں تھا ورنہ اس کی خاطر قرض مانگنے کی ذلت سہنا پڑتی۔ پیر کی صبح کو بینک سے پیسے نکلوائے اور ناشتہ وغیرہ کیا۔ ہے نا عجیب واقعہ۔ آپ کو ہنسی بھی آ رہی ہوگی۔ اور تعجب بھی ہوگا۔ لیکن افتادِ طبع کو کیا کیجئے۔

س: گزشتہ تیس برسوں میں کتنی اور کن کن فلموں میں رولز ادا کئے؟

دُرّانی: بہت سی فلموں میں چھوٹے بڑے رولز ادا کئے۔ "ہم لوگ" کے سوا کوئی فلم چلی نہیں۔ لہٰذا ایکٹر جی۔ ایم۔ دُرّانی کو کوئی شہرت نہیں ملی — ساری شہرت پلے بیک سنگر کے طور پر رہی ہے۔ ویسے فلمیں یہ ہیں: ہم لوگ، آسمان، یاد، ممتاز محل، اردھانگنی، پران جائے پر وچن نہ جائے، اسٹیٹ ایکسپریس، بھولا شکار، قسمت پلٹ کے دیکھ، بہاریں پھر بھی آئیں گی، جواب آئے گا، کیسے کہوں، زمانہ بدل گیا، باغی حسینہ، کرشن بھگتی، لو اینڈ گاڈ، اور بے شرم، (امیتابھ بچن، امجد خاں)

س: آپ کے ریکارڈ کہاں سے مل سکتے ہیں؟

دُرّانی: ریڈیو سیلون اور چاہنے والوں کے پاس۔ دکانوں میں کچھ نہیں ملے گا۔ صرف ایچ۔ ایم۔ وی میں شاید مل سکیں۔ کوئی گارنٹی نہیں۔

س: آپ کا پسندیدہ گلوکار، موسیقار، گیت کار، فلم ساز؟

دُرّانی: پسندیدہ موسیقار جو میرے زمانے میں تھے وہ تو تھے ماسٹر غلام حیدر، شیام سندر، امرناتھ، رفیق غزنوی اور گلوکار؟ کوئی بھی نہیں، یہاں تک کہ میں خود بھی نہیں۔ اگر آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ فلمی گلوکار کون اچھا تھا اور مجھے بھی پسند تھا تو میرے زمانے میں سہگل، طلعت محمود، محمد رفیع۔ یہ سب ہی اچھے تھے۔ ویسے گلوکاری کا جہاں تک تعلق ہے۔ یہ بڑا مشکل معاملہ ہے۔ فلمی دنیا میں تو گلوکاری ہے ہی نہیں۔ گلوکاری کی نقالی ہے۔ اب جو بھی عوام میں مقبول ہو جائے وہ پسندیدہ ٹھیرا۔ گیت کار اور فلم ساز کو پوچھ کر کیا کیجئے گا۔ یہ میرے زمرے میں کہاں آتے ہیں؟ جو اچھا گیت لکھے، اچھی فلم بنائے وہی پسندیدہ۔

گلوکار کی یہ کہانی ابھی ختم نہیں ہوتی۔ بات یہ بھی ہے کہ: بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ، وہی سو گئے داستاں کہتے کہتے ——— لہٰذا باقی داستان بیان کرنے کا اَلم ناک فریضہ مجھ پر آ پڑا ہے۔ لہٰذا مرحوم کے آخری خط کا ایک حصہ یہ بھی ہے:

"آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ مجھے گانے بجانے کے کام سے سخت ترین نفرت ہے۔ اور میں اپنے گلے کے بگڑ جانے پر بے حد خوش ہوں۔ چونکہ ہماری بات چیت ادھوری رہ گئی تھی اس لئے میں اپنے گلوکار بننے کی اصل وجہ شاید نہیں بتا سکا۔ گھریلو حالات، خانگی افلاس، تقدیر کی ستم ظریفی، کسبِ معاش حاصل نہ کر سکنے اور تعلیمی فقدان کے باعث خود کو اس رنگ میں رنگنا پڑا اور باوجود نفرت کے اتنا نام کمایا۔ اگر اس کے برعکس ہوتا تو خدا جانے کیا ہوتا۔ آپ بمبئی آ ہی رہے ہیں تو شاید اور بھی باتیں آپ سے ہوں گی۔ آج کے دور میں لوگ کھنڈروں کی طرف جانا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے آپ ذرا جلد آئیں کہ ہم ایک بار پھر عمرِ رفتہ کو آواز دیں۔"

خدا کی مرضی، وقت کی ستم ظریفی یا میری بدبختی کہ پروگرام کے مطابق اب سے ڈیڑھ برس پہلے میں بمبئی نہیں جا سکا۔ اب عنقریب جا رہا ہوں، لیکن اب میری ملاقات اس گلوکار سے نہیں، اس کی تربت سے ہوگی کیوں کہ جی۔ ایم۔ دُرّانی ۸ ستمبر ۱۹۸۸ کو ہم سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے۔

(راجیو مرزا)

شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۰۹ کا شاندار نتیجہ! دولاکھ روپے کے انعامات کی تقسیم

پہلا انعام تین بالکل دُرست حلوں پر!

۳۳۵ گرام سونا (۲۲ کیرٹ، زیورات کی شکل میں : مقدار قیمتِ خرید پر منحصر) یا ایک لاکھ روپے نقد

ایک غلطی پر دوسوچوّن روپے ۹۵ پیسے : دو غلطیوں پر تینتیس روپے ۹۰ پیسے : تین غلطیوں پر چار روپے ۸۵ پیسے

پندرہ ہزار روپے کا خصوصی انعام ڈاک سے آئے ہوئے ۳۹ حلوں پر تقسیم کیا جائے گا

شمع ادبی کلب کے مُفت ناموں کے ذریعے شامِل مقابلہ ہونے والے انعامی حلوں پر مزید انعام : سات روپے ۶۰ پیسے

صحیح حل شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۰۹

درست حل پر پہلا انعام

شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۰۸ میں اپنا بالکل درست حل ڈاک سے بھیج کر محمد منیر الزماں صاحب جدید ملک پیٹ حیدرآباد نے مبلغ پچاس ہزار روپے کے پہلے انعام میں سے نصف حصّہ مبلغ پچیس ہزار روپے حاصل کئے۔ ان کے انعام کا چیک معمّہ پسند پروانوں کی موجودگی میں مدیرِ شمع جناب یونس دہلوی کے ہاتھوں پیش کیا گیا۔

درست حل پر پہلا انعام

محمد کفیل الدین صاحب، پوڈچن پلی ضلع میدک نے شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۰۸ کا اپنا بالکل درست حل بھیج کر پچاس ہزار روپے کے پہلے انعام میں سے نصف حصّہ یعنی پچیس ہزار روپے حاصل کئے۔

شمع معمّہ نمبر ۳۰۹ [illegible] ثابت ہوا اور تین پروانے بالکل دُرست حل بھیجنے میں کام یاب ہو گئے، اس لئے پہلا [illegible] دُرست حلوں پر ۳۳۵ گرام سونا (۲۲ کیرٹ، زیورات کی شکل میں : مقدار قیمتِ خرید پر منحصر) یا ایک لاکھ روپے [illegible] گرام [illegible] ملی گرام سونا (۲۲ کیرٹ، زیورات کی شکل میں : مقدار قیمتِ خرید پر منحصر) یا تینتیس ہزار تین سو تینتیس روپے [illegible] تقسیم کیا جائے گا۔

[illegible] والے حلوں میں سے دو حل ہمیں شمع ادبی کلب کے مفت ناموں کے ذریعے ملے تھے۔ اس لئے ان دو [illegible] کے ساتھ ساتھ دس ہزار روپے کے مزید انعام میں سے بھی حصّہ دیا جائے گا۔

ڈاک سے آئے ہوئے حلوں پر پندرہ ہزار روپے کا خصوصی انعام دوسرا، تیسرا اور چوتھا انعام پانے والے ان [illegible] سب سے پہلے ڈاک سے ملے تھے اور دوسرا، تیسرا اور چوتھا مزید انعام پانے والے ان [illegible] حلوں پر تقسیم [illegible] کے بعد ہمیں سب سے پہلے ملے تھے۔

[illegible]

یہ انعام اور خصوصی انعام پانے والے تمام پروانوں کو دعوت دی جارہی ہے کہ وہ ۳۱ جنوری ۱۹۸۹ کو دفاترِ شمع [illegible] تشریف لا کر اپنے انعام کے چیک جناب یونس دہلوی مدیرِ شمع کے ہاتھوں حاصل کریں۔ اگر کوئی پروانہ وہاں نہ آیا تو [illegible] کے انعام کا چیک رجسٹرڈ ڈاک سے بھیج دیا جائے گا۔

بالکل دُرست تین حل وصول ہوئے جن پر پہلا انعام ۳۳۵ گرام سونا (۲۲ کیرٹ، زیورات کی شکل میں : مقدار قیمتِ خرید پر منحصر) یا ایک لاکھ روپے نقد، بہ حساب ۱۱۱ گرام ۶۰۰ ملی گرام سونا (۲۲ کیرٹ، زیورات کی شکل میں : مقدار قیمتِ خرید پر منحصر) یا تینتیس ہزار تین سو تینتیس روپے ۳۵ پیسے فی تقسیم کیا جائے گا :

۱۔ شکیل احمد صاحب، ۱۴۰۶۔ حویلی کلّو خواص، بازار چتلی قبر، دہلی ۱۱۰۰۰۶

۲۔ امیر احمد صدیقی صاحب ٹیچر، عطا منزل، محلہ قانون گویان، متصل ٹھیر والا کنواں، ہاپوڑ۔ ضلع غازی آباد

۳۔ مستری محمد یامین، محلہ کٹھیرا۔ نزد مسجد فتح محمد شاہ، دیوبند

ایک غلطی والے ۱۰۲ حل وصول ہوئے جن پر دوسرا انعام مبلغ چھبّیس ہزار روپے، بہ حساب دو سو چوّن روپے ۹۵ پیسے فی حل تقسیم کیا جائے گا :

۱۔ [illegible] پروین، جمشید پور ۲۔ شمس الدین، کالا گڑھ ۳۔ بی دینکٹ [illegible] ۴۔ ممتاز احمد، کان پور ۵۔ قمر نگار، گوڑ گاؤں ۶۔ کبیر احمد [illegible] ۷۔ آمنہ خاتون، جھانسی ۸۔ احمد حسین، مندسور [illegible] ۹۔ سید محمد، حیدرآباد ۱۰۔ علی احمد، بمبئی ۱۱۔ وی این [illegible] آباد ۱۲۔ خلیل احمد، بمبئی ۱۳۔ نثار مہدی، حیدرآباد ۱۴۔ محمد [illegible]، کلکتہ ۱۵۔ سید ابراہیم، حیدرآباد ۱۶۔ محسن چودھری، بالاسور ۱۷۔ [illegible] رام پور ۱۸۔ محمد یامین، دیوبند ۱۹۔ سردیپ سنگھ، [illegible] ۲۰۔ اشفاق احمد، سکندر پور افغانان ۲۱۔ ایس ایچ راہی، بمبئی ۲۲۔ [illegible]، کلکتہ ۲۳۔ رضوان القمر، حیدرآباد ۲۴۔ عبدالرحمن، حیدرآباد ۲۵۔ [illegible] رحیم، حیدرآباد ۲۶۔ سردیپ سنگھ، نئی دہلی ۲۷۔ فاروق احمد، [illegible] ۲۸۔ اقبال بیگم، حیدرآباد ۲۹۔ بے بی وحیدہ، حیدرآباد ۳۰۔ محسن چودھری، بالاسور ۳۱۔ کامنا بٹ، بمبئی ۳۲۔ فصیح الدین، حیدرآباد ۳۳۔ عبدالہادی، دہلی ۳۴۔ ابرار احمد، بریلی ۳۵۔ محمد یونس، بریلی ۳۶۔ محمد یونس، بریلی ۳۷۔ مشرف بیگ، پیلی بھیت ۳۸۔ سریش کمار، [illegible] ۳۹۔ سریش کمار، نئی دہلی ۴۰۔ راجندر سنگھ، لونی ۴۱۔ محمد [illegible]، علی گڑھ ۴۲۔ محمد اسلم، سنبھل ۴۳۔ شفیق علی، شاہجہاں پور ۴۴۔ رخسار حسین، شاہجہاں پور ۴۵۔ وصال احمد، شیر کوٹ ۴۶۔ محمد یامین، دیوبند ۴۷۔ وی این پانڈے، الٰہ آباد ۴۸۔ سید ابراہیم، حیدرآباد ۴۹۔ علی حسین، رچھپہ ۵۰۔ الیاس احمد، افضل گڑھ ۵۱۔ چنت رام، شاہ پور ۵۲۔ محمد اختر، افضل گڑھ ۵۳۔ حبیب جمال، بہرائچ ۵۴۔ عنایت حسین، نانپارہ ۵۵۔ انیس احمد، مسوری ۵۶۔ محمد عباس، باسدیو پور ۵۷۔ محمد طفیل، کوڈرما ۵۸۔ محمد عیسیٰ، صدرالدین نگر ۵۹۔ رضوانہ، حیدرآباد ۶۰۔ جاوید اختر، حیدرآباد ۶۱۔ عبیداللہ بیگ، حیدرآباد ۶۲۔ اُمِّ سلمیٰ، جموں ۶۳۔ ماویہ اختر، جموں ۶۴۔ سید ابراہیم، حیدرآباد ۶۵۔ نذیر احمد، سرینگر ۶۶۔ حبیب الزماں، جہان آباد ۶۷۔ ابرار عالم، سوہ سرائے ۶۸۔ ابرار عالم، سوہ سرائے ۶۹۔ واحد انصاری، لوہردگا ۷۰۔ غزالہ پروین، دیوبند ۷۱۔ این این کپور، نئی دہلی ۷۲۔ پرشوتم کمار، نئی دہلی ۷۳۔ مدن لال، نئی دہلی ۷۴۔ موہن لال، نئی دہلی ۷۵۔ رام چندر، بکسر ۷۶۔ ذکیہ بی، رام پور ۷۷۔ پشپا چیدکا، نئی دہلی ۷۸۔ پرشوتم کمار، نئی دہلی ۷۹ تا ۸۱۔ کپل کمار، دہلی ۸۲۔ افروز جہاں، بجنور ۸۳۔ نعیم احمد، بلاری ۸۴۔ عبدالغفار، دہلی ۸۵۔ ولی جان، بریلی ۸۶۔ نسیم فاطمہ، غازی آباد ۸۷۔ نسیم فاطمہ، غازی آباد ۸۸۔ قیصر علی، شاہجہاں پور ۸۹۔ صادق حسین، شاہجہاں پور ۹۰۔ صادق حسین، شاہجہاں پور ۹۱۔ اشفاق علی، ناگ پور ۹۲۔ خورشید احمد، جودھپور ۹۳۔ وحید احمد، کوچ ۹۴۔ اشفاق علی، ناگ پور ۹۵۔ خورشید احمد، جودھپور ۹۶ تا ۱۰۲۔ شکیل احمد، دہلی۔

دو غلطیوں والے ۴۸ ۱۰ حل وصول ہوئے جن پر تیسرا انعام مبلغ پچّیس ہزار روپے، بہ حساب تینتیس روپے ۹۰ پیسے فی حل دیا جائے گا :

۱۔ بنوری لال، نئی دہلی ۲۔ محمد علیم، بستی ۳۔ محمد الیاس، کرنول ۴۔ عبدالمجید، کلکتہ ۵۔ عبدالرحیم، حیدرآباد ۶۔ کوثر سلطانہ، حیدرآباد ۷۔ اکبر پاشاہ، حیدرآباد ۸۔ [illegible]، چنڈی گڑھ ۹۔ نصیرالدین، حیدرآباد ۱۰۔ اقبال علی، نرمل ۱۱۔ مطلوب حسن، باپوڑ ۱۲۔ ثمینہ سلطان، گوڑ گاؤں ۱۳۔ ایل گرہیا، نئی دہلی ۱۴۔ عبدالستار، جودھپور ۱۵۔ اصغر علی، دھنباد ۱۶۔ محمد یونس، کھیرپال ۱۷۔ عبدالماجد، کلکتہ ۱۸۔ شازیہ اختر، کٹیہار ۱۹۔ ارشد علی، حیدرآباد ۲۰ تا ۲۱۔ شہاب الدین، کلکتہ ۲۲۔ سیف اللہ، سنگاریڈی ۲۳۔ فاروق احمد، حیدرآباد ۲۴ تا ۲۵۔ سید ابراہیم، حیدرآباد ۲۶۔ ظہیر دار

ڈاک کے خصوصی انعام میں حصّہ پانے کے نئے مواقع!

شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۱ کے لفافوں پر دوبارہ نمبر ڈالے جائیں گے

شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۱ کے ڈاک سے آنے والے حلوں پر خصوصی انعام کے مواقع اور بڑھ گئے ہیں اور دس ہزار پچاس روپے کے خصوصی انعام کی رقم میں اب ڈاک سے آنے والے ۴۴ حلوں کو حصّہ ملے گا۔

ہر ڈاک سے ہمیں جتنے لفافے ملیں گے ان پر ہم سلسلہ وار نمبر ڈالتے رہیں گے تاکہ چیکنگ کے بعد مختلف انعام پانے والے حلوں پر پہلے آئے ہوئے ڈاک سے ملنے والے حلوں کا تعین کرسکیں۔ شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۱ کے ڈاک سے آنے والے حلوں کے لفافوں پر پہلے تو ابتدا سے ہی نمبر ڈالے جائیں گے۔ ان نمبروں کی بنیاد پر دوسرا، تیسرا اور چوتھا انعام پانے والے حلوں میں سے سب سے پہلے موصول ہونے والے پانچ پانچ حلوں پر بالترتیب آٹھ سو پچاس روپے، چھ سو روپے، پانچ سو روپے، دو سو پچاس روپے اور دو سو روپے خصوصی انعام میں سے دئے جائیں گے۔

مزید مواقع : بدھ، ۲۵۔ جنوری ۱۹۸۹ سے شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۱ کے حلوں والے جو لفافے ہمیں ڈاک سے وصول ہوں گے، ان پر نئے سرے سے، دوسرے سلسلے کے نمبر بھی لگائے جائیں گے۔ نمبروں کے اس دوسرے سلسلے کی بنیاد پر دوسرا، تیسرا اور چوتھا انعام پانے والے حلوں میں سے ہمیں ڈاک سے سب سے پہلے ملنے والے تین تین حلوں پر بالترتیب پانچ سو روپے، دو سو پچاس روپے اور دو سو روپے خصوصی انعام میں سے دئے جائیں گے۔

اس طرح ڈاک سے آنے والے حلوں میں سے دوسرا، تیسرا اور چوتھا انعام پانے والے آٹھ آٹھ حلوں پر یعنی کل ملاکر ۴۴ حلوں پر خصوصی انعام تقسیم کیا جائے گا۔

اگر ڈاک سے آنے والے حلوں میں سے دوسرا، تیسرا یا چوتھا انعام پانے والے حلوں کی تعداد اس سے کم ہوئی تو خصوصی انعام میں سے اتنا حصّہ ایڈیٹرِ معمّہ کے فیصلے پر ڈاک سے آئے ہوئے دوسرے انعامی یا غیر انعامی حلوں پر دیا جائے گا۔ ایک نام پتہ سے آئے ہوئے تمام حلوں میں سے یا ایک لفافہ میں سے برآمد ہونے والے تمام حلوں میں سے صرف ایک ہی حل خصوصی انعام میں حصّہ پانے کا مستحق ہوگا۔ خصوصی انعام میں صرف اُن حلوں کو حصّہ دیا جائے گا جن کے لفافے اُسی مقام سے پوسٹ کئے گئے ہوں جہاں کا پتہ حلوں پر درج ہے۔ خصوصی انعام کے سلسلہ میں بھی مدیران شمع کا فیصلہ قطعی، آخری اور سب حل بھیجنے والوں کو قبول کرنا ہوگا۔

ڈاک خانے کی اسپیڈ پوسٹ (SPEED POST) سروس سے، یا کسی "کوریر سروس" (COURIER SERVICE) [illegible] ملنے والے حل خصوصی انعام کے مستحق نہیں ہوں گے

شمع فلمی مقابلہ نمبر ۳ میں ٹیلی ویژن مفت انعام

شمع فلمی مقابلہ نمبر ۳ میں شامل مقابلہ سوالات کے بالکل درست جواب بھیجنے پر محمد قاسم نوری صاحب دیوبند نے ایک ٹیلی ویژن مفت حاصل کیا

حسین، حیدر آباد، ۲۷۔ ایم اے رشید، حیدر آباد، ۲۸۔ سید حسان، حیدر آباد، ۲۹ تا ۳۰۔ اسرار احمد، جودھپور، ۳۱ تا ۳۶۔ نثار صدیقی، حیدر آباد، ۳۷۔ کے جگنناتھ، حیدر آباد، ۳۸ تا ۳۹۔ طاہر بن سعید، حیدر آباد، ۴۰۔ محمد ابراہیم، حیدر آباد، ۴۱۔ ابن سعید، حیدر آباد، ۴۲۔ یوسف حسین، حیدر آباد، ۴۳۔ جمیل اختر، کلکتہ، ۴۴ تا ۴۸۔ محمد کلیم، کلکتہ، ۴۹ تا ۵۰۔ غوث محی الدین، حیدر آباد، ۵۱۔ شفیع حسن، کلکتہ، ۵۲ تا ۵۵۔ عبد الرحمٰن، حیدر آباد، ۵۶۔ سلام بن سعید، حیدر آباد، ۵۷۔ محمد داود امیر، حیدر آباد، ۵۸ تا ۶۰۔ تسنیم ممتاز [illegible]

شمع فلمی مقابلہ نمبر ۴ میں ٹیلی ویژن مفت انعام

شمع فلمی مقابلہ نمبر ۴ میں شامل مقابلہ سوالات کے بالکل درست جواب بھیجنے پر ندیم الحق شمسی صاحب رام پور نے ایک ٹیلی ویژن مفت حاصل کیا۔

حیدر آباد، ۱۳ تا ۱۴۔ فاروق احمد، حیدر آباد، ۱۵۔ شاہدہ بیگم، اسکندر آباد، ۱۶۔ ہدایت علی، حیدر آباد، ۱۷۔ ۱۸۔ اے کے طا، بمبئی، ۱۱۹۔ فاروق احمد، حیدر آباد، ۱۲۰۔ محمد یامین، دیوبند، ۱۲۱۔ لئیق عابد، حیدر آباد، ۱۲۲۔ نبی حیدر، فیض آباد، ۱۲۳۔ اوصاف صدیقی، امروہہ، ۱۲۴۔ انیسہ خاتون، اگنورہ شیخ، ۱۲۵۔ ضمیر الدین، حیدر آباد، ۱۲۶ تا ۱۳۵۔ محسن چودھری، بالاسور، ۱۳۶۔ سیتارام، دہلی، ۱۳۷۔ کلیم الحق، رام پور، ۱۳۸۔ رام شے شیام [illegible]

دس ہزار روپے مزید انعام

فی حل : ۷ روپے ۶۰ پیسے

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۰۹ میں شمع ادبی کلب کے مفت ناموں کے ذریعہ شامل مقابلہ ہونے والے تمام حلوں میں سے ۱۳۱۸ حل ایسے ملے تھے جو پہلے دوسرے تیسرے اور چوتھے انعام کے حق دار تھے۔ ان حلوں پر شمع ادبی کا مزید انعام مبلغ دس ہزار روپے بحساب ۷ روپے ۶۰ پیسے فی حل دیا جائے گا۔ وقت اور جگہ کی کمی کے باعث ان کے نام شائع کرنا ممکن نہیں ہے۔ اگر انہیں ۱۶۔ جنوری ۸۹ تک انعام کا منی آرڈر نہ ملے تو دوبارہ جانچ کے لئے دی گئی ہدایات کے مطابق ۲۳۔ جنوری ۸۹ تک اپنا کلیم پہنچا دیں۔ اس تاریخ کے بعد ملنے والی ایسی کسی شکایت پر غور نہ کیا جائے گا۔

۱۸۷۔ ترلوک چند، بریلی، ۱۸۸۔ عمران خان، علی گڑھ، ۱۸۹۔ رشید احمد، نمازی آباد، ۱۹۰۔ قمر بیگم، حیدر آباد، ۱۹۱۔ دھرم پال، اعیپور، ۱۹۲۔ شعیب احمد، فیض آباد، ۱۹۳۔ محمد لئیق، نیشو آباد، ۱۹۴۔ منیر اسعد، فیض آباد، ۱۹۵۔ عارف الدین، حیدر آباد، ۱۹۶۔ محمد ایوب، حیدر آباد، ۱۹۷۔ منہاز محمود، بریلی، ۱۹۸۔ رفعت جہاں، بریلی، ۱۹۹ تا ۲۰۰۔ بشیر احمد [illegible]

[illegible]

۶۱۲۔ حبیب جمال، بہرائچ، ۶۱۳۔ نظام الدین، بتیا، ۶۱۴۔ محمد اسلم، کلکتہ، ۶۱۵۔ منظور عالم، کوڈرما، ۶۱۶۔ طفیل احمد، چاند پور، ۶۱۷۔ محمد اقبال، رمل، ۶۱۸۔ محمد شمشیر، جبل پور، ۶۱۹۔ محمد پاشا، نینگا، ۶۲۰۔ بدالدین، ٹونک، ۶۲۱ تا ۶۲۲۔ ریاست، بھاگلپور، ۶۲۳۔ کیدار ناتھ، دل سنگھ سرائے، ۶۲۴ تا ۶۲۵۔ سکھ دیو، دل سنگھ سرائے، ۶۲۶۔ ایم یوحنان، ہردوار، ۶۲۷۔ ہنس راج، کانپور، ۶۲۸۔ ایم مصطفیٰ، جمشید پور، ۶۲۹۔ مشاہد حسین، افضل گڑھ، ۶۳۰۔ جمیل اختر، کٹیہار، ۶۳۱ تا ۶۳۷۔ حبیب جمال، بہرائچ، ۶۳۸۔ محمد الیاس، رام نگر، ۶۳۹۔ خالد انور، رافی بنور، ۶۴۰۔ اونکار ناتھ، الہ آباد، ۶۴۱ تا ۶۴۲۔ انیس احمد، گھٹشالی، ۶۴۳۔ محمد یعقوب، مسور، ۶۴۴۔ مہاوادیو، شربا، ستقی، ۶۴۵۔ شاہد جمیل، علی گڑھ، ۶۴۶۔ عبد الستار، عفت

حوالے : شمع ادبی معمہ نمبر ۳۰۹ کے اشارے جن کتابوں سے اخذ کئے گئے تھے ان کے نام یا ان کے قلم کاروں کے مختصر نام یہ ہیں: دائیں سے بائیں:
۱۔ دیوانِ غالب ۲۔ مرزا۔ ۵۔ خلیل ۱۱۔ خان ۱۲۔ غالب ۱۳۔ پرکاش۔ اوپر سے نیچے:
۱۔ احمد ۲۔ سلطان ۳۔ علی ۶۔ اشرف ۷۔ مومن ۸۔ مہتاب ۹۔ رفیع ۱۰۔ ممتاز۔

[illegible]

۳۶۲۔ اقبال بیگم، حیدر آباد، ۳۶۳۔ آمنہ خاتون، حجانسی، ۳۶۴ تا ۳۶۵۔ محمد ایوب، جگدیش پور، ۳۶۶۔ الیس اختر، کلکتہ، ۳۶۷۔ محمد عثمان، جھانسی، ۳۶۸۔ محمد داؤد امیر، حیدر آباد، ۳۶۹۔ غلام محی الدین، حیدر آباد، ۳۷۰۔ اعجاز حسین، کلکام، ۳۷۱۔ ابو الحق

■ شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ اور نمبر ۳۱۱ کے اشارے شعر و ادب، فلسفہ، مذہب، سماجیات، نفسیات، اخلاق، سیاست، سوانح و تذکرہ، تاریخ، حالاتِ حاضرہ، عام معلومات، صحت، مہم جوئی، فن خود شناسی، طب و سائنس، سیر و سیاحت، اور لسانیات میں سے کچھ موضوعات پر اردو میں مطبوعہ کتب، سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اندھا دھند کتابیں پڑھنا بے کار ہے۔ ان موضوعات پر کتابیں پڑھ کر اپنی قابلیت بڑھایئے اور اپنی فہم و فراست، تلاش جستجو، عقل و دانش سے صحیح حل تک پہنچنے کی سعی فرمایئے۔

[illegible]

حسین، حیدر آباد، ۱۸۱۔ محمد اسماعیل، حیدر آباد، ۱۸۲۔ حبیب الدین، حیدر آباد، ۱۸۳۔ محمد اسلم، سنبھل، ۱۸۴ تا ۱۸۶۔ ابرار احمد، بریلی،

رحیم، حیدر آباد، ۱۰۲ تا ۱۰۷۔ بے پی وحیدہ، حیدر آباد، ۱۰۸ تا ۱۰۹۔ اسکے جگن ناتھ، حیدر آباد، ۱۱۰۔ کے کلاوتی، حیدر آباد، ۱۱۱ تا ۱۱۲۔ حامد شریف،

بالکل مفت

شمع ادبی کلب کے ممبروں کے لئے

لاکھوں روپے کے انعامات

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ میں جو حل شمع ادبی کلب کے مفت ناموں کے ذریعے شاملِ مقابلہ ہوں گے، ان میں سے انعامی حلوں پر پہلا، دوسرا، تیسرا یا چوتھا انعام پانے کے حق دار حلوں پر دس ہزار روپے کا مزید انعام برابر تقسیم کیا جائے گا۔ شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱ میں بھی جو حل شمع ادبی کلب کے مفت ناموں کے ذریعے شاملِ مقابلہ ہوں گے، ان میں سے پہلا، دوسرا، تیسرا یا چوتھا انعام پانے کے حق دار حلوں پر دس ہزار روپے کا مزید انعام برابر تقسیم کیا جائے گا۔ اس طرح شمع ادبی کلب کے ممبر نہ صرف اپنے حل بغیر فیس کے بھیج سکیں گے، بلکہ شمع ادبی کلب کی طرف سے دئے جانے والے ان مزید انعامات میں حصہ پاسکیں گے اور جب کبھی وہ چاہیں انہیں سو روپے واپس مل جائیں گے۔

ممبری فیس کچھ بھی نہیں :

شمع ادبی کلب کے ممبر بننے کے لئے ایک سو روپے ہمارے پاس جمع کرایئے۔ جب تک آپ ممبر رہیں گے، یہ رقم ہمارے پاس جمع رہے گی اور آپ ہر شمع ادبی معمہ میں ایک حل بغیر کسی فیس کے بھیج سکیں گے۔ اگر کسی شمع ادبی معمہ میں حل بھیجنا نہ چاہیں تو آپ کی جگہ کوئی بھی دوسرا شخص ایک حل بھیج سکتا ہے۔ آپ اپنا مفت نامہ کسی کو تحفے میں دے سکتے ہیں۔ چاہیں تو ایک روپیہ میں (یا اس سے کم یا زیادہ میں) بیچ بھی سکتے ہیں۔ مزید انعام اسی شخص کو ملے گا جس کا حل اس مفت نامہ کے ساتھ آیا ہوگا (چاہے ممبری کے سو روپے اس نے جمع کرائے ہوں یا کسی اور نے)

جب چاہیں سو روپے واپس :

آپ جب بھی چاہیں اپنی ممبری ختم کرکے اپنے سو روپے واپس لے سکتے ہیں یا ہماری بھیجی ہوئی سو روپے کی ممبری رسید کسی بھی شخص کے ہاتھ بیچ سکتے ہیں۔ آپ (یا وہ صاحب جنہوں نے آپ سے رسید خریدلی ہو) جب چاہیں ممبری کی میعاد بڑھا سکتے ہیں۔ اور جب چاہیں باقی بچے ہوئے مفت نامے اور ممبری کی رسید واپس کرکے ہم سے سو روپے منگا سکتے ہیں۔ ایک شخص چاہے تو ایک سے زیادہ حلوں کے لئے ممبر بن سکتا ہے۔ ہر ممبری الگ سمجھی جائے گی اور ہر ایک سو روپے جمع کرانے پر ایک حل ہر شمع ادبی معمے میں بھیجنے کی رعایت رہے گی۔

آپ کو کیا کرنا ہے :

آپ شمع ادبی معمہ میں جتنے حل بھیجنا چاہیں، فی حل ایک ممبری کے لئے ایک سو روپے کے حساب سے اتنے ہی پیسے جمع کرنے کے لئے منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ سے بھیج دیں۔ منی آرڈر اس پتہ پر بھیجیں :

سکریٹری شمع ادبی کلب، ماہنامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲

منی آرڈر کی ڈاک خانہ سے ملنے والی رسید اپنے خط کے ساتھ اسی پتہ پر بھیج دیجئے۔ ڈرافٹ سے اگر یہ رقم بھیجی ہو تو کسی بینک سے دہلی یا نئی دہلی کے لئے "شمع میگزین" کے نام سے ڈرافٹ بنوا کر اسے کراس کر دیجئے اور اسی پتہ پر بھیج دیجئے۔ دفاتر شمع میں ذاتی طور پر بھی مبلغ ایک سو روپے کی ممبری کی نقد رقم جمع کرائی جا سکتی ہے۔

آپ کے ایک سو روپے جمع ہوتے ہی ہم آپ کو شمع ادبی کلب کا ممبر بنا کر ممبری کی رسید اور بارہ "مفت نامے" بھیج دیں گے جنہیں شمع ادبی معموں کے حل بھیجتے وقت "نقد ناموں" کی جگہ فیس کی بجائے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جب کبھی آپ اپنی ممبری ختم کرنا چاہیں، بچے ہوئے مفت نامے سو روپے کی رسید کے ساتھ ہمیں رجسٹری سے واپس بھیج دیں جس شمع ادبی معمے تک مفت نامے استعمال کئے جا چکے ہوں گے، اس کے انعام کی ادائیگی کی تاریخ گزر جانے کے بعد آپ کی ممبری ختم کرکے آپ کو سو روپے واپس بھیج دئے جائیں گے۔

آج ہی ممبر بن جایئے :

اس انوکھی رعایت سے فائدہ اٹھایئے اور مزید انعام پانے کے لئے، آج ہی جمع کرانے کے لئے ایک سو روپے، دو سو روپے، پانچ سو روپے، ایک ہزار روپے، دو ہزار روپے .... جتنے بھی آپ چاہیں بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر سے بھیج دیجئے یا دفاتر شمع، نئی دہلی میں نقد جمع کرایئے — آج ہی ...... ابھی!

★ کسی بھی شمع ادبی معمہ کی فیس داخلہ ایک روپیہ فی حل سے زیادہ ہوئی تو اس شمع ادبی کلب کے مفت نامہ کے ہمراہ مزید فیس داخلہ مقرر کی جا سکتی ہے، جس کی ادائیگی پوسٹل آرڈر، منی آرڈر یا نقد نامہ کے ذریعے کرنا ضروری ہے۔

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ اور نمبر ۳۱۱ میں

مزید انعام : بیس ہزار روپے

★ شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ اور نمبر ۳۱۱ میں شمع ادبی کلب کا مزید انعام دس دس ہزار روپے ہے۔ ہر حل کے ساتھ متعلقہ شمع ادبی معمہ کا ایک مفت نامہ اور ایک روپیہ کا نقد نامہ، پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر کی رسید بھیجنا ضروری ہے۔

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱ میں دس ہزار پچاس روپے کے خصوصی انعام کی تقسیم کا طریقہ کار: شمع: دسمبر ۱۹۸۸ میں صفحہ ۵۷ پر شائع کیا جا چکا ہے۔ اس کے مطابق ڈاک سے ملنے والے لفافوں پر نمبر ڈالے جا رہے ہیں۔

تین غلطی والے

۴۹۸۵ حل ملے جن پر چوتھا انعام مبلغ چوبیس ہزار روپے

بحساب چار روپے ۸۵ پیسے فی حل دیا جائے گا۔ وقت اور جگہ کی کمی کے باعث تین غلطیوں والے حلوں پر انعام پانے والے پروانوں کے نام شائع کرنا ممکن نہیں۔ اگر انہیں ۱۶ جنوری ۱۹۸۹ تک انعام کا منی آرڈر نہ ملے تو دوبارہ جانچ کے لئے دی گئی ہدایات کے مطابق ۲۳ جنوری ۸۹ تک اپنا کلیم بھیج دیں۔ اس تاریخ کے بعد ملنے والی کسی شکایات پر غور نہ کیا جائے گا۔

■■ اپنے حل روشنائی سے پُر کریں۔ پنسل سے، ڈرائی انک سے یا بال پوائنٹ پین سے لکھے ہوئے خانے غیر مستحق قرار دے جاتے ہیں۔ غیر مستحق قرار دیے جانے والے کسی بھی خانے کی فیس داخلہ واپس نہیں کی جاتی۔

ڈاک سے آنے والے حلوں پر پندرہ ہزار روپے کے خصوصی انعام

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۰۹ میں دوسرا، تیسرا اور چوتھا انعام پانے والے ایسے سات سات حلوں پر جو ہمیں ڈاک سے سب سے پہلے ملے تھے اور دوسرا، تیسرا اور چوتھا انعام پانے والے مزید ایسے چھ، چھ حلوں پر جو ہمیں ۲۳ نومبر ۸۸ کو یا اس کے بعد ڈاک سے سب سے پہلے ملے تھے **پندرہ ہزار روپے کا خصوصی انعام** مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ ان خوش نصیب پروانوں کو نئی دہلی آکر ۱۴ جنوری ۱۹۸۹ کو اپنے انعام کے چیک مدیر شمع جناب **یونس دہلوی** کے ہاتھوں حاصل کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی پروانہ نہ آیا تو اس کے انعام کا چیک رجسٹرڈ ڈاک سے بھجوا دیا جائے گا۔

ایک غلطی والے حلوں میں سے:

ایک ہزار پانچ سو روپے : فرزانہ پروین صاحبہ معرفت عبدالماجد صاحب، کراس روڈ، نمبر ۱۶، کیو نمبر ۲، ذاکر نگر، مانگو، جمشید پور ۸۳۱۰۱۲
ایک ہزار روپے : شمس الدین صاحب، ۱۵-۱۱۱- ہائیڈل کالونی، کالاگڑھ ۲۴۶۱۴۲
پانچ سو روپے : بی وینکٹ رم نرسیا شیٹھ صاحب، مکان نمبر ۱۴۴-۱۱-۲۵، باپوجی نگر، قاضی پیٹ ضلع ورنگل
پانچ سو روپے : ممتاز احمد صاحب ولد شیخ خدا بخش صاحب، اسسٹنٹ منیجر (فنڈ) ۱۰۵/۲۴۵، اچین گنج، سعید آباد، کانپور ۲۰۸۰۰۱
تین سو روپے : قمر نگار صاحبہ ۲/۳۲۱، مہرولی روڈ، گوڑگاؤں ۱۲۲۰۰۱
تین سو روپے : کبیر احمد صاحب ۲۴۹-۷-۲۲ چھتہ بازار، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۲
دو سو روپے : آمنہ خاتون صاحبہ زوجہ محمد عثمان صاحب، کڑھائی سنٹر ۳- جیون پورہ، پریم نگر، جھانسی ۲۸۴۰۰۳
دو سو روپے : احمد حسین صاحب کالوا ایڈوکیٹ، اٹھیانہ تحصیل جاورہ، ضلع مندسور (ایم پی)
ایک سو روپے : سید محمد صاحب ۱/۳۵/۲،۱۶، اکبر باغ، نیو ملک پیٹ، حیدرآباد ۵۰۰۰۳۶
ایک سو روپے : علی احمد صاحب پی آئی اے، ہوٹل اوبرائے ٹاور، بمبئی ۴۰۰۰۲۱
ایک سو روپے : وی این پانڈے صاحب ۳۲۶، نئی بستی کرشن نگر، الہ آباد ۲۱۱۰۰۳
ایک سو روپے : خلیل احمد صاحب روم نمبر ۸، ۱۴۷- جی بلاک، لوٹس کالونی، گونڈی، بمبئی ۴۰۰۰۴۳
ایک سو روپے : سید نثار مہدی صاحب ایم/۶۸۵-۲-۸ بنیارا ہاؤس، روڈ نمبر ۱۲- بنجارہ ہلز، حیدرآباد ۵۰۰۰۳۴

دو غلطی والے حلوں میں سے:

ایک ہزار پانچ سو روپے : بنواری لال صاحب ولد پنڈت سکھی رام صاحب، جھڑودہ کلاں، نئی دہلی
ایک ہزار روپے : محمد سلیم صاحب، روم نمبر ۱۱، ۶۳ ہاشمیہ بلڈنگ، دم تکر روڈ، ناگپاڑہ، بمبئی ۴۰۰۰۰۸
پانچ سو روپے : آر محمد الیاس صاحب مکان نمبر ۴۳/۲۴- گنجی گلی، کرنول ۵۱۸۰۰۱
پانچ سو روپے : عبدالماجد صاحب، بی ۱۳، مہر لسکر لین، کلکتہ ۷۰۰۰۱۷
تین سو روپے : محمد عبدالرحیم صاحب مکان نمبر ۱/۲۴۰، ۵، امشیر آباد، حیدرآباد ۵۰۰۰۴۸
تین سو روپے : کوثر سلطانہ صاحبہ ۲،۹۹۴، ۱۱۱، حبیب نگر، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۴
دو سو روپے : محمد اکبر پاشا صاحب مکان نمبر ۵۴۴، ۴، ۱۹ جہاں نما، حیدرآباد
دو سو روپے : ادکنور صاحب، سی، ۳۵/۲۲۶۶، چنڈی گڑھ
ایک سو روپے : محمد ناصر الدین صدیقی صاحب مکان نمبر ۱۴/۳۸۰، ۹، ۱۶، اولڈ ملک پیٹ، حیدرآباد ۵۰۰۰۳۶
ایک سو روپے : محمد اقبال علی خان صاحب مکان نمبر ۷-۳-۷، ابراہیم باغ، نرمل ۵۰۴۱۰۶
ایک سو روپے : مطلوب حسن صاحب کوارٹر نمبر ۳۵۲ آواس وکاس کالونی، بلند شہر روڈ، ہاپوڑ، ضلع غازی آباد
ایک سو روپے : ثمینہ سلطان صاحبہ ۲/۳۲۱، مہرولی روڈ، گوڑگاؤں ۱۲۲۰۰۱
ایک سو روپے : ایم ایل گڑھیا صاحب، ۱۱۱۰/۳، ایس، آر، کے پورم، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۲

تین غلطی والے حلوں میں سے:

ایک ہزار پانچ سو روپے : ابوالحسن صاحب، فاخری دواخانہ، لکشمی ٹاکیز روڈ، جمعراتی، بھوپال ۴۶۲۰۰۱
ایک ہزار روپے : اوشا بھوٹانی صاحبہ اے، ۲۰، ڈی، کے اشوک وہار، فیس ۱، دہلی ۱۱۰۰۵۲
پانچ سو روپے : اقبال حسین صاحب مکان نمبر ایس آر ٹی ۹۶، سی، آئی، ڈی کوارٹرز، اے سی گارڈز، حیدرآباد ۵۰۰۰۰۴
پانچ سو روپے : انجو صاحبہ معرفت سورن لتا صاحبہ مکان نمبر ۱- جے، ۲/۳۰۵، دھیان چند کالونی، سیری بازار، جھانسی
تین سو روپے : ڈاکٹر ڈی این کھنہ صاحب ناتھ میڈیکل ہال، ایس سی ایف ۴۵ سیکٹر سی ۳۰، چنڈی گڑھ
تین سو روپے : ڈاکٹر بدھی پرکاش صاحب مکان نمبر ۳/۸۲، سرکلر روڈ، شاہدرہ، دہلی
دو سو روپے : سلیم الزماں خاں صاحب ایڈوکیٹ جیجز کورٹ، شاہجہانپور ۲۴۲۰۰۱
دو سو روپے : شاہین فاطمہ صاحبہ مکان نمبر ۲/۴، ۵، ۱۰ مصاب ٹینک حیدرآباد ۵۰۰۰۲۸
ایک سو روپے : مسز مشرف جہاں صاحبہ گورنمنٹ ہائر سیکنڈری اسکول، نور نگر، اوکھلا، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
ایک سو روپے : موہن لال صاحب اکاؤنٹ اسسٹنٹ ٹریڈ ڈیولپمنٹ اتھارٹی، بنک آف بڑودہ بلڈنگ، ۱۶، سنسد مارگ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
ایک سو روپے : محمد علاؤ الدین صدیقی صاحب ۸۸، ۱۱، ۱۶ موسیٰ رام باغ، حیدرآباد ۵۰۰۰۳۶
ایک سو روپے : اوتار لال شرما صاحب مکان نمبر ۹۰۷، ۱۴ بھگوان نگر، ڈھولے وال، لدھیانہ ۱۴۱۰۰۳
ایک سو روپے : ہنس راج شرما صاحب مکان نمبر ۳۲۱۷ ای آواس وکاس، راجہ جی پورم کالونی، لکھنؤ

ڈاک سے حل بھیج کر خصوصی انعام حاصل کیا

محمد ظفیر الدین انصاری، حاجی پور ویشالی (دو غلطیوں والے حل پر دو سو پچاس روپے)

سید افتخار علی صاحب، ہنٹا بازار، حیدرآباد (ایک غلطی والے حل پر پانچ سو روپے)

محمد سہیل قریشی صاحب، آگرہ روڈ، علی گڑھ (تین غلطیوں والے حل پر آٹھ سو پچاس روپے)

فضل الرشید صاحب، کوتوالی روڈ، دیپی بہت (ایک غلطی والے حل پر: دو سو پچاس روپے)

امین احمد صاحب، گارڈن ریچ، کلکتہ (تین غلطیوں والے حل پر: دو سو روپے)

محمد احمد علی صاحب، آصف نگر، حیدرآباد (دو غلطیوں والے حل پر: پانچ سو روپے)

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۰۸ کے اپنے حل ڈاک سے بھیج کر دس ہزار پچاس روپے کے خصوصی انعام میں حصہ پانے والے خوش نصیب پروانے جنہوں نے اپنی تصویریں اشاعت کے لئے بھیجی ہیں۔ شمع ادبی معمے غلطیوں والے حلوں پر بھی بڑے انعام پانے کا موقع دیتے ہیں۔

محمد مشتاق علی خاں صاحب، لاڑ بازار، حیدرآباد (ایک غلطی والے حل پر: دو سو پچاس روپے)

سید ذکی امام صاحب، پٹنہ واٹر لوہرڈ، پٹنہ (ایک غلطی والے حل پر: پانچ سو روپے)

۸۹۸- رپشپا جیند کار، نئی دہلی، ۸۹۹- بوجا دھین، دہلی، ۹۰۰- سعید احمد کوریج، ۹۰۱ تا ۹۰۴- جمید احمد، کوریج، ۹۰۵- سعدیہ خاں، شاہجہانپور، ۹۰۶- پرشوتم کمار، نئی دہلی، ۹۰۷- اقبال اکبر، دہلی، ۹۰۸- آشارانی، نئی دہلی

۹۰۹- گوبند سہائے، نئی دہلی، ۹۱۰ تا ۹۱۱- حکمت اللہ، نئی دہلی، ۹۱۲- رام چند پرساد، بکسر، ۹۱۳- پرشوتم کمار، نئی دہلی، ۹۱۴ تا ۹۲۵- مشیر احمد، کالاگڑھ، ۹۲۶ تا ۹۲۷- سنتوش کماری، نئی دہلی، ۹۲۸ تا ۹۲۲- وکیل، رامپور، ۹۳۳ تا ۹۳۴- کرشن لال، نئی دہلی، ۹۳۵ تا ۹۳۶- دی ایس بشٹ، نئی دہلی، ۹۳۷- نعیم احمد، ہلاری، ۹۳۸- سدیش ساہنی، نئی دہلی، ۹۴۱ تا ۹۴۳

■ تمام حلوں کی جانچ نہایت احتیاط سے کی گئی ہے۔ پھر بھی اگر آپ کو شبہ ہے کہ آپ کو کوئی انعام ملنا چاہیے اور آپ کا نام اس فہرست میں نہیں ہے یا آپ کی غلطیاں کم ہیں اور انعام زیادہ غلطیوں کا دیا گیا ہے تو دوبارہ جانچ کی فیس ایک روپیہ منی آرڈر سے شمع ادبی معمہ، ماہ نامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ کو بھیج کر اس کی ڈاک خانے سے ملنے والی رسید یا ایک روپیہ کے ہمارے جاری کئے گئے نقد نامہ کے ساتھ کلیم سکشن شمع ادبی معمہ نمبر ۳۰۹ ماہ نامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ کو اپنی شکایات لکھیں۔ ساتھ ہی یہ بھی تحریر کریں کہ آپ نے شمع ادبی معمہ نمبر ۳۰۹ کے کتنے حل بھیجے تھے۔ کس تاریخ کو بھیجے تھے۔ سادہ ڈاک، ریکارڈڈ ڈلیوری یا رجسٹری سے بھیجے تھے یا دستی طور پر دفتر شمع نئی دہلی میں ڈالے تھے اور متعلقہ حل کی فیس کس نمبر کے منی آرڈر، پوسٹل آرڈر، نقد نامے یا مفت نامے سے کس تاریخ کو بھیجی تھی اور تقسیم انعام سے متعلق آپ کی شکایت کیا ہے۔ اگر آپ کی شکایت درست ہوئی تو آپ کو انعام میں سے حصہ دیا جائے گا اور دوبارہ جانچ کی فیس کا ایک روپیہ بھی واپس کر دیا جائے گا۔ اگر شکایت غلط ہوئی تو دوبارہ جانچ کی فیس واپس نہیں کی جائے گی۔ ہر حل کے بارے میں شکایت الگ آنی چاہیے اور اس کی فیس بھی علیحدہ کرنی ضروری ہے۔ اپنی شکایت میں یہ ضرور بتایئے کہ یہ اس حل کے بارے میں ہے جس کی فیس ... نمبر کے منی آرڈر، پوسٹل آرڈر، نقد نامے یا مفت نامے کے ذریعہ ادا کی گئی ہے۔ ایسی تمام شکایات ہمیں ۱۱ جنوری ۱۹۸۹ تک مل جانی چاہئیں جن کا انتظار کرکے انعام کے چیک ۱۴ جنوری ۸۹ کو پیش کر دیے جائیں گے۔

سونے کی قیمت میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں شمع ادبی معمہ نمبر ۳۰۸ اور شمع سنی معمہ نمبر ۱۵۴ اور اس کے بعد جاری کئے جانے والے شمع ادبی معموں اور شمع سنی معموں میں تا اعلانِ ثانی، انعام میں دینے کے لئے سونے کے زیورات خریدتے وقت ان کی قیمت (۲۲ کیرٹ سونے کی مالیت، بنوائی اور سیلز ٹیکس شامل کرکے) اگر تین سو روپے فی گرام سے زیادہ ہوئی تو زیورات کی شکل میں انعام کا وزن اعلان شدہ وزن سے کم کیا جاسکتا ہے۔

بارہ ہزار روپے کا پہلا انعام

۲۸ درست حلوں پر تقسیم کیا گیا

شمع مینی معمہ نمبر ۱۵۴ میں ۲۸ پروانے بالکل درست حل تک پہنچ گئے۔ ان ۲۸ درست حلوں پر پہلا انعام مبلغ بارہ ہزار روپے تقسیم کیا گیا۔ شمع مینی معموں کی تیز رفتاری بے مثال ہے درست حل ظاہر کیے جانے کے چند ہی گھنٹے میں تقسیم انعامات کی تفصیلات کا اعلان کر دیا گیا۔ جن پروانوں نے درست حل منگانے کے لیے لفافے بھیجے تھے، انہیں تقسیم انعامات کی تفصیلات بھی لکھ دی گئیں۔ دوبارہ جانچ کے لیے کسی تقسیم کا انتظار کیے بغیر ہی پہلے اور دوسرے انعام کے منی آرڈر بھیج دیئے گئے۔

صحیح حل شمع مینی معمہ نمبر ۱۵۴

■	■	د	و	ا	و	ن
■	■	ق	و	م	ے	ن
ب	ج	■	ز	ا	ہ	د
د	و	گھ	■	س	ے	کھ
ل	ر	ل	ج	■	ا	ے
ت	و	م	د	ا	■	■
ے	ن	ل	ت	ن	■	■

حوالے۔ شمع مینی معمہ نمبر ۱۵۴ کے اشارے جن کتب سے اخذ کیے گئے تھے، اُن کے نام یا اُن کے قلم کاروں کے مختصر نام یہ ہیں، دائیں سے بائیں: ۱۔ نصیر ۲۔ کمار ۳۔ یعقوب ۴۔ شاہد ۵۔ خیابانِ غالب اوپر سے نیچے: ۶۔ غالب، طفیل ۸۔ حمید ۹۔ رنجیت ۱۰۔ علی۔

بالکل درست حل ۲۸ وصول ہوئے، جن پر پہلا انعام مبلغ بارہ ہزار روپے بحساب ۴۲۸ روپے ۵۷ پیسے فی حل تقسیم کیا گیا:

۱۔ سمیع اللہ خاں صاحب ولد بسم اللہ خاں صاحب، مکان نمبر ۴/B/۵۷۵-۱-۱۲، سید علی گوڑہ، حیدرآباد۔
۲۔ یدھویر سنگھ تنور صاحب، ۱۲۹۸۔ WZ، نتکل رائے، نئی دہلی ۱۱۰۰۴۶
۳۔ امین احمد صاحب A/۵۸۰۔Q، گلاب رب لین انکا گارڈن ریچ، کلکتہ
۴۔ حافظ سرفراز احمد انصاری صاحب، ۱۱۴۵، ٹاکر کاٹونی، تھاپلووالوں کے پاس، باپو ڑ روڈ، نزد میرٹھ ۲۵۰۰۰۲
۵۔ نذیر احمد صاحب بٹ، پی۔ این۔ بی، کولگام کشمیر ۱۹۲۲۳۱
۶۔ شرف الدین صاحب، محمد علی روڈ، کھنڈی بازار، بمبئی ۴۰۰۰۰۳
۷۔ معین الحق صاحب، ۲۱۴۱۔ احاطہ کالے صاحب، گلی قاسم جان، دہلی
۸۔ برج لال شرما صاحب، اوک ولا، جاکو، شملہ۔
۹۔ محمد منظور حسین صاحب، مکان نمبر ۲۹۲/۷۷۱-۴-۱۰، اندرا نگر، ہمایوں نگر، حیدرآباد
۱۰۔ سعیدہ بانو صاحبہ معرفت ٹی۔ عبدالرحمن، مکان نمبر ڈی ۱۲۹، مکھن روڈ، بنگلور
۱۱۔ محمد شاہ نواز عالم صدیقی صاحب، محلہ مردھان ٹولی، نوادہ ۸۰۵۱۱۰ (بہار)
۱۲۔ عبدالقادر جیلانی صاحب، نلوں تاج نگر پلاٹ وارڈ نمبر ۲، اکولہ ۴۴۴۰۰۲
۱۳۔ نورتن ابرول صاحب، مکان نمبر ۹۱۲۔F، سیکٹر ۹، نانک نگر، جموں توی
۱۴۔ محمد شجاع الدین صاحب ۱۱۔H۔۴، سی۔ پی۔ لین، کلکتہ ۲۲
۱۵۔ بجندر پال سنگھ صاحب A ۷۷/۲۸C، جنک پوری، نئی دہلی ۱۱۰۰۵۸
۱۶۔ رمیش چندر کھنہ صاحب، ریٹائرڈ اسپیشل اسسٹنٹ، محلہ چاہ شیریں، مچھلی بازار، بجنور
۱۷۔ دید پرکاش، کالڑا صاحب، رام لیلا گراؤنڈ، پٹھان کوٹ
۱۸۔ غلام محی الدین صاحب، مکان ۴۳۲/۱۸۹-۳۰-۱۹، جہاں نما، حیدرآباد
۱۹۔ محمد عباس صاحب، محلہ زیر ہیہرہ، مقام و ڈاک خانہ، باسدیوپور، ضلع مونگیر۔
۲۰۔ منور پاشاہ صاحب، ۶۲، تیسرا کراس، گیارھویں منزل، محمد اسمٰعیل بلڈنگ، خلاصی پالیم، نیو ایکسٹینشن، بنگلور
۲۱۔ محمد معین الدین صاحب معرفت غلام رسول صاحب A/۲۲، ساگر دت لین، کلکتہ ۷۳
۲۲۔ ثنا ساانجم صاحبہ، ۴۳۰۹، گلی سوار خاں، کوچہ پنڈت، دہلی ۶
۲۳۔ ایس۔ اجمل۔ کمال صاحب ۲/۵۵۷-۳-۱۹، جنگلی گوڑہ، حیدرآباد
۲۴۔ وی۔ کے۔ گاندھی صاحب ۱۳۶ C، جنگ پورہ "بی" نئی دہلی
۲۵۔ کاہن سنگھ صاحب، دوکان نمبر ۸، بالمقابل موتی سینما، چاندنی چوک، دہلی
۲۶۔ سید رحیم الدین صاحب، مکان نمبر A/۱۲-۳-۲، محلہ اندرون قلعہ، رائچور ۵۸۴۱۰۱۔
۲۷۔ ناصر داؤد خاں صاحب، بر مکان مالک داؤد خاں صاحب، محلہ ہمدرد نگر، نئی آبادی، معقب پٹرول پمپ نمبر ۲، الوپ نہر روڈ، علی گڑھ
۲۸۔ محمد یونس صاحب، وزیر بلڈنگ، کھنڈی بازار، بمبئی ۳

■ تمام حلوں کی جانچ نہایت احتیاط سے کی گئی ہے پھر بھی اگر آپ کو شبہ ہے کہ آپ کو کوئی انعام ملنا چاہیے تھا اور آپ کو ابھی تک منی آرڈر نہیں ملا تو دوبارہ جانچ کی فیس ایک روپیہ منی آرڈر سے شمع مینی معمہ، ماہنامہ شمع، آصف علی روڈ نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ کو بھیج کر اس کی ڈاک خانے سے ملنے والی رسید یا ایک روپیہ کے جاری کیے گئے نقدنامہ کے ساتھ "کلیم سیکشن: شمع مینی معمہ نمبر ۱۵۴، ماہنامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲" کو اپنی شکایات لکھیں۔ ساتھ ہی یہ بھی تحریر کریں کہ آپ نے شمع مینی معمہ نمبر ۱۵۴ کے کتنے حل بھیجے تھے۔ سادہ ڈاک سے، ریکارڈڈ ڈلیوری، رجسٹری سے بھیجے تھے یا دستی طور پر دفاتر شمع نئی دہلی میں ڈالے تھے اور متعلقہ حل کی فیس کس نمبر کے منی آرڈر، پوسٹل آرڈر یا نقدنامہ سے کس تاریخ کو بھیجی تھی اور تقسیم انعامات سے متعلق آپ کی شکایات کیا ہیں۔ اگر آپ کی شکایت درست ہوئی تو آپ کو انعام دیا جائے گا اور دوبارہ جانچ کی فیس کا ایک روپیہ بھی واپس کر دیا جائے گا۔ اگر شکایت غلط ثابت ہوئی تو دوبارہ جانچ کی فیس ایک روپیہ واپس نہیں کی جائے گی۔ ہر حل کے بارے میں شکایت الگ آنی چاہیے اور اس کی فیس بھی الگ الگ ادا کرنی ضروری ہے۔ اپنی شکایت کے بارے میں یہ ضرور بتائیے کہ یہ اس حل کے بارے میں ہے جس کی فیس .... نمبر کے منی آرڈر، پوسٹل آرڈر یا نقدنامہ کے ذریعہ ادا کی گئی ہے۔ ایسی تمام شکایات ہمیں ۳۱ جنوری ۱۹۸۹ تک مل جانی چاہئیں۔ ■

شمع مینی معمہ نمبر ۱۵۴ میں ایک غلطی والے ۳۶۲ حل وصول ہوئے جن پر دوسرا انعام مبلغ آٹھ ہزار روپے بحساب: ۲۲ روپے ۱۰ پیسے فی حل تقسیم کیا گیا۔ ایک غلطی کے حل بھیجنے والے پروانوں کے نام ماہنامہ

شمع
نئی دہلی

جنوری ۱۹۸۹ کے شمارے میں شائع کیے جارہے ہیں۔

منی آرڈر سے فیس بھیجنے والے پروانوں سے

شمع ادبی معموں اور شمع مینی معموں کی فیس داخلہ جہاں تک ممکن ہو ماہنامہ شمع کے جاری کیے گئے نقدناموں یا ڈاک خانے کے پوسٹل آرڈروں یا دہلی/نئی دہلی میں قابلِ ادائگی بینک ڈرافٹوں کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہے۔

یہ فیس منی آرڈر سے بھی بھیجی جاسکتی ہے۔ اس صورت میں منی آرڈر بک کراتے وقت ڈاک خانے سے ملنے والی رسید فیس کی ہمارے نام روانگی کے ثبوت کے طور پر حلوں کے ساتھ ہمیں بھیجنا ضروری ہے۔ حلوں کے ساتھ یہ منی آرڈر رسید آجانے پر عارضی طور سے مقابلے میں شریک کرلئے جاتے ہیں ——— لیکن ان حلوں میں سے جو حل انعامی ہوتے ہیں ان پر انعامات کی ادائگی سے پہلے یہ جانچ کی جاسکتی ہے کہ جس منی آرڈر کی رسید ان حلوں کے ساتھ بھیجی گئی تھی، وہ منی آرڈر ہمیں مل چکا ہے یا نہیں۔ جب تک وہ منی آرڈر ہمیں ادا نہیں ہوگا، اس وقت تک انعام کی ادائگی بھی التوا میں رہے گی ——— اور اگر کسی بھی وجہ سے اس منی آرڈر کی ادائگی ہمیں نہ کی گئی تو وہ حل انعام کے مستحق نہ ہوں گے، جن کے ساتھ اس منی آرڈر کی رسید ہمیں ملی ہوگی، اور یہ انعام ادا نہیں کئے جائیں گے۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ اپنے حلوں کی فیس داخلہ شمع کے جاری کیے گئے نقدناموں یا ڈاک خانے کے پوسٹل آرڈروں یا دہلی/نئی دہلی میں قابلِ ادائگی بینک ڈرافٹوں کے ذریعے بھیجیں۔

نیا شمع ادبی معمہ اور سابقہ صحیح حل مُفت منگائیے

اب آپ ماہنامہ شمع نئی دہلی کی اشاعت سے پہلے ہی شمع ادبی معموں اور شمع مینی معموں کے اشارے اور اُن کے خاکے حاصل کر سکتے ہیں۔ اپنے حل بھیجتے وقت اُن کے ساتھ اپنا پورا پتہ لکھا، ٹکٹ لگا لفافہ بھیجئے۔ صحیح حل ظاہر ہوتے ہی ہم اس کی ایک نقل اور اگلے شمع ادبی معمہ اور شمع مینی معمہ کے اشارے آپ کو بلا قیمت بھیج دیں گے۔ اس طرح آپ کو اشاروں پر غور و خوض کرنے اور جوابات کے لئے تلاش و جستجو کے لئے زیادہ وقت مل سکے گا اور آپ جہاں کہیں بھی رہتے ہوں، ڈاک سے حل بھیج کر خصوصی انعام حاصل کرنے کے لیے یکساں مواقع پا سکیں گے۔ کیوں کہ نئے معمے کے ٹوکن والا شمع دور دراز کے علاقوں کو پہلے بھیجا جاتا ہے اور دہلی میں سب سے بعد میں فروخت کیا جاتا ہے۔

سادہ ڈاک سے صحیح حل اور اشارے منگانے کے لئے ۶۰ پیسے کے ٹکٹ لگا ہوا پتہ لکھا لفافہ بھیجئے۔ اپنے حل بھیجے بغیر بھی پتہ لکھا ہوا ٹکٹ لگا لفافہ بھیج کر شمع ادبی معمہ اور شمع مینی معمہ کے اشارے منگا سکتے ہیں۔

پروانوں کو بڑھتے ہوئے ڈاک خرچ اور منی آرڈر فیس سے کسی حد تک بچالینے کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک شخص کے ایک ہی نام پتہ سے ایک ہی لفافہ میں بھیجے گئے (یا ایک ساتھ منسلک کر کے دفاتر شمع (نئی دہلی) میں رکھے ہوئے مقفل حلوں کے بکسوں میں ڈالے گئے) تمام حلوں کی فیس ایک یا ایک سے زیادہ منی آرڈروں سے/ ایک یا ایک سے زیادہ نقدناموں سے/ ایک یا ایک سے زیادہ پوسٹل آرڈروں سے بھیجی جاسکتی ہے۔ ایک ٹوکن کے ساتھ آئے ہوئے حلوں میں سے ایک خاکہ انعام کا حق دار سمجھا جائے گا۔ ہر ٹوکن کے ساتھ آئے ہوئے حل اس ٹوکن سے منسلک ہونے چاہئیں۔ اگر لفافہ میں سے ایک سے زائد ٹوکن برآمد ہوئے اور حل کسی ٹوکن کے ساتھ منسلک نہ ہوئے تو دفاتر شمع کے ریکارڈ میں جس ترتیب سے خانے منسلک ہوں گے، اسی ترتیب سے اوپر کے تمام ٹوکنوں کے ساتھ ایک ایک حل اور آخری ٹوکن کے ساتھ بقیہ تمام حل وصول سمجھے جائیں گے۔

پہلا انعام: درست حل پر:



(۲۲ کیرٹ، زیورات کی شکل میں:
مقدار قیمتِ خرید پر منحصر)

یا بارہ[۱۲] ہزار روپے نقد

دوسرا انعام:
ایک غلطی والے حل پر: آٹھ ہزار روپے

20,000.00

فیس داخلہ فی حل: ایک روپیہ۔ آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں۔ فیس داخلہ، پوسٹل آرڈر، منی آرڈر یا شمع ادبی معموں کے نقد ناموں کے ذریعہ ادا کی جا سکتی ہے۔ نقد نامہ، پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر کی ڈاک خانے سے ملنے والی رسید اپنے حلوں کے ساتھ بھیجیے۔ آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں۔ ان کی فیس ایک ساتھ بھیج سکتے ہیں اور ہر حل پر علیحدہ انعام کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ کوئی ٹوکن بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ ٹوکن بھیجنے کی شرط کے علاوہ شمع ادبی معموں کی دوسری تمام شرائط شمع منی معموں پر بھی عائد ہیں۔ ان کی پابندی ضروری ہے۔

دفاتر شمع (نئی دہلی) میں ڈاک سے اور دستی حل وصول ہونے کی آخری تاریخ ہفتہ: ۲۸ جنوری ۱۹۸۹ آٹھ بجے رات تک
پیر: ۳۰ جنوری ۱۹۸۹ تک ڈاک سے ملنے والے حل بھی قبول کر لئے جائیں گے۔

شمع منی معمہ نمبر ۱۵۶

ن	و		س	و	۱ د	■
ی	ت		و	۲ ڈ	■	۱۰
ر	ہ	ا	۳	■	۹ م	ے
جھ		۴ س	■	۸		ا
ک	۵	■	۷ ہ			
■	■	۶	ا	ی	و	ا
■	■	ے		ر	م	ت

اشارے:

دائیں سے بائیں:

۱۔ اس زمانے میں وہ لوگ کہاں جو ــــ کی خوشی پر اپنے ارمانوں کو قربان کر دیں

۲۔ طوفان میں ــــ کشتی کو بچانے کی طاقت کس میں ہے؟ ساحل سے

۳۔ سیاست دانوں کی تو یہ خصلت مشہور ہے۔ ــــ کچھ اور، اندر کچھ اور

۴۔ یہ ــــ بوجھ لوں ہی نہیں آجاتی۔ عمر بھر کے تجربات

۵۔ جلتا ہے دل کہ کیوں نہ ہم ــــ بار جل گئے

اوپر سے نیچے:

۶۔ ــــ ناتمامیِ نفسِ شعلہ بار، حیف!

۷۔ ایک مجبور عورت کی ــــ پر قہقہہ لگاتے ہوئے تمہیں شرم آنی چاہیئے

۸۔ زمانہ رنگ بدلتا رہتا ہے۔ آج وہ ــــ ہے۔ کل اس کی قسمت اسے کہاں لے جائے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا

۹۔ آج تو اس ملک میں بھی ــــ ہیں غیر ملکی سامراج سے نجات پانے کے بعد ہی ہمیں

۱۰۔ تمہارے یہ بے بنیاد اور مہمل ــــ دوسروں سے زیادہ خود تم کو نقصان پہنچائیں گے۔ دیکھ لینا

■ ■

شمع ادبی معمے (شمع منی معمہ نمبر ۱۵۶) ماہنامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۲ــــ۱۱

شمع منی معمہ نمبر ۱۵۶ کا صحیح حل بدھ یکم فروری ۱۹۸۹ کو صبح دس بجے ظاہر کر دیا جائے گا۔ صحیح حل اور انعام پانے والوں کے نام ماہنامہ بانو میں شائع کئے جائیں گے۔ انعام پانے والوں کی تفصیلات شمع (نئی دہلی) میں بھی شائع کی جا سکتی ہیں۔

بیس[۲۰] ہزار روپے کے انعامات

پہلا انعام: بالکل درست حل پر



یا بارہ[۱۲] ہزار روپے نقد

دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر:
آٹھ ہزار روپے

- ★ کوئی ٹوکن بھیجنے کی قید نہیں!
- ★ جتنے حل جی چاہے بھیجیے۔ اپنے تمام حلوں کی فیس ایک یا ایک سے زیادہ منی آرڈر، پوسٹل آرڈر یا نقد ناموں سے بھیج سکتے ہیں۔
- ★ آپ ہر حل پر انعام کے حق دار بن سکتے ہیں۔ فیس داخلہ فی حل صرف ایک روپیہ۔
- ★ صرف دس اشارے۔
- ★ انعام پانا کس قدر آسان!
- ★ فیس داخلہ بھیجنے کے لئے شمع ادبی معموں کے نقد نامے استعمال کئے جا سکتے ہیں یا پوسٹل آرڈر، منی آرڈر بھیجیے۔ اپنے حلوں کے ساتھ نقد نامہ، پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر کی ڈاک خانے سے ملنے والی رسید ضرور بھیجیے۔
- ★ صحیح حل: جوابی لفافہ بھیج کر منگوائیے یا پھر اگلے ماہ نامہ بانو یا ماہ نامہ شمع میں دیکھیے۔
- ★ شمع منی معمہ نمبر ۱۵۶ کا نتیجہ ماہ نامہ بانو (نئی دہلی) اور ماہ نامہ شمع (نئی دہلی) میں شائع کیا جائے گا۔

شمع ادبی معموں کی شرائط

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ اور ۳۱۱ کے متعلق سے شرائط میں اہم ترمیم:

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ اور شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱ کی فیس داخلہ فی حل دو روپئے ہے

اپنے حل بھیجنے سے پہلے شرائط غور سے پڑھ لیجئے اور یہ ترمیم ذہن نشین کر لیجئے

تاریخوں میں تبدیلی نوٹ فرمالیجیے

Rs 1.15.000.00

ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے کے انعامات

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰

فیس داخلہ : دو روپے فی حل

۴ب	■		۳تھ	■	ی	س		۲م	۱ہ
ے	۶	■	ن		ب	۵ز	■		
								س	ت
س	ی							ا	
ی	■							ی	■
■	۸							■	۷ت
	۱۰ن							۹د	
	ٹ								
ا	و	■	ن		ہ	۱۱ے	■	د	ت
ے	ن	ا		۱۳	■		۱۲م	■	ے

پہلا انعام
شمع پیش کش
۱۶۷ گرام سونا
(۲۲ کیرٹ زیورات کی شکل میں : مقدار قیمت خرید پر منحصر)
یا پچاس ہزار روپے

پہلا انعام بالکل درست حل پر : ۱۶۷ گرام سونا

(۲۲ کیرٹ زیورات کی شکل میں : مقدار قیمت خرید پر منحصر)

یا پچاس ہزار روپے

دوسرا انعام : ایک غلطی والے حل پر سولہ ہزار روپے۔ **تیسرا انعام :** دو غلطی والے حل پر پندرہ ہزار روپے۔ **چوتھا انعام :** تین غلطی والے حل پر چودہ ہزار روپے۔ خصوصی انعام دس ہزار پچاس روپے دوسرا، تیسرا اور چوتھا انعام پانے والے حلوں میں سے سب سے پہلے ڈاک سے آنے والے حلوں پر مزید تقسیم کیا جائے گا۔ مزید انعام دس ہزار روپے شمع ادبی کلب کے مفت ناموں کے ذریعے شامل مقابلہ ہونے والے انعامی حلوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ فیس داخلہ فی حل : **دو روپے**۔ آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ کے اپنے تمام خاکوں کے ساتھ ایک ٹوکن شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ ضرور بھیجیے جو ماہ نامہ شمع (نئی دہلی) سے کاٹا گیا ہو۔ مفصل شرائط و ہدایات ماہ نامہ شمع (نئی دہلی) میں شائع کی جاتی ہیں، ان کی پابندی ضروری ہے۔ ایک شخص الگ ٹوکن پر الگ الگ انعام حاصل کرسکتا ہے۔

دفاتر شمع (نئی دہلی) میں دستی حل وصول ہونے کی آخری تاریخ : ہفتہ ۱۴ جنوری ۱۹۸۹ (بارہ بجے رات تک)
پیر ۱۶ جنوری ۱۹۸۹ تک ڈاک سے ملنے والے حل بھی قبول کرلئے جائیں گے۔ صحیح حل : بدھ ۱۸ جنوری ۱۹۸۹ کو صبح دس بجے ظاہر کردیا جائے گا۔

اشارے

دائیں سے بائیں :

۱۔ ــــ سادگی تھی، التفاتِ ناز پر مرنا
۳۔ ترا آنا نہ ــــ ظالم! مگر تمہید جانے کی
۵۔ نہ ہو جب دل ہی سینے میں تو پھر منہ میں ــــ کیوں ہو؟
۱۱۔ جنت یا دوزخ کی سیر کرکے کون آیا ہے؟ ــــ سے بلیٹھ کر اندازے کیوں لگائیں
۱۲۔ ہم ــــ جائیں گے لیکن آپ پر آنچ نہ آنے دیں گے نواب صاحب۔ آپ کا نمک
۱۳۔ روپیہ ــــ سے عزت نہیں ملتی۔ عزت انہیں ملتی ہے جو

اوپر سے نیچے :

۱۔ فرض شناس اور بہادر سپاہی گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی اپنی جگہ سے نہیں ــــ
۲۔ اگر آپ کو ــــ تہذیب میں کوئی بھی خوبی نظر نہیں آتی تو یقیناً آپ تعصب اور جانبداری سے کام لے رہے ہیں
۴۔ قوم کی ــــ کا رونا بے سود ہے۔ عمل کی راہ
۶۔ یہ امتحان کی گھڑی ہے۔ دشمن کی فوجیں ــــ ہوئی ہیں۔ ہمارے سپاہی جوانمردی سے
۷۔ فاقوں کے مارے ایک روٹی کیلئے ــــ
ہیں اور آپ لوگ کھانا ہضم کرنے کیلئے دوائیں تلاش کرتے ہیں!
۸۔ استاد اور شاگرد کا رشتہ محض کاروباری تعلق بن گیا ہے۔ استاد ــــ کے حساب سے پڑھاتے ہیں اور تنخواہ
۹۔ حکیم صاحب میں آیا تھا ــــ کا علاج کرانے اور آپ نے مجھے جلاب دے دیا
۱۰۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ ذرا بھی ہاتھ ــــ بغیر ان کو نفع میں سے حصہ ملتا رہے۔ یہ کیسے

ڈاک سے اپنے حل اور فیس اس پتے پر بھیجیے : **شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰، ماہ نامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲**

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ کی فیس داخلہ دو روپے فی حل ہے۔ نوٹ کرلیجیے۔ شمع ادبی کلب کا مفت نامہ بھیجنے کی صورت میں ہر حل کے ساتھ شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ کے دو مفت نامے بھیجیے یا شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۰ کا ایک مفت نامہ اور ایک روپیہ کا نقد نامہ، پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر کی رسید ضرور بھیجیے۔

ایک لاکھ پندرہ ہزار روپے سے زائد کے انعامات Rs 1.15.000.00

شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱

فیس داخلہ: دو روپے فی حل

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
۱س	۲	ق	ی	■	۳پ	ی		■	۴م
	پ	■	۵	گ	ل	ے	■	۶م	ٹھ
		شمع پیش کش						ح	ا
ن	ے								
ے	■	پہلا انعام ۱۶۴ گرام سونا						ت	■
■	۷س							■	۸
۹ح		(۲۲ کیراٹ زیورات کی شکل میں: مقدار قیمت خرید پر منحصر) یا						۱۰	
	ت	پچاس ہزار روپے						ٹ	ا
س	ی	■	۱۱		ی	ل	■	ے	ن
ت	■	۱۲ش		س	■	۱۳		ن	ے

پہلا انعام بالکل درست حل پر: ۱۶۴ گرام سونا

(۲۲ کیراٹ زیورات کی شکل میں: مقدار قیمت خرید پر منحصر)

یا پچاس ہزار روپے

دوسرا انعام: ایک غلطی والے حل پر سولہ ہزار روپے۔ **تیسرا انعام:** دو غلطی والے حل پر پندرہ ہزار روپے۔ **چوتھا انعام:** تین غلطی والے حل پر چودہ ہزار روپے خصوصی انعام **دس ہزار** پچاس روپے دوسرا، تیسرا اور چوتھا انعام پانے والے حلوں میں سے سب سے پہلے ڈاک سے آنے والے حلوں پر مزید تقسیم کیا جائے گا۔ مزید انعام **دس ہزار** روپے شمع ادبی کلب کے مفت ناموں کے ذریعے شامل مقابلہ ہونے والے انعامی حلوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ فیس داخلہ فی حل: **دو روپے**۔ آپ جتنے حل چاہیں بھیج سکتے ہیں۔ شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱ کے اپنے تمام خاکوں کے ساتھ ایک ٹوکن شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱ ضرور بھیجیے جو ماہ نامہ شمع (نئی دہلی) سے کاٹا گیا ہو۔ مفصل شرائط وہدایات ماہ نامہ شمع (نئی دہلی) میں شائع کی جاتی ہیں۔ ان کی پابندی ضروری ہے۔ ایک شخص الگ ٹوکن پر الگ الگ انعام حاصل کر سکتا ہے۔

دفاتر شمع (نئی دہلی) میں دستی حل وصول ہونے کی آخری تاریخ: ہفتہ، ۱۱۔ فروری ۱۹۸۹ (بارہ بجے رات تک)

پیر ۱۳۔ فروری ۱۹۸۹ تک ڈاک سے ملنے والے حل بھی قبول کرلئے جائیں گے صحیح حل: بدھ، ۱۵۔ فروری ۱۹۸۹ کو صبح دس بجے ظاہر کر دیا جائے گا۔

اشارے

دائیں سے بائیں:

۱۔ ــــ گری کی شرم کرو آج، ورنہ ہم

۳۔ ہر شب ــ ہی کرتے ہیں مے، جس قدر ملے

۵۔ کہتے ہیں ــ زمانے میں کوئی میر بھی تھا

۱۱۔ عجب ــ انسان سے واسطہ پڑا ہے۔ مجھے پہلے سے علم ہوتا تو ہرگز

۱۲۔ یہ ــ آپ کو ممکن ہے پسند آیا ہو۔ مجھے تو ذرا بھی

۱۳۔ محض دوا ــ سے کوئی مریض اچھا نہیں ہو جاتا۔ دراصل علاج تو

اوپر سے نیچے:

۱۔ بمبئی پہنچے تو وہاں کسی کو بات کرنے یا ــ کی فرصت نہیں تھی۔ تھوڑے ہی دنوں میں ہم نے بھی

۲۔ مغربی ممالک میں سکونت اختیار کرنے سے پہلے آپ جیسے قابل ڈاکٹروں اور سائنس دانوں کو سوچنا چاہیے کہ ــ وطن کی خدمت آپ کا اوّلین فرض ہے

۴۔ ہزار بار سمجھایا ہے کہ شکر کی بیماری والوں کے لئے ــ زہر ہے۔ پھر بھی تم

۶۔ اس دنیا کا یہی دستور ہے۔ ــ روپے پیسے میں تولی جاتی ہے اور شرافت

۷۔ عورت اپنی پہلی محبّت کی یادوں کو سدا سینے سے لگائے ــ ہے

۸۔ روپیہ ــ سے عزّت نہیں ملتی۔ عزّت انہیں ملتی ہے جو

۹۔ پنڈال کے باہر بیشمار فقیر اور غریب بچّے وہاں آنے جانے والوں کو ــ سے دیکھ رہے تھے

۱۰۔ ایک نہ ایک دن غربت کے یہ بادل ــ گے اور ہماری خوشحالی کا سورج چمکیگا

■■

ڈاک سے اپنے حل اور فیس اس پتے پر بھیجیے: **شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱، ماہ نامہ شمع، آصف علی روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲**



شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱ کی فیس داخلہ دو روپے فی حل ہے، نوٹ کر لیجیے۔ شمع ادبی کلب کا مفت نامہ بھیجنے کی صورت میں ہر حل کے ساتھ شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱ کے دو مفت نامے بھیجیے یا شمع ادبی معمہ نمبر ۳۱۱ کا ایک مفت نامہ اور ایک روپے کا نقد نامہ، پوسٹل آرڈر یا منی آرڈر کی رسید ضرور بھیجیے۔

ہزاروں روپے کے انعامات حاصل کرنے کے امکانات

شمع ادبی معمّوں میں آپ ایک ہی نام پتے سے کتنے ہی انعام حاصل کر سکتے ہیں۔ مختصر نام لکھنے پر بھی اب کوئی پابندی نہیں۔ اِس صفحے پر دئے گئے ٹوکنوں میں سے ہر ٹوکن کے ساتھ آئے ہوئے حلوں پر ایک انعام یا کسی انعام کا ایک حصّہ مل سکتا ہے اور مختلف حلوں کے ساتھ الگ الگ ٹوکن استعمال کرنے سے آپ کو انعام مِلنے کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔ اس صفحہ پر چھپے ہوئے ٹوکن آپ اپنی مرضی سے شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۰ یا شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۱ کے حلوں کے ساتھ بھیجنے کے لئے استعمال کر سکتے ہیں۔

ٹوکن شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۰/۳۱۱

شمع ادبی معمّوں کی شرائط میں نے پڑھ لی ہیں اور مجھے منظور ہیں۔ منسلکہ حل شاملِ مقابلہ کر لیجئے ـــــ میں چیف ایڈیٹر شمع میگزین (نئی دہلی) کے ہر فیصلے کا پابند رہوں گا۔

نام و مقام ________________

____

____

ٹوکن شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۰/۳۱۱

شمع ادبی معمّوں کی شرائط میں نے پڑھ لی ہیں اور مجھے منظور ہیں۔ منسلکہ حل شاملِ مقابلہ کر لیجئے ـــــ میں چیف ایڈیٹر شمع میگزین (نئی دہلی) کے ہر فیصلے کا پابند رہوں گا۔

نام و مقام ________________

____

____

ٹوکن شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۰/۳۱۱

شمع ادبی معمّوں کی شرائط میں نے پڑھ لی ہیں اور مجھے منظور ہیں۔ منسلکہ حل شاملِ مقابلہ کر لیجئے ـــــ میں چیف ایڈیٹر شمع میگزین (نئی دہلی) کے ہر فیصلے کا پابند رہوں گا۔

نام و مقام ________________

____

____

ٹوکن شمع ادبی معمّہ نمبر ۳۱۰/۳۱۱

شمع ادبی معمّوں کی شرائط میں نے پڑھ لی ہیں اور مجھے منظور ہیں۔ منسلکہ حل شاملِ مقابلہ کر لیجئے ـــــ میں چیف ایڈیٹر شمع میگزین (نئی دہلی) کے ہر فیصلے کا پابند رہوں گا۔

نام و مقام ________________

____

____

SHAMA New Delhi 51st Year of Publication R.N. 643/57 Regd. No. D-(C) 119 JANUARY 1989